ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

خصوصی اشاعت
احتسابِ قادیانیت

۶ جمادی الاوّل ۱۴۲۹ھ جون ۲۰۰۸ء

تصویر کے دو رُخ

”تصویر کا ایک رُخ تو یہ ہے کہ مرزا غلام قادیانی میں یہ کمزوریاں اور عیوب تھے۔ اُس کے نقوش میں توازن نہ تھا، قدوقامت میں تناسب نہ تھا، اخلاق کا جنازہ تھا، کریکٹر کی موت تھی، سچ کبھی نہ بولتا تھا، معاملات کا درست نہ تھا، بات کا پکا نہ تھا، بزدل اور ٹوڈی تھا، تقریر وتحریر ایسی ہے کہ پڑھ کر متلی ہونے لگتی ہے...... لیکن میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ اگر اُس میں کوئی کمزوری بھی نہ ہوتی، وہ مجسمہٴ حسن و جمال ہوتا، قویٰ میں تناسب ہوتا، چھاتی ۴۵ انچ کی، کمر ایسی کہ سی آئی ڈی کو بھی پتا نہ چلتا، بہادر بھی ہوتا، مردِ میدان ہوتا، کریکٹر کا آفتاب اور خاندان کا ماہتاب ہوتا، شاعر ہوتا، فردوسیٴ وقت ہوتا، ابوالفضل اُس کا پانی بھرتا، خیام اُس کی چاکری کرتا، غالب اُس کا وظیفہ خوار ہوتا، انگریزی کا شیکسپیئر اور اردو کا ابوالکلام ہوتا، پھر نبوت کا دعویٰ کرتا تو کیا ہم اُسے نبی مان لیتے؟...... میں تو کہتا ہوں کہ اگر علیؓ دعویٰ کرتے کہ جسے تلوارِ حق نے دی اور بیٹی نبی نے دی، سیدنا ابوبکر صدیقؓ، سیدنا فاروقِ اعظمؓ اور سیدنا عثمان غنیؓ بھی دعویٰ کرتے تو کیا بخاری انھیں نبی مان لیتا؟ نہیں اور ہرگز نہیں...... میاں صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کائنات میں کوئی انسان ایسا نہیں جو تختِ نبوت پر سج سکے اور تاجِ امامت و رسالت جس کے سر پر ناز کرے۔

والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ سید المرسلین وخاتم الانبیاء۔“

(خطاب: امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ
ستمبر ۱۹۵۱ء، کراچی)

الحدیث

نورِ ہدایت

القرآن

"نہیں ہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ لیکن آپ اللہ کے رسول اور تمام انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں اور ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا۔"

(الاحزاب:۴۰)

"حضرت ابوہریرہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ میری مثال مجھ سے پہلے انبیاء کے ساتھ ایسی ہے جیسے کسی شخص نے گھر بنایا اور اس کو بہت عمدہ اور آراستہ و پیراستہ بنایا، مگر اس کے ایک گوشہ میں ایک اینٹ کی جگہ تعمیر سے چھوڑ دی، پس لوگ اُس کے دیکھنے کو جوق در جوق آتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ایک اینٹ بھی کیوں نہ رکھ دی گئی (تا کہ مکان کی تعمیر مکمل ہو جاتی) چنانچہ میں نے اس جگہ کو پُر کیا اور مجھ سے ہی قصرِ نبوت مکمل ہوا، اور میں ہی خاتم النبیین ہوں، (یا) مجھ پر تمام رُسل ختم کردیئے گئے۔" (بخاری و مسلم)

الآثار

دعوتِ فکر

"مرزائیوں کو میں دعوتِ فکر دیتا ہوں، وہ غور کریں اور اپنے مدعیٔ نبوت اور اس کے خاندان کی فرنگی نوازی دیکھیں کہ انگریز کا درباری نبی کس طرح ہندوستان میں انگریز افسروں کے دربار میں اپنی اور اپنے باپ دادا کی خدمات کی حوالے سے اس کا قرب حاصل کرنے کے لیے لجاجت، منت وسماجت اور سراپا حاجت بن کر یقین دہانیاں کراتا ہے۔ ظالم! تم نے اگر نبوت کا دعویٰ کر لیا تھا اور تم اپنے تئیں نبی بن ہی بیٹھے تھے تو کم از کم اس نام ومنصب کا وقار ہی قائم رکھا ہوتا اور فرنگی کی چوکھٹ پر جبہ سائی نہ کرتے۔ اپنی جبینِ نیاز کو عدو اللہ کی خاکِ نجس سے آلودہ نہ کرتے:

"اے روسیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا"

تجھ سے تو سابق کذاب ودجال مدعیانِ نبوت بہتر تھے جنھوں نے دعوائے نبوت کے بعد مسلمان بادشاہوں کے درباروں کی راہ تک نہ دیکھی۔ ان کا بھی ایک وقار تھا مگر تجھ سا بے حمیت تو خطۂ ارضی پر کوئی دوسرا نہیں۔"

خطاب: امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

(احرار تبلیغ کانفرنس قادیان، ۲۰/۱۲ اکتوبر ۱۹۳۴ء)

بانی: سید الاحرار حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

ثانی: ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

ماہنامہ نقیب ختم نبوت ملتان

جلد 19 شمارہ 6 جمادی الاوّل 1429ھ / جون 2008ء

Regd.M NO 32, I.S.S.N.1811-5411

ترتیب

دل کی بات:	قادیانی خلافت کا صد سالہ جشن	مدیر	2
شذرات:	قادیانی "خلافت" کا تازہ ترین تحفہ/گوجرانوالہ آئی کی پیشکش اور دینی طبقوں کے تحفظات	عبداللطیف خالد چیمہ	4
افکار:	جب تک ہم توبہ نہیں کرتے……	جاوید چودھری	6
شخصیت:	حضرت مولانا انظر شاہ کشمیری کی رحلت	سید محمد کفیل بخاری	9
الاقتباس:	علماء لدھیانہ کا مرزا قادیانی کے خلاف سب سے پہلا فتویٰ	ادارہ	13
شاعری:	حمد باری تعالیٰ (بنت امیر شریعت) نعت (سید ابوذر بخاری) نظمیں: سید ابوذر بخاری، علامہ اقبال، مولانا ظفر علی خان شورش کاشمیری، جانباز مرزا، سید عطاء المحسن بخاری		14
رد قادیانیت:	علامہ انور شاہ کشمیری، سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور فتنہ کا تعاقب	ادارہ	23
//	عقیدۂ ختم نبوت اور قادیانی	علامہ محمد انور شاہ کشمیری	24
//	قادیان میں احرار کا معرکہ (خطاب: احرار کانفرنس قادیان)	سید عطاء اللہ شاہ بخاری	27
//	احرار اور قادیانیت کا تعاقب (خطاب: ختم نبوت کانفرنس قادیان)	مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی	33
رد قادیانیت:	مسلمان مرزائیوں کے خلاف کیوں صف آراء ہیں؟	چودھری افضل حق	37
//	اقبال، عقیدۂ ختم نبوت اور قادیانیت	مرتب: سید عطاء المنان	38
//	مرزا قادیانی کا دعویٰ نبوت؟	سید عطاء المحسن بخاری	42
//	قادیانیوں کی درپردہ مہم	مولانا زاہد الراشدی	47
//	قادیانیوں کے صد سالہ جشن کی اصل حقیقت	مولانا مشتاق احمد چنیوٹی	50
//	قادیانیوں کا صد سالہ جشن…… (چوتھی قسط)	پروفیسر خالد شبیر احمد	55
//	مجلس احرار اسلام اور محاسبۂ قادیانیت (1931ء-1953ء)	ڈاکٹر محمد عمر فاروق	63
//	سر ظفر اللہ خان کے پاکستان پر "احسانات"	ڈاکٹر محمد عمر فاروق	84
//	مرزا جی کا بڑھاپا اور خالص عشق کا سیاپا	مولانا عنایت اللہ چشتی	87
//	مرزا قادیانی کے اوٹ پٹانگ الہام	محمد الیاس میراں پوری	94
//	جھوٹے دعوے داروں کی فہرست	انتخاب: علی مردان قریشی	96
//	چھوڑ دو تم……	شیخ راحیل احمد (جرمنی)	100
طنز و مزاح:	زبان میری ہے بات اُن کی	ساغر اقبالی	112
حسن انتقاد:	تبصرۂ کتب (سید محمد کفیل بخاری، شیخ عبدالغنی، مشتاق احمد چنیوٹی)		113

majlisahrar@hotmail.com
majlisahrar@yahoo.com
www.mahrar.com

اس شمارے کی قیمت -/30 روپے

زیر سرپرستی
حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ

ابن امیر شریعت حضرت مولانا
سید عطاء المہیمن بخاری

مدیر مسئول
سید محمد کفیل بخاری

معاون مدیر
شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی

رفقاء فکر
پروفیسر خالد شبیر احمد
عبداللطیف خالد چیمہ، سید یونس الحسنی
مولانا محمد مغیرہ، محمد عمر فاروق

آفس ایڈیٹر
محمد الیاس میراں پوری
ilyas_miranpuri@yahoo.com
ilyasmiranpuri@gmail.com

سرکولیشن منیجر
محمد یوسف شاد

زرِ تعاون سالانہ

اندرون ملک ــــــ -/200 روپے
بیرون ملک ــــــ -/1500 روپے
فی شمارہ ــــــ -/20 روپے

ترسیل زر بنام ماہنامہ نقیب ختم نبوت

100-5276-1

0278

رابطہ: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
061-4511961

تحریک تحفظ ختم نبوت کا ترجمان مجلس احرار اسلام پاکستان

مقام اشاعت: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان، ناشر: سید محمد کفیل بخاری، طابع: تشکیل نو پرنٹرز

Dar-e-Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan (Pakistan)

دل کی بات　　مدیر

قادیانی خلافت کا صد سالہ جشن؟

مرزائی گروہ کا بانی، جھوٹا مدعیٔ نبوت مرزا قادیانی ۲۶؍ مئی ۱۹۰۸ء کو آنجہانی ہوا۔ اس کے مرنے کی دیر تھی کہ نام نہاد قادیانی خلافت کا مکروہ سلسلہ شروع ہوگیا۔ دجل و تلبیس اور کفر وارتداد کا یہ گمراہ دھندہ حکیم نورالدین، مرزا بشیرالدین محمود، مرزا ناصر احمد اور مرزا طاہر احمد جیسے ابالسۂ عصر سے ہوتا ہوا مرزا مسرور تک آ پہنچا۔ یوں ۲۰۰۸ء میں اس ابلیسی چکر کے ۱۰۰ سال مکمل ہوگئے ہیں۔

انگریز ہندوستان پر قابض ہوئے تو اس کے غاصبانہ اقتدار کے لیے سب سے بڑا چیلنج اور سب سے بڑی مزاحمت مسلمان تھے۔ اس مزاحمت کو فرو کرنے کے لیے اُسے ایک ایسے ایجنٹ کی ضرورت تھی جو مسلمان کہلا کر نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرے، جہاد کو حرام قرار دے اور انگریزوں کو اولوالامر قرار دے کر اُن کی ناجائز اور جائز حکومت کی پشتیبانی کرے۔ چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی کی صورت میں ایک بدصورت اور بدکردار شخص اس خدمت کے لیے انھیں میسر آ گیا۔ یہ شخص انگریز حکمرانوں کے تملق، خوشامد اور قدم بوسی میں اپنی مثال آپ تھا۔ بزدل اور کمینہ تھا، اسلام کے خلاف سازشیں کرتا رہا اور انگریزی استعمار کے خلاف جہاد کرنے والے علماء اور عام مسلمانوں کی جاسوسی کرتا رہا۔ وہ برٹش ایمپائر کا آنریری مخبر تھا۔ وہ خود لکھتا ہے کہ اُس کے باپ اور دادا نے انگریزوں کی حمایت کی، اُس نے سترہ سال انگریزوں کی حمایت میں کتابیں لکھیں۔ اگر ان غلیظ تحریروں کو جمع کیا جائے تو مرزا کے بقول پچاس الماریاں بھر جائیں۔ اُس نے ''براہینِ احمدیہ'' کتاب لکھی، اُس کی پچاس جلدیں شائع کرنے کا اعلان کیا مگر اکیس سال میں پانچ جلدیں شائع کر کے پانچ اور پچاس میں ایک نقطے کا فرق ختم کر کے علم الحساب کا عالمی ریکارڈ توڑ دیا۔ اس کا پورا خاندان انگریزوں کا غلام بے دام بن گیا۔ اُس نے خود لکھا کہ وہ انگریزوں کا خود کاشتہ پودا ہے۔ اُس نے ملکہ وکٹوریہ کا قصیدہ لکھا، وہ افیون کھاتا، پلومر کی ٹانک وائن پیتا اور بدمست ہو کر غیر محرم عورتوں سے ٹانگیں دبواتا۔

سب سے پہلے علماء لدھیانہ نے اس پر کفر کا فتویٰ دیا، پھر ہندوستان بھر کے علماء نے اس کی تائید کی۔ وہ مرحلہ وار مجدد، مصلح، مہدی اور مسیح کے دعوے کرتا ہوا، شیطان کی طرح اُچھلتا، کودتا اور رقص کرتا ہوا معاذ اللہ، نبوت پر حملہ آور ہوگیا۔ علماء حق نے اس فتنے کا راستہ روکا اور مسلمانوں کو اس دھوکے سے خبردار کیا۔ الحمدللہ اُن کے خلوص بھری محنت اور ایمان و یقین کے نور سے منور جدوجہد کامیاب ہوئی۔ مرزا کے تمام دعوے غلط ثابت ہوئے، پیشین گوئیاں جھوٹی ہوئیں، وہ ذلیل ورسوا ہوا۔ توحید و ختم نبوت کا علَم بلند ہوا اور مرزا قادیانی علیہ ماعلیہ ۱۹۰۸ء لاہور میں عبرت ناک موت کے ذریعے جہنم واصل ہوا۔

مرزائی، مرزا کی موت کے سوسال مکمل ہونے پر آج صد سالہ جشن منا رہے ہیں۔ مرزا قادیانی کی طرح مرزائی بھی عجوبہ ہیں۔ اپنی ناکامیوں، نامرادیوں اور ذلت آمیز شکستوں اور عبرتناک انجام پر جشن؟

اندھوں کو اندھیرے میں بہت دور کی سوجھی

جشن تو مسلمانوں کو منانا چاہیے، جن کے اکابر مولانا محمد لدھیانوی، حضرت پیر مہر علی شاہ، مولانا ثناء اللہ امرتسری، علامہ انور شاہ کشمیری، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہم اللہ تعالیٰ اِن کے ہم عصر علماءِ حق اور ان کے بعد آج دن تک علماء اور دینی جماعتیں تحفظ ختم نبوت کے اس جہاد میں مسلسل کامیابیاں حاصل کرتے چلے آرہے ہیں۔

مجلس احرار اسلام واحد اور پہلی جماعت ہے جس نے حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے حکم پر، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کی دعاؤں اور سرپرستی میں فتنۂ قادیانیت کا جماعتی سطح پر عوامی محاسبہ کیا۔ احرار ۷۸ برس سے قادیانیوں کے تعاقب میں ہیں اور ۱۹۳۴ء، ۱۹۵۳ء، ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء کی چار تحاریک ختم نبوت کے ذریعے شاندار کامیابیاں حاصل کیں۔ قادیان سے چناب نگر تک قادیانیوں کی ذلت آمیز ناکامیوں اور شکستوں کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے۔ حتیٰ کہ ان کا چوتھا سربراہ مرزا طاہر مُلک چھوڑ کر فرار ہو گیا اور اپنی فکری جنم بھومی برطانیہ میں مردار ہوا۔ جب کہ پانچواں حاضر سربراہ مرزا مسرور بھی فرار ہو کر لندن میں مقیم ہے۔ پھر قادیانی کس کامیابی پر جشن منا رہے ہیں؟

حکمران سوچیں اور سمجھیں کہ قادیانیت پاکستان کے وجود کے لیے کینسر ہے۔ یہ پاکستان کے وسائل پر پلتے اور یہود و نصاریٰ کے مفادات کے تحفظ کے لیے کام کرتے ہیں۔ جس برتن میں کھاتے ہیں اُسی میں چھید کرتے ہیں۔ مرزا قادیانی سے لے کر مرزا مسرور تک سب انگریزی استعمار کی چاکری کرتے رہے، نصرانی حکمرانوں کے تلوے چاٹتے رہے، برٹش ایمپائر سے وفاداری کا دم بھرتے رہے۔ اسلام سے غداری کرتے رہے اور مسلمانوں کے دینی، سیاسی اور معاشی مفادات کا خون کرتے رہے۔

قادیانی آج پاکستان میں بھی وہی آموختہ دہرا رہے ہیں جو اِن کے بڑوں نے کیا تھا، وہ پاکستان میں رہ کر پاکستان کے نام پر کھا رہے ہیں اور پاکستان کی جڑیں کاٹ رہے ہیں۔ وہ پاکستان میں عجمی اسرائیل قائم کرنا چاہتے ہیں۔ وہ امریکی و برطانوی سامراج کے ایجنٹ ہیں۔ قادیانی وہ جونکیں ہیں جو مسلمانوں میں رہ کر مسلمانوں کا خون چوس رہے ہیں۔ وہ پاکستان کو ختم کر کے اکھنڈ بھارت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ کرۂ ارضی پر اِن سے بڑا منافق، دھوکے باز اور غدار کوئی نہیں۔

''نقیبِ ختم نبوت'' کی یہ خاص اشاعت اسی اجمال کی تفصیل اور غداریوں کی سرگزشت ہے۔

☆☆☆

قادیانی ''خلافت'' کا تازہ ترین تحفہ

عبداللطیف خالد چیمہ
سیکرٹری جنرل مجلس احرارِ اسلام پاکستان

یوں تو قادیانیوں کی پوری تاریخ دہشت گردی اور زیرزمین اسلام وملک دشمن کارروائیوں سے بھری ہوئی ہے اور مسلمانوں کے خون سے ان کے ہاتھ رنگے ہوئے ہیں لیکن تازہ ترین المناک واقعہ اس طرح ہے کہ ۱۴؍مئی ۲۰۰۸ء کو قبل از نماز عصر قائد آباد (ضلع خوشاب) کے ایک گاؤں ۳۹، ڈی بی تھانہ گنجیال میں عبدالرحمٰن نامی گیارہ سالہ معصوم بچہ مسجد سے تعلیم کے بعد باہر نکلا تو گاؤں ہی کے ایک مرزائی بچے ''راش'' سے تلخ کلامی ہوئی جس پر مرزائی کے والد وحید احمد نے عبدالرحمٰن کو اس طرح اٹھا کر مارا کہ وہ شہید ہوگیا۔

بچوں کی لڑائی کا بہانہ بنا کر گیارہ سالہ معصوم بچے کو ناحق قتل کرنے والے خونخوار قادیانی وحید احمد کے خلاف عبدالرحمٰن شہید کے والد گرامی رانا مختار احمد نے تھانہ گنجیال میں ایف آئی آر درج کروائی اور ملزم گرفتار ہوگیا۔

ضلع خوشاب ایٹمی تنصیبات کے حوالے سے بھی ایک اہم مقام ہے اور ضلع بھر میں قادیانیوں کی سرگرمیاں انتہائی قابل اعتراض ہیں، وہ علانیہ ارتداد پھیلا رہے ہیں اور ڈی پی او خوشاب ابوبکر خدا بخش سکہ بند قادیانی ہے جو پس پردہ قادیانیوں کو تحفظ فراہم کر رہا ہے۔

ایک طرف قادیانی گروہ اپنی خود ساختہ اور نام نہاد ''خلافت'' کا ڈھونگ رچا رہا ہے اور دوسری طرف معصوم مسلمان بچے کے خونِ بے گناہی سے ہاتھ رنگے جا رہے ہیں۔ یہ سطور لکھتے وقت، میں خود مولانا محمد مغیرہ صاحب اور دیگر ساتھیوں کے ہمراہ ضلع خوشاب کے سفر پر ہوں اور مقصد اکلوتے بیٹے عبدالرحمٰن کی تعزیت، حالات کا براہِ راست جائزہ اور محترم اطہر شاہ صاحب اور ان کے رفقاء کرام جو اس مقدمہ کی پیروی میں سرگرم کردار ادا کر رہے ہیں، کے ساتھ ہم آہنگی ہے۔

ان سطور کے ذریعے ہم واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ قادیانی اور قادیانی نواز لابی اگر اس شہید بچے کے قتل کے مقدمہ پر اثر انداز ہوئی تو اس سے علاقے میں کشیدگی جنم لے گی جس کی تمام تر ذمہ داری قادیانیوں اور سرکاری انتظامیہ پر عائد ہوگی۔ سرکاری انتظامیہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی غیر جانبداری کو یقینی بنائے اور وہ نظر بھی آئے۔

مجوزہ آئینی پیکیج اور دینی حلقوں کے تحفظات:

نیا آئینی پیکیج آچکا ہے اور آنے والے دنوں میں کچھ معلوم نہیں کہ کیا بنتا ہے؟ لیکن آئینی پیکیج پر دینی حلقوں کے تحفظات ہیں جو بہت واضح ہیں کہ مکمل متن کے ساتھ اس کی تفصیلات پریس کو جاری کی جائیں تا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ سیکولر قوتوں اور قادیانیوں سمیت ایک عرصہ سے ایسی قوتیں جو دستور کی اسلامی دفعات خصوصاً تحفظ ختم نبوت کے قانون کو غیر مؤثر اور ختم کرنے کے درپے ہیں، کا خفیہ ہاتھ اپنا کام بلکہ وارنہ کر جائے۔ اس صورت حال پر ممتاز دینی سکالر اور پاکستان شریعت کونسل کے سیکرٹری جنرل شیخ الحدیث مولانا زاہد الراشدی نے ۲۵ رمئی ۲۰۰۸ء کو جامع مسجد احرار چناب نگر میں ''محاسبۂ قادیانیت سیمینار'' سے خطاب کرتے ہوئے تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ ہم ان سطور کے ذریعے تمام دینی وسیاسی حلقوں خصوصاً تحفظ ختم نبوت کے محاذ پر کام کرنے والی جماعتوں سے درخواست کریں گے کہ وہ نئے آئینی پیکیج کا بادی النظر میں بھی مطالبہ کریں اور بغیر تحفظات کے قوم کو حقیقی صورتحال سے آگاہ فرمانے کی ذمہ داری نبھائیں۔

پاکستان، قادیانی اور بھٹو مرحوم

احمدی مسئلہ! یہ ایک مسئلہ تھا جس پر بھٹو صاحب نے کئی بار کچھ نہ کچھ کہا۔

ایک دفعہ کہنے لگے: رفیع! یہ لوگ چاہتے ہیں کہ ہم ان کو پاکستان میں وہ مرتبہ دیں جو یہودیوں کو امریکہ میں حاصل ہے۔ یعنی ہماری ہر پالیسی ان کی مرضی کے مطابق چلے۔

ایک بار انھوں نے کہا کہ قومی اسمبلی نے ان کو غیر مسلم قرار دے دیا ہے۔ اس میں میرا کیا قصور ہے؟

ایک دن اچانک مجھ سے پوچھا کہ کرنل رفیع الدین! کیا احمدی آج کل یہ کہہ رہے ہیں کہ میری موجودہ مصیبتیں ان کے خلیفہ کی بد دعا کا نتیجہ ہیں کہ میں کال کوٹھڑی میں پڑا ہوں۔

ایک مرتبہ کہنے لگے کہ بھئی اگر ان کے اعتقاد کو دیکھا جائے تو وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی نہیں مانتے اور اگر وہ مجھے اپنے آپ کو غیر مسلم قرار دینے کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں تو کوئی بات نہیں پھر کہنے لگے: میں تو بڑا گناہ گار ہوں اور کیا معلوم کہ میرا یہ عمل ہی میرے گناہوں کی تلافی کر جائے اور اللہ تعالیٰ میرے تمام گناہ اس نیک عمل کی بدولت معاف کر دے۔

بھٹو صاحب کی باتوں سے میں یہ اندازہ لگایا کرتا تھا کہ شاید انھیں گناہ وغیرہ کا کوئی خاص احساس نہ تھا لیکن اس دن مجھے معلوم ہوا کہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔'' (''بھٹو کے آخری ۳۲۳ دن''، از کرنل رفیع الدین)

جب تک ہم توبہ نہیں کرتے......

جاوید چودھری

چند دن پہلے ایک باریش بزرگ میرے پاس تشریف لائے اور چپ چاپ میرے سامنے بیٹھ گئے، اُن کی آنکھوں سے پریشانی، اُداسی اور مایوسی جھلک رہی تھی۔ میں نے ان سے پریشانی کا سبب پوچھا تو انھوں نے ایک سرد آہ بھری اور رک رک کر بولے ''گزشتہ برس حکومت نے لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے خلاف آپریشن شروع کیا تھا'' میں خاموشی سے سننے لگا، وہ بولے ''اس آپریشن کے دوران حکومت نے پہلے جامعہ پر فائرنگ کی پھر گولے پھینکے اور اس کے بعد چند موذی کیمیکلز اور گیسیں استعمال کی تھیں جن کے باعث ہزاروں بچیاں نہ صرف شہید ہوگئیں بلکہ ان کی نعشیں بھی شناخت کے قابل نہیں رہی تھیں۔'' وہ رکے اور دم لے کر دوبارہ بولے ''حکومت نے ان تمام نعشوں کو چپ چاپ اسلام آباد میں دفن کر دیا تھا، ان بچیوں میں میری بچی بھی شامل تھی۔ میں روز مانسہرہ سے اسلام آباد آتا ہوں، قبرستان جاتا ہوں اور ایک ایک کر کے تمام قبروں پر فاتحہ پڑھتا ہوں۔ میں سوچتا ہوں شاید یہ قبر میری بیٹی کی ہو یا پھر وہ قبر ہو یا پھر آخری قبر میں میری بیٹی سو رہی ہو'' وہ رُکے اور دوبارہ بولے ''میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش ہے کوئی شخص مجھے میری بیٹی کی قبر کی نشاندہی کر دے لیکن افسوس اس زندہ شہر میں کوئی ایسا شخص موجود نہیں جو میری یہ خواہش پوری کر دے۔'' باباجی کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔ میں نے باباجی سے عرض کیا ''میں آپ کا دکھ سمجھ سکتا ہوں، میں آپ کے درد میں شریک ہو سکتا ہوں، میں آپ کو تسلی کے چند بول بھی دے سکتا ہوں، لیکن آپ کی بیٹی......'' میں فقرہ ادھورا چھوڑ کر خاموش ہو گیا۔ باباجی کی آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ میرے دل پر گرنے لگے۔ انھوں نے کندھے سے چادر کا پلو کھینچا، آنکھوں کو صاف کیا، ہاتھ میری طرف بڑھایا، ایک غم ناک آہ بھری اور بوجھل قدموں سے میرے دفتر سے باہر نکل گئے۔ باباجی چلے گئے، پیچھے میں تھا اور باباجی کے آنسو اور آہیں تھیں، میں سوچنے لگا کہیں یہ آنسو اور یہ آہیں اس ملک کے تمام مسائل کی بنیاد تو نہیں، کہیں یہ دکھے دل اور یہ زخمی سانسیں اس ملک کے بحرانوں کا اصل سبب تو نہیں ہیں۔

میں سوچنے لگا، اللہ تعالیٰ نے اس ملک میں رزق کیوں کم کر دیا اور اس نے بجلی، گیس، پانی اور تیل کیوں اٹھا لیا، میری سوچیں وسیع ہوتی چلی گئیں اور مجھے بچپن میں پڑھا ہوا ایک واقعہ یاد آ گیا۔ ہزاروں سال پہلے یہودیوں کی کسی بستی میں قحط پڑ گیا، بستی کی ساری زمینیں بنجر ہوگئیں، سارے جانور ایک ایک کر کے مر گئے، سارے درخت سوکھ گئے اور انسان

انسان کو کاٹ کر کھانے لگا۔ بستی کے لوگوں نے گڑ گڑا کر اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعائیں کیں لیکن بارش نہ ہوئی۔ لوگوں نے دوسری بستیوں سے غلہ منگوایا لیکن اس غلے کو کیڑا لگ گیا، لوگوں نے نقل مکانی شروع کی تو انھیں کوڑھ کا مرض لاحق ہو گیا اور دوسری بستی کے لوگوں نے انھیں قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ بستی کے لوگ گلیوں اور بازاروں میں بیٹھ کر موت کا انتظار کرنے لگے لیکن یوں محسوس ہوتا تھا جیسے موت بھی ان لوگوں سے روٹھ گئی ہو، قحط کے اس دور میں کسی نے مشورہ دیا ''فلاں گاؤں میں اللہ کا نبی رہتا ہے، چلو چل کر اس سے دعا کراتے ہیں۔'' بستی کے لوگ نبی کے پاس حاضر ہوئے اور ان کے سامنے گڑ گڑانے لگے، نبی کو ان پر ترس آ گیا اور انھوں نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیئے، ابھی نبی نے دعا شروع نہیں کی تھی کہ ان پر وحی نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا'' آپ ان بدبختوں سے کہیں ان کی بستی میں میرا ایک مقرب بندہ رہتا ہے اور انھوں نے دو سال سے اس کا حقہ پانی بند کر رکھا ہے اور یہ کیسے ہو سکتا ہے میرا بندہ بھوکا اور پیاسا رہے اور میں ان لوگوں کے دستر خوان آباد رکھوں۔ ان سے کہہ دیجیے جب تک میرے بندے کو روٹی، پانی اور دوا نہیں ملے گی اس وقت تک کوئی دعا، کوئی عبادت اور کوئی ترکیب ان کے کام نہیں آئے گی۔'' بستی کے لوگ واپس گئے، انھوں نے اللہ کے مقرب بندے سے معافی مانگی اور اسی شام بارش شروع ہو گئی، اس بستی کا قحط ختم ہو گیا۔

ہم لوگ مسلمان ہیں اور ہمارا ایمان ہے کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے سکھی، مطمئن، خوشحال اور پرسکون نہیں رہ سکتا اور ہم لوگ لمحۂ موجود میں انتہائی بے سکون، بدحال، غیر مطمئن اور ٹینس ہیں؟ سوال پیدا ہوتا ہے کیوں؟ اس کیوں کی کوکھ میں بابا جی جیسے سینکڑوں لوگوں کے آنسو، آہیں اور درد چھپا ہے اور جب سے وہ بزرگ میرے پاس سے اٹھ کر گئے ہیں، مجھے محسوس ہوتا ہے ہمارے ان تمام مسائل کی وجوہات لال مسجد اور مدرسہ حفصہ میں پیوست ہیں۔ حکومت نے ۳ر جولائی ۲۰۰۷ء کو اسلام آباد کی لال مسجد اور اس سے ملحقہ دار العلوم حفصہ کا گھیراؤ کیا تھا، اس مدرسے میں یتیم بچیاں دینی تعلیم حاصل کرتی تھیں، ۳ سے ۱۰ر جولائی تک اس جگہ انتہا درجے کا ظلم ہوا، جس میں سرکاری اعداد و شمار کے مطابق تین سے چار سو اور غیر سرکاری اندازے کے مطابق ایک ہزار بچیاں شہید ہو گئیں۔ یہ ایک ایسا اقدام تھا جسے آج پرانی حکومت کے عہدیدار بھی ظلم قرار دے رہے ہیں۔ چوہدری شجاعت حسین سے لے کر ڈاکٹر شیر افگن تک ماضی کے تمام حکمران اس اقدام کی مذمت کر چکے ہیں۔ لہٰذا مجھے محسوس ہوتا ہے، ہو سکتا ہے اس ظلم سے اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ناراض ہو گیا ہو اور ہمارے موجودہ حالات کی خرابی کی وجہ اللہ تعالیٰ کی یہ ناراضی ہو۔ آپ خود فیصلہ کیجیے، حکومت نے لال مسجد اور مدرسہ حفصہ کی بجلی کاٹ دی تھی، آج پورے ملک کی بجلی بند ہے۔ حکومت نے یتیم بچیوں کی خوراک کی سپلائی روک دی تھی، آج پورے ملک سے آٹا غائب ہے۔ حکومت نے لال مسجد کا پانی بند کیا تھا، آج ہمارے سارے ڈیم، سارے دریا اور ساری نہریں سوکھ چکی ہیں۔ حکومت نے مسجد کے گرد کرفیو لگایا تھا، آج پورا ملک صدر مشرف کی ایمرجنسی کے نتائج بھگت رہا ہے۔ عدالتوں نے مدرسے کی یتیم بچیوں کو انصاف نہیں دیا تھا، آج پاکستان کا پورا عدالتی نظام ایڑیاں رگڑ رہا ہے۔ حکومت نے مدرسے کا پٹرول

ٹینک اڑادیا تھا، آج پورا ملک پٹرول کے شدید بحران میں مبتلا ہے۔ حکومت نے شہید بچیوں کے لواحقین کو احتجاج نہیں کرنے دیا تھا، آج پورے ملک میں احتجاج ہو رہے ہیں۔ مدرسے کے اندر شہید بچیوں کی نعشیں جلادی گئی تھیں، آج ملک میں لوگوں پر پٹرول چھڑک کر آگ لگا رہے ہیں۔ حکومت نے اس ایشو سے امریکہ سے ڈالر لیے تھے، آج ہمارا روپیہ ڈی ویلیو ہوتا چلا جا رہا ہے اور حکومت نے اس ظلم کے لیے فوج اور رینجرز کو استعمال کیا تھا، آج فوج کے تمام اعلیٰ افسر اور سنٹرز خود کش حملوں کا ٹارگٹ ہیں۔

ہم تھوڑا سا مزید آگے چلتے ہیں۔ یہ آپریشن صدر پرویز مشرف نے کرایا تھا، آج اس ملک میں صدر پرویز مشرف کی کیا پوزیشن ہے؟ اس آپریشن کی تحریری اجازت شوکت عزیز نے دی تھی، آج وہ شوکت عزیز کہاں ہے؟ اس آپریشن کے دوران مسلم لیگ ق کی حکومت تھی، آج وہ مسلم لیگ ق کہاں ہے؟ پاکستان پیپلز پارٹی کی قائد محترمہ بے نظیر بھٹو نے اس آپریشن کے حق میں بیان دیا تھا، محترمہ کتنی بڑی ٹریجڈی کا شکار ہوئیں۔ مولانا فضل الرحمٰن اور ایم ایم اے نے یہ آپریشن رکوانے کی کوشش نہیں کی، آج ایم ایم اے اور مولانا فضل الرحمٰن کی کیا پوزیشن ہے اور مسلم لیگ ن کے قائد میاں نواز شریف نے مدرسہ کی بچیوں کی کھل کر حمایت نہیں کی تھی، قدرت نے انھیں بھی کھل کر حکومت نہیں دی۔ میں دعویٰ نہیں کرتا کہ میرا یہ تھیسس سو فیصد درست ہے، لیکن اس کے باوجود ہم اللہ تعالیٰ کی ناراضی کے امکان کو رد نہیں کر سکتے۔ چنانچہ میرا خیال ہے ہمیں اللہ تعالیٰ سے فوراً معافی مانگنی چاہیے اور توبہ کرنی چاہیے ورنہ ہمارے مسائل میں اسی طرح اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔

میرا خیال ہے اللہ تعالیٰ نے اس ملک کے حصے کی تمام نعمتیں مدرسہ حفصہ کی بچیوں کی قبروں میں دفن کر دی ہیں اور جب تک ہم توبہ نہیں کرتے، ہم اللہ تعالیٰ کو نہیں مناتے ہمیں یہ ساری نعمتیں واپس نہیں ملیں گی، ہم اس وقت تک آٹے، بجلی اور پانی کو ترستے رہیں گے۔ (مطبوعہ: روزنامہ ''ایکسپریس'' ۲۳ مئی ۲۰۰۸ء)

☆☆☆

جناب سید منیر احمد شاہ مجلس احرار اسلام جرمنی کے امیر مقرر

مجلس احرار اسلام جرمنی کے احباب سے ضروری مشورہ کے بعد تنظیمی امور خصوصاً تحفظ ختم نبوت کے کام کو منظّم کرنے کے لیے جناب سید منیر احمد شاہ کو جرمنی میں مجلس احرار اسلام کا امیر مقرر کیا گیا ہے۔ جب کہ جناب شیخ راحیل احمد، سید منیر احمد شاہ کی ضروری معاونت کریں گے۔

حضرت مولانا انظر شاہ کشمیری کی رحلت

سید محمد کفیل بخاری

محدثِ کبیر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری قدس سرہٗ کے فرزند و جانشین شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا محمد انظر شاہ کشمیری بھی رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

قحط الرجال کے اس دور میں حضرت انظر شاہ صاحب کی رحلت دینی و علمی حلقوں کے لیے گہرا صدمہ ہے۔ اُن کی جدائی کو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس عالی نسبت شخصیت کو جامع الصفات بنایا تھا۔ وہ اپنے عظیم والد ماجد کی مسندِ علم و تقویٰ کے وارث تھے اور انھوں نے ''دانش کدۂ انوری'' کو پوری آن اور شان کے ساتھ آباد و شاد رکھا۔ علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے علمی و روحانی فیض کی جھلک اور چمک ان کی صورت اور سیرت میں نمایاں تھی۔ مولانا انظر شاہ کشمیری رحمہ اللہ علماءِ حق کی روایات کے امین، قافلۂ حریت کے پاسبان، دینی مدارس اور دینی و قومی تحریکات کے سرپرست و محسن تھے۔ اُن کے انتقال سے یوں تو مسلک علماءِ دیوبند سے وابستہ تمام حلقے غمزدہ ہیں لیکن مجلس احرار اسلام ہند اور پاکستان کی قیادت اور کارکنان کے لیے خاص طور پر یہ بہت گہرا صدمہ ہے۔ مولانا انظر شاہ صاحب رحمہ اللہ مجلس احرار اسلام ہند کے سرپرست بھی تھے۔ اور یہ نسبت انھوں نے اپنے والد ماجد رحمہ اللہ کی اتباع میں اختیار کی تھی۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مجلس احرار اسلام کے قیام (۱۹۲۹ء) کے پس منظر میں حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری کی تحریک و تجویز اور مکمل سرپرستی و رہنمائی تھی۔ مولانا انظر شاہؒ کے بقول:

> ''وہ قادیانیت کو اسلام کے خلاف سب سے بڑا اور خطرناک فتنہ سمجھتے تھے۔ اس فتنے کی سرکوبی اور محاسبہ واستیصال کے لیے انھوں نے پوری طاقت سے مجلس احرار اسلام کو کھڑا کیا۔ ۱۹۳۰ء میں حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کے ہاں انجمن خدام الدین کے سالانہ جلسۂ لاہور میں حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کو ''امیر شریعت'' منتخب کیا اور تحفظ ختم نبوت کے لیے پانچ سو علماء سمیت حضرت بخاری کے ہاتھ پر بیعت کی۔ پھر حضرت امیر شریعت اور اُن کی جماعت مجلس احرار اسلام ۱۹۳۴ء میں قادیان میں داخل ہوئی اور فتنۂ قادیانیت کے تار و پود بکھیر کر رکھ دیئے۔''

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن (اموی قرشی) نے اپنے شاگردوں میں علمی اور تحریکی صفات پیدا کر کے انھیں قیادت و سیادت کا اہل بنایا اور فخر کے ساتھ انھیں قوم کے سامنے پیش کیا۔ شیخ الہند کے اکثر شاگرد اپنے اپنے شعبوں میں

پاک و ہند میں معروف ہوئے اور انھوں نے ہر محاذ پر دینِ حق کے تحفظ و استحکام کے لیے جہاد کا حق ادا کیا۔ حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ بھی شیخ الہند کی عظیم الشان نشانیوں میں سے ایک منفرد اور باکمال نشانی تھے۔ حسنِ اتفاق سے علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد بھی رتبۂ کمال پر پہنچے۔ حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اُن کے باقاعدہ شاگرد تو نہ تھے مگر اُن سے علمی و روحانی فیض جس ذوق و شوق اور خلوص سے حاصل کیا وہ بے مثال ہے۔ حضرت انور شاہ کشمیریؒ نے انھیں عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور فتنۂ قادیانیت کے تعاقب کے لیے باقاعدہ چنا اور تازیست اُن کی سرپرستی فرمائی۔ رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمہ اللہ بھی ''آستانۂ انوری'' کے فیض یافتہ تھے۔ انگریزی استعمار اور قادیانیت کے خلاف اُن کے ایمانی جذبات کو چنگاری سے شعلۂ جوالہ بنانے میں حضرت انور شاہ کی تربیت و توجہ کارفرما تھی۔

مولانا انظر شاہ کشمیری ۱۹۸۰ء کے عشرہ میں پاکستان تشریف لائے اور جامعہ خیر المدارس ملتان کی جامع مسجد میں عشاء کی نماز کے بعد انھوں نے خطاب فرمایا۔ اسی موقع پر پہلی بار مجھے اُن کی زیارت کرنے اور خطاب سننے کی سعادت حاصل ہوئی۔ چہرے پر خشونت کی بجائے بشاشت تھی اور دورانِ گفتگو مستقل مسکراہٹ اُن کے لبوں کی زینت تھی۔ آنکھیں شرم و حیا کے نشہ سے مخمور اور جرأت ایمانی کے نور سے منور، ایک تقریرِ مسلسل، تصنع اور تکلف سے مُبرّا، ہر طرح سے مربوط و مکمل، قرآن کی تفسیر، حدیث کی تشریح، فقہی جزئیات، برجستہ اشعار، برمحل ضرب الامثال، لطائف و ظرائف اور بذلہ سنجی سے مزیّن، اکابر کے ایمان افروز واقعات، پند و نصائح کا بحرِ موّاج، اردو ادب کے خوبصورت اور مختصر شاہکار جملوں سے مرصع و مسجع اک تقریرِ دل پذیر تھی جس نے سامعین کو پوری طرح اپنی گرفت میں لے کر مسحور کر رکھا تھا۔ انھیں دیکھ کر اور اُن کی تقریر سن کر سوچتا رہا کہ بیٹا ایسا ہے تو اُن کے والد علامہ انور شاہ کیسے ہوں گے، جن سے علماء تو متاثر تھے ہی مگر جدید تعلیم یافتہ طبقہ اور اُن کے سرخیل علامہ اقبال بھی اُن کے علم و فضل اور تقویٰ کے گرویدہ و معترف تھے۔ یہ انور شاہ ہی تھے جن کی نگاہِ برق صفت کی اِک تجلّی نے اقبال کے دل کی دنیا بدل ڈالی اور فکر و نظر کو صراطِ مستقیم پر گامزن کر دیا۔ قادیانیت کے بارے میں اقبال کے نقطۂ نظر میں تبدیلی حضرت انور شاہ کا ہی فیض تھا۔ اقبالؔ نے اِنھی کے بارے میں کہا تھا:

نگاہِ مردِ مؤمن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

مولانا انظر شاہ کشمیری پاکستان کے دورہ میں جتنی مرتبہ ملتان تشریف لائے تو حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے فرزندوں سے ملنے کے لیے خاص طور پر وقت نکال کر اُن کے ہاں تشریف لائے۔ حضرت امیر شریعتؒ کے بڑے فرزند حضرت مولانا سید ابوذر بخاری رحمہ اللہ تو اپنے ابا جی کے گھر میں رہائش پذیر رہے اور دوسرے فرزند مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ کچھ فاصلے پر دارِ بنی ہاشم میں مقیم تھے۔ مجھے یاد ہے کہ مولانا انظر شاہ رحمہ اللہ دونوں گھروں میں تشریف لائے۔ دو تین برس قبل وہ جامعہ خیر المدارس کے سالانہ جلسے میں تشریف لائے تو حضرت مولانا محمد سالم قاسمی مدظلہ بھی اُن کے ہمراہ تھے۔ چنانچہ دونوں حضرات دارِ بنی ہاشم میں تشریف لائے۔ ابن امیر شریعت حضرت

پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ نے اُن کا استقبال کیا۔ دونوں بزرگوں نے علماء، طلباء اور عوام سے خطاب کیا۔ عصر سے مغرب تک وقت ہی کتنا ہوتا ہے لیکن کمال یہ ہے کہ نصف نصف گھنٹے کے خطاب میں دونوں بزرگوں نے علم و عرفان کی بارش کردی۔ مولانا انظر شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی تقریر میں احراری خطابت کی تمام صفات بدرجۂ اتم موجود تھیں۔ تاریخ و سیاست، اکابر علماءِ حق کی جدوجہد، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ اور اکابر احرار کا فتنۂ قادیانیت کے خلاف مجاہدانہ کردار اور حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی طرف سے ان حضرات کی سرپرستی کے حوالے سے ایک زبردست تقریر تھی جس کی گونج آج بھی کانوں سے ٹکرا رہی ہے۔

جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابوذر بخاری رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ابا جی نے نصیحت فرمائی تھی کہ: ''بیٹا! حضرت شاہ صاحب اور ان کے خاندان کو ہمیشہ اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا۔ حضرت انور شاہ اور اُن کا خاندان ہمارے محسن ہیں۔'' فرماتے: الحمدللہ تب سے حضرت شاہ صاحب اور ان کا خاندان میری دعاؤں میں شامل ہے۔ مولانا انظر شاہ کشمیری ہمارے لیے تو نجیب الطرفین تھے یعنی حضرت انور شاہ صاحب کے فرزند اور حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری کے مرید۔ حضرت امیر شریعت اور ان کی جماعت مجلس احرار اسلام پر ان دونوں بزرگوں کی بے پناہ شفقت تھی۔ احرار کی تقریباً تمام قیادت حضرت رائے پوری سے بیعت تھی۔ احرار حلقے انھیں ''مرشدِ احرار'' کے لقب سے یاد کرتے تھے۔

مولانا انظر شاہ صاحبؒ کے انتقال کی خبر میرے چھوٹے بھائی پروفیسر سید محمد ذوالکفل بخاری نے سعودی عرب سے فون پر دی۔ میں نے فوری طور پر مجلس احرار اسلام ہند کے امیر مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی (ثانی) کو لدھیانہ فون کر کے احوال معلوم کیے۔ اُن سے اور مولانا محمد عثمان لدھیانوی سے تعزیت کی اور حضرت مولانا انظر شاہ صاحب کے فرزند مولانا احمد خضر شاہ صاحب مدظلہ کا رابطہ نمبر معلوم کیا۔ کچھ دیر بعد اُن سے رابطہ ہوا تو انھوں نے کمال صبر اور حوصلے کے ساتھ حضرت انظر شاہ صاحب کے حالات بھی بتلائے اور ہماری تعزیت بھی قبول فرمائی۔

مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر ابن امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ نے مولانا احمد خضر شاہ صاحب سے تعزیت کرتے ہوئے فرمایا:

> ''حضرت علامہ انور شاہ صاحب رحمہ اللہ اور آپ کا پورا خاندان مجلس احرار اسلام اور خاندانِ امیر شریعت کے محسن ہیں۔ آپ کے دادا جان اور آپ کے والد ماجد نے ہم فقیروں کے سر پر ہاتھ رکھا اور بے پناہ احسانات فرمائے۔ مولانا انظر شاہؒ اپنے علم و فضل میں باکمال اور حضرت انور شاہ کی صفاتِ علمیہ و روحانیہ کا پرتو تھے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرمائے اور اعلیٰ علّیین میں مقام عطاء فرمائے۔ (آمین)''

مولانا انظر شاہ کشمیری ۱۴؍ شعبان ۱۳۴۷ھ شب برات مطابق ۱۹۲۷ء کو دیوبند پیدا ہوئے۔ اُن دنوں حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ جمعیت علماء ہند کے اجلاس میں شرکت کے لیے پشاور آئے ہوئے تھے۔ دیوبند واپسی پر بیٹے کی

ولادت کی خوشخبری ملی۔ اوّل تا آخر تمام تعلیم دارالعلوم دیوبند میں حاصل کی اور ۱۹۵۳ء میں دورۂ حدیث کی تکمیل کی سند ملی۔ نیز پنجاب یونیورسٹی سے ایف اے، عربی فاضل، ادیب فاضل کے امتحانات بھی پاس کیے۔ آپ کے اساتذہ میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، شیخ الادیب حضرت مولانا اعزاز علی، حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاوی، حضرت مولانا ظہور احمد دیوبندی اور حضرت مولانا سید حسن دیوبندی شامل ہیں۔ پہلے حضرت مدنی سے بیعت ہوئے، اُن کے انتقال کے بعد حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری کی بیعت کی اور آخری دور میں حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم سے بیعت ہوئے۔ حضرت خواجہ صاحب مدظلہ نے خلافت بھی عطاء فرمائی۔ دارالعلوم دیوبند میں ۱۹۵۴ء سے ۱۹۸۱ء تک تدریس کے فرائض انجام دیئے اور حضرت قاری محمد طیب قاسمی رحمہ اللہ کے معتمد خاص ہونے کے ساتھ ساتھ ناظم تعلیمات بھی رہے۔ ۱۹۸۱ء میں دارالعلوم جدید (وقف) قائم ہوا تو اس میں تدریس شروع کر دی۔ دارالعلوم وقف میں آپ استاذ تفسیر وحدیث اور نائب ناظم تعلیمات تھے۔ زندگی کے اختتام تک یہیں تدریس فرماتے رہے۔ آپ نے ۵۷ سال تفسیر، حدیث اور فقہ پڑھائی۔ آپ کے شاگردوں کی تعداد سینکڑوں میں ہے۔ آپ کی تصانیف درجن سے زیادہ ہیں۔ جن میں عربی تفاسیر کے تراجم اور حواشی، سوانح حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ، لولوئے لالہ (آپ بیتی) اور حیات سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہما السلام معروف ہیں۔ ابتدائی عمر میں شاعری بھی کی لیکن پھر ترک کر دی۔ ''یورشؔ'' تخلص کرتے۔ آپ کا شعری ذوق بہت بلند تھا۔ اساتذہ کے سینکڑوں اشعار ازبر تھے۔ بھائیوں میں آپ سب سے چھوٹے اور تیسرے نمبر پر تھے۔ سب سے بڑے بھائی مولانا محمد ازہر شاہ صاحب رحمہ اللہ تھے۔ عالم، ادیب، صحافی اور شاعر تھے۔ ماہنامہ ''طیب'' دیوبند سے نکالتے رہے۔ متعدد کتابیں تصنیف کیں۔ شخصیات کے تذکرہ پر مشتمل ''یادگارِ زمانہ ہیں یہ لوگ'' معروف کتاب ہے۔ دوسرے بھائی مولانا محمد اکبر شاہ صاحب رحمہ اللہ تھے جو دورانِ تعلیم، دارالعلوم دیوبند میں ۱۸ سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔

آپ کے اکلوتے فرزند و جانشین مولانا احمد خضر شاہ صاحب دارالعلوم دیوبند کے فاضل ہیں اور چھ بیٹیاں ہیں۔ آپ مجلس احرار اسلام ہند کے سرپرست تھے اور تحفظ ختم نبوت کے مشن میں پوری توانائی کے ساتھ جدوجہد میں مصروف تھے۔ ہندوستان میں فتنۂ قادیانیت کی بیخ کنی اور محاسبہ وتعاقب کے لیے مجلس احرار اسلام کو منظّم کیا۔ اس باب میں آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ وہ گزشتہ چند ماہ سے شدید علیل تھے۔ انھوں نے ۱۹ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۶ اپریل ۲۰۰۸ء بروز ہفتہ ۱۱ بجے دن گنگا رام ہسپتال دہلی میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ اسی روز بعد نماز عشاء دارالعلوم میں حضرت مولانا محمد سالم قاسمی مدظلہ نے اپنے رفیق اور معتمد کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ پچاس ہزار افراد جنازہ میں شریک ہوئے اور ۱۲ بجے شب تاریخی قبرستان دارالعلوم دیوبند میں اپنے عظیم والد ماجد علامہ محمد انور شاہ کشمیری قدس سرہٗ کے دائیں پہلو میں آسودۂ خاک ہوئے۔

حق تعالیٰ آپ کے مرقد پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے اور حسنات قبول فرما کر اعلیٰ علیین میں جگہ عطاء فرمائے۔ (آمین)

ادارہ

علماء لدھیانہ کا مرزا قادیانی کے خلاف سب سے پہلا فتویٰ کفر

مرزا غلام قادیانی نے شہر لدھیانہ میں آ کر ۱۳۰۱ھ میں دعویٰ کیا کہ ''میں مجدد ہوں'' چنانچہ جس روز مرزا قادیانی شہر لدھیانہ میں وارد ہوا تھا، راقم الحروف محمد عفی عنہ، مولوی عبداللہ صاحب اور مولوی اسماعیل صاحب نے ''براہینِ احمدیہ'' (مرزا قادیانی کی کتاب) کو دیکھا تو اس میں کلماتِ کفریہ کے انبار در انبار پائے گئے۔

یہ شخص مجدد نہیں بلکہ زندیق اور ملحد ہے۔ مدعیٔ نبوت کے کافر ہونے میں کوئی شک نہیں۔ یہ شخص بحکم مرتد ہے۔ اس سے کوئی اسلامی معاملہ اور رشتہ ناتا کرنا جائز نہیں۔ اس کے عقائد کو تسلیم کرنے والا بھی مرتد ہو جاوے گا۔

محمد لدھیانوی عفی عنہ (۱)

عبداللہ لدھیانوی، عبدالعزیز لدھیانوی

(فتاویٰ قادریہ)

(۱) حضرت مولانا محمد لدھیانویؒ، رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمہ اللہ کے دادا تھے اور حضرت مولانا عبداللہ لدھیانوی اور حضرت مولانا عبدالعزیز لدھیانوی رحمہم اللہ ان کے بھائی تھے۔ تینوں بھائیوں نے مرزا قادیانی کے کفریہ عقائد پر سب سے پہلے کفر کا فتویٰ صادر کیا۔ بعد میں علماء دیوبند اور دیگر علماء اس طرف متوجہ ہوئے اور اس فتویٰ کی تصدیق میں انھوں نے بھی کفر و ارتداد کے فتاویٰ جاری کیے۔ (ادارہ)

☆☆☆

التجاء

(حمد باری تعالیٰ)

بنتِ امیر شریعت سیدہ اُمّ کفیل مدظلہا

صانع کون و مکاں مالک و مختار ہے تُو
قادرُ مقتدرُ غافرُ ستار ہے تُو

مرے معبود ہے تُو میری رگِ جاں سے قریب
اور مرے شافع و داور ہیں ترے اپنے حبیب

میرے دامن میں گناہوں کے سوا کچھ بھی نہیں
بے بضاعت ہوں ، تہی دست ہوں ، سرافگندہ

نہ کوئی ملجأ و ماویٰ ہے نہ کوئی مأمن
تیری چوکھٹ کے سوا جائے کہاں ترا بندہ

دولتِ دیں سے نوازا یہ ترا فضل و کرم
التجا ہے کہ رہے روزِ جزاء میرا بھرم

جب چلوں یاں سے تو ہو وردِ زباں تیرا نام
دارِ آخر میں ہو مغفوروں کی فہرست میں نام

(آمین)　　(فروری ۱۹۹۵ء)

نعت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

جانشین امیرِ شریعت سید ابوذر بخاریؒ

اُن کی چشمِ عنایت ہوئی مُلتَفِت
مجھ سے عاصی کو ان کا پیام آ گیا
عمر بھر کے ترستے ہوئے رِند کو
بادۂ عشق و مستی کا جام آ گیا

مدتوں بعد اذنِ حضوری ملا
میری قسمت کا تارا گیا اَوج پر
کچھ گناہوں کو آنسو بہا لے گئے
کچھ میرا جذبِ صادق بھی کام آ گیا

صحنِ مسجد بنا جلوہ گاہِ نبی
دست بوسی کا اعزاز بخشا گیا
ایک ذرہ بنا رشکِ شمس و قمر
بادشاہوں کی صف میں غلام آ گیا

مُہر بہ لب ، دل پہ جنوں
اور آنکھیں بھی حیرت کی تصویر تھیں
یوں ہوئے محوِ دیدار ہم دوستو
راہِ الفت میں یہ بھی مقام آ گیا

میرے کام و دہن کو حلاوت ملی
آنکھیں روشن ہوئیں ، دل مسرور ہے
روح مخمور ہے ، بخت بیدار ہے
میرے لب پہ محمد کا نام آ گیا

قادیانی لٹیرا، فرنگی گھاگ سپیرا
پاپ الاؤ

جانشین امیر شریعت سید ابوذر بخاریؒ

فراشِ کہنہ اُلٹ دو ، بساطِ نَو کو بچھاؤ
یہ فلسفہ کے فسانے ، کوئی نہ سمجھے نہ جانے
سمندِ فکر کو موڑو ، توہمات کو چھوڑو
گزر رہا ہے زمانہ ، کرو نہ حیلہ بہانہ
جو قصدِ منزلِ حق ہے تو پھر کتابِ مبیں کو
یہی ہے درسِ اخوت ، یہی پیامِ بقا ہے
یہی نشانِ ھدیٰ ہے ، یہی وصالِ خدا ہے
یہ میری ایک نصیحت ہے راہنمائے طریقت
وہ چھَٹ رہا ہے اندھیرا ، مچل رہا ہے سویرا
اُٹھے گی نیک قیادت ، گرے گا قصرِ ضلالت
بچھے گا تختِ خلافت ، چلے گا حکمِ امامت
وہ شب ڈھلکنے لگی ہے ، سحر ہمکنے لگی ہے
ہوا سنکنے لگی ہے ، کلی چٹکنے لگی ہے
یہ قادیانی لٹیرا ، فرنگی گھاگ سپیرا

قدیم رسم ہے الفت! اسے نہ مٹاؤ
انھیں بنا کے حقیقت ، انھی کے گیت نہ گاؤ
بتِ غرور کو توڑو ، جبینِ عجز جھکاؤ
ہے فرصتوں کا خزانہ ، یونہی نہ عمر گنواؤ
ہجومِ تیرہ شبی میں چراغِ راہ بناؤ
کہ آدمی کے ستم سے ، تم آدمی کو چھڑاؤ
بس اب اطاعتِ حق سے جہانِ دل کو بساؤ
قدم قدم پہ فضیحت نہیں ہے میرا سبھاؤ
ثباتِ عزم و یقیں کا دیا تو اب نہ بجھاؤ
دبے گا شورِ بغاوت ، بجھے گا پاپ الاؤ
اُٹھا کے حلفِ اطاعت ، نجاتِ اُخروی پاؤ
خزاں دبکنے لگی ہے ، گلوں کا دل نہ دُکھاؤ
فضا مہکنے لگی ہے ، چمن کو بھول نہ جاؤ
نفاق جس کا پھریرا ، ہے ربوہ جس کا پڑاؤ

اُٹھا دو اس کا یہ ڈیرا ، یہ ارتداد بسیرا
لگا کے ایک ہی پھیرا ، اسے بھی کلمہ پڑھاؤ

[روزنامہ ''آزاد'' لاہور ''احتجاج نمبر''، ۵/جون ۱۹۵۱ء]

علامہ محمد اقبالؒ

امامت

تو نے پوچھی ہے امامت کی حقیقت مجھ سے
حق تجھے میری طرح صاحبِ اسرار کرے
ہے وہی تیرے زمانے کا امامِ برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے
موت کے آئینے میں تجھ کو دکھا کر رخِ دوست
زندگی تیرے لیے اور بھی دشوار کرے
دے کے احساسِ زیاں تیرا لہو گرما دے
فقر کی سان چڑھا کر تجھے تلوار کرے
فتنۂ ملتِ بیضا ہے امامت اس کی
جو مسلماں کو سلاطیں کا پرستار کرے
(’’ضربِ کلیم‘‘)

ہندی مسلمان

غدارِ وطن اس کو بتاتے ہیں برہمن
انگریز سمجھتا ہے مسلماں کو گداگر
پنجاب کے اربابِ نبوت کی شریعت
کہتی ہے کہ یہ مؤمنِ پارینہ ہے کافر
آوازۂ حق اٹھتا ہے کب اور کدھر سے
’’مسکیں د لکم ماندہ دریں کشمکش اندر‘‘
(’’ضربِ کلیم‘‘)

علامہ محمد اقبالؒ

نبوت

میں نہ عارف ، نہ مجدد ، نہ محدث ، نہ فقیہ
مجھ کو معلوم نہیں کیا ہے نبوت کا مقام
ہاں مگر عالمِ اسلام پہ رکھتا ہوں نظر
فاش ہے مجھ پر ضمیرِ فلکِ نیلی فام
عصرِ حاضر کی شبِ تار میں دیکھی میں نے
یہ حقیقت کہ ہے روشن صفتِ ماہِ تمام
''وہ نبوت ہے مسلماں کے لیے برگِ حشیش
جس نبوت میں نہیں قوت و شوکت کا پیام''
(''ضربِ کلیم'')

پنجابی مسلمان

مذہب میں بہت تازہ پسند اس کی طبیعت
کر لے کہیں منزل تو گزرتا ہے بہت جلد
تحقیق کی بازی ہو تو شرکت نہیں کرتا
ہو کھیل مریدی کا تو ہرتا ہے بہت جلد
تاویل کا پھندا کوئی صیاد لگا دے
یہ شاخِ نشیمن سے اترتا ہے بہت جلد
(''ضربِ کلیم'')

منکر ختم نبوت کا حشر

مولانا ظفر علی خاںؒ

قادیانیت پہ کر سکتا ہے وہی انتقاد
منقلِ جاں میں ہے جس کی شعلہ زن جوشِ جہاد

جو رہا ہے عمر بھر زندانی زلفِ فرنگ
جس کو انگریزوں نے دی رہ رہ کے اس جذبے کی داد

جو رسول اللہ کے ناموس پر قرباں ہوا
نامرادی میں بھی جو ثابت ہوا بامراد

جانتا ہے جو غلام احمد کی الماری کا بھید
پرزے پرزے کر دیا مرزا کا جس نے اجتہاد

جان سکتا ہے وہی مرزائیوں کی عاقبت
جس کے ہے پیشِ نظر حشرِ ثمود انجامِ عاد

منکر ختم نبوت کے مقدر میں ہے درج
ذلت و خواری و رسوائی الٰی یومُ التناد

☆☆☆

عجمی اسرائیل

شورش کاشمیریؒ

کرۂ ارضی کی ہر عنوان سے تذلیل ہے
قادیاں مابین ہند و پاک اسرائیل ہے

میرا یہ لکھنا کہ ربوہ کی خلافت ہے فراڈ
خواجۂ کونین کے ارشاد کی تعمیل ہے

دُم بریدہ ہفتگی (۱) ، یک چشمِ گل اس کا مدیر (۲)
مصلح موعود کے الہام کی تکمیل ہے

اہلیہ مرزا غلام احمد کی اُم المومنین
ہے کہاں قہرِ خدا ؟ قہرِ خدا میں ڈھیل ہے

کیا تماشا پیمبر بن گیا عرضی نویس
گفتنی اجمال ہے ناگفتنی تفصیل ہے

کاسہ لیسی کا حصارہ ، مخبری کا زہرِ ناب
ان سیاسی مغبچوں کے خون میں تحلیل ہے

قادیاں والو قیامت ہوں تمہارے واسطے
میرے رشحاتِ قلم میں صورِ اسرافیل ہے

اپنی ہر تحریر میں اسلام کے عنوان سے
شاعرِ مشرق نے جو لکھا ہے ، سنگ ِ میل ہے

میں نے جو کچھ بھی لکھا ہے ، قادیاں کے باب میں
پارۂ الہام ہے ، آوازۂ جبریل ہے

(۱) قادیانیوں کا رسالہ ہفت روزہ ”لاہور“ (۲) ثاقب زیروی

غدارِ وطن

جانباز مرزاؒ

غدارِ وطن ، غدارِ نبی اس پاک وطن میں کیوں کر ہیں ؟
میں پوچھتا ہوں یارانِ وطن یہ خارِ چمن میں کیوں کر ہیں ؟
ناموسِ محمد عربی پر ہم جان نچھاور کر دیں گے
گر وقت نے ہم سے خوں مانگا ، ہم وقت کا دامن بھر دیں گے

باطل نے بھی ہم کو جانا ہے ، ہم دار و رسن کے راہی ہیں
ہم موت سے لڑنا جانتے ہیں ، اس بات کی قسمیں کھائی ہیں
باطل کی نبوت باطل ہے ، یہ زہر ہے ابنِ آدم کو
یہ ٹولہ ہے ابلیسوں کا ، کہہ دو سارے عالم کو

ہو قادیاں یا پھر ربوہ ہو ، میخانے ہیں افرنگ کے یہ
یوں ننگِ شرافت کہیے انھیں ، اسلام کی راہ میں ننگ ہیں یہ
جمہور تقاضا کرتی ہے ، یہ کفر کی بستی ختم کرو
یہ جاسوسوں کا ڈیرہ ہے ، اس ڈیرے کو بھی ختم کرو

ورنہ پھر میدان میں ہیں ، سمجھو کہ کفن بردوش بھی ہیں
ہم ختم نبوت کے وارث ، اس راہ میں سر فروش بھی ہیں
تم سانپوں کے رکھوالے ہو ، کیوں دودھ پلاتے ہو ان کو
یہ پاک وطن کے دشمن ہیں ، تم دوست سمجھے ہو جن کو

ہمت تو کرو جانباز ذرا ، یہ بیڑہ ڈوبنے والا ہے
تم دیکھتے ہو دجالوں کا ، اس دنیا میں منہ کالا ہے

ڈھینچوں ڈھینچوں ''ہفتگی لاہور'' کے نام

سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

ڈھینچوں ڈھینچوں ہفتگی لاہور(۱) پتا تاش کا
نورِ ایماں سے ہے خالی سینہ اس فحاش کا

گالی بکتا ہے ہمیشہ مجلسِ احرار کو
یہ فرنگی زادہ بھی ہے پالتو یکتاش کا

اس کے مہدی کو ملی برطانیہ سے شہ مدام
یہ نہالِ آرزو ہے ملکۂ عیاش کا

زیروی(۲) کو ہم نے دیکھا یکی دروازہ کے بیچ
ٹانگیں اوپر سر تھا نیچا اس غبی نباش کا

بلونت سنگھ اور ماؤنٹ بیٹن کا وظیفہ خوار ہے
قطرۂ مرزا مرکب زیروی اوباش کا

باز آ جا زیروی یک چشمِ گل اور یاد رکھ
چھوڑ دیں گے سر ترا لاہور کے بدمعاش کا

میرزا وزیروی صرصر سموم کفر ہیں
گالی بکنے پر مہیا رزق ہے قلاش کا

(۱)　مرزائیوں کا ہفت روزہ ''لاہور''
(۲)　ایڈیٹر ''لاہور'' ثاقب زیروی قادیانی

حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور فتنۂ قادیانیت کا تعاقب

''ہم عطاء اللہ شاہ کو اگر سب کاموں سے ہٹا کر صرف تردیدِ قادیانیت پر لگا دیں تو یہ کیسا رہے؟ یہ صاحب واقعی مخلص ہیں، بہت محنتی اور بہت زیادہ بہادر۔ انھوں نے پنجاب میں چند تقریریں کر کے قادیانیت کے خلاف ایک عام جذبہ پیدا کر دیا ہے۔'' (علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ)

[''یادگارِ زمانہ ہیں یہ لوگ''، ص ۶۳، مولانا محمد ازہر شاہؒ ابن علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ]

''پنجاب میں ایک صاحب ہمیں مل گئے ہیں۔ صاحبِ توفیق، صاحبِ صلاحیت، صاحبِ سواد، خوب کام کرتے ہیں۔ مولویوں کی طرح نہ خواہشِ زر میں مبتلا ہیں اور نہ خواہشِ شہرت میں۔ بس بے چارے محض اللہ کے لیے کام کیے جاتے ہیں۔ ہم نے قادیانیت کے متعلق انھیں توجہ دلائی کہ یہ فتنۂ عظیم صحیح اسلام کو جڑ سمیت اکھاڑ پھینکنے کا ارادہ کر بیٹھا ہے آپ کیوں نہ اس فتنہ کے خلاف کچھ کام کر گزریں۔ آپ کا وہ کام، دین میں آپ کے لیے نفع رساں ہوگا اور دنیا میں اہل دین کو فائدہ پہنچے گا۔ بڑوں بڑوں سے جو کام نہ ہوا وہ اس غریب عطاء اللہ شاہ نے کر دکھایا۔ آپ تو مدرسہ کی روٹیاں کھا کر ہر وقت بحث ومباحثہ میں لگے رہتے ہیں۔ دین کی کوئی محبت آپ حضرات کے دل میں نہیں۔ عطاء اللہ شاہ اگر یہاں آ گئے تو آپ اُن سے ملیے، وہ عجیب آدمی ہیں۔'' (علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ)

جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کی مسجد میں اجتماعِ جمعہ میں طلباء اور عوام سے خطاب

[''یادگارِ زمانہ ہیں یہ لوگ''، ص ۶۷]

''عطاء اللہ شاہ جیسا خطیب کبھی نہیں دیکھا، جو روتوں کو ہنساتا ہے اور ہنستوں کو رُلاتا ہے۔ مرزا قادیانی کے خلاف ان کی ایک تقریر وہ کام کرتی ہے جو ہماری تصنیف نہیں کر سکتی۔'' (علامہ محمد انور شاہ کشمیری قدس اللہ سرہ العزیز)

(روایت: مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ ''خطابت کے ائمہ اربعہ میں بخاری کا مقام'')

''دین کی قدریں بگڑ رہی ہیں، کفر چاروں طرف سے یلغار کر چکا ہے۔ اس وقت مسلمانوں کو اپنے لیے ایک امیر کا انتخاب کرنا چاہیے۔ میں اس کے لیے سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو 'امیر شریعت'، منتخب کرتا ہوں۔ وہ نیک بھی ہیں اور بہادر بھی۔''

(حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری نور اللہ مرقدہٗ)

[مئی ۱۹۳۰ء، سالانہ جلسہ، انجمن خدام الدین، شیرانوالہ باغ، لاہور]

عقیدۂ ختم نبوت اور قادیانی

حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

ختم نبوت کا انکار یا اس میں کوئی تاویل کفر ہے:

ختم نبوت کا عقیدہ سمجھنے اور جاننے میں کسی بھی شخص کو کوئی دشواری یا اشکال نہیں۔ چنانچہ ہر زمانہ میں تمام روئے زمین کے مسلمان حدیث ذیل کے الفاظ سے اس عقیدہ کو بخوبی سمجھتے رہے ہیں:

ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی (جامع الترمذی، ج۲ص۵۱)

ترجمہ:...... بے شک رسالت ونبوت کا سلسلہ منقطع ہو گیا، پس میرے بعد اب نہ کوئی رسول ہوگا، نہ کوئی نبی۔''

یا حدیث شریف کا مذکورہ ذیل جملہ اس مسئلہ کو سمجھانے کے لیے ہر خاص وعام شخص کے لیے کافی ووافی ہے:

''ذهبت النبوة وبقيت المبشرات'' (ترمذی،۲:۲،ص۵۱)

ترجمہ: ''نبوت تو ختم ہوگئی اب تو صرف ''بشارت دینے والے خواب'' رہ گئے ہیں۔''

ان ہر دو حدیثوں کے ظاہری الفاظ اور ان کے متبادر معنی ختم نبوت کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتے (اور ہر عالم وغیر عالم آدمی بغیر کسی تردد وتذبذب اور اشکال ودشواری کے ان احادیث کے الفاظ سے یہ جانتا اور سمجھتا ہے کہ نبوت ورسالت کا جو سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا تھا، وہ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ختم ہو چکا، اب نہ کوئی نبی ہو سکتا ہے نہ رسول)

ختم نبوت پر اعلانِ برسرِ منبر:

جب یہ عقیدہ ''شہرت وتواتر'' کے اس مرتبہ کو پہنچ چکا ہے کہ خود صاحبِ نبوت علیہ الصلوٰۃ والسلام برسرِ منبر ایک سو پچاس مرتبہ بلکہ اس سے بھی زیادہ بار واضح اور غیر مبہم الفاظ (احادیث) میں مختلف مواقع اور مجامع میں اس کا اعلان اور تبلیغ فرماتے ہیں اور کبھی ادنیٰ اشارہ بھی اس طرف نہیں فرماتے کہ اس میں کسی ''تاویل'' کا امکان ہے اور عہدِ نبوت سے اب تک امتِ محمدیہ کا ہر خاص وغائب فرد عہد بہ عہد اس عقیدہ کو سنتا، سمجھتا اور مانتا چلا آتا ہے۔ حتیٰ کہ ہر زمانہ میں تمام مسلمانوں کا اس پر ایمان رہا ہے کہ: ''خاتم الانبیاء (سیدنا محمد) صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب کوئی نبی نہ ہوگا۔''

پنجاب کا ایک ملحد اور دعویٰ نبوت وعیسویت:

لیکن تیرہ سو سال بعد پنجاب سے ایک ملحد اٹھتا ہے جو ان تمام نصوصِ صحیحہ میں، ماضی کے زندیقوں کی طرح نت نئی تحریفیں اور تاویلیں کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے ''ابنِ مریم'' میرا نام رکھا ہے اور وہ ''عیسیٰ ابن مریم'' میں ہی

ہوں جس کے آخر زمانہ میں آسمان سے نازل ہونے کی پیش گوئی احادیث میں کی گئی ہے اور وہ یہودی جن کو ابن مریم قتل کریں گے، اس سے مراد عہدِ حاضر کے وہ علماء اسلام ہیں جو میری نبوت پر ایمان نہ لائیں، اس لیے کہ وہ یہودیوں کی طرح ظاہر پرست اور روحانیت سے محروم ہیں۔''

اس ملحد کی حقیقت:

حالانکہ اس ملحد کو اتنا بھی پتا نہیں کہ اگلے زمانہ کے وہ ''زندیق وملحد'' جن کا نام ونشان بھی آج صفحۂ ہستی سے مٹ چکا ہے، وہ اس ''روحانیت'' میں (اگر یہ ''بے دینی'' ہی روحانیت ہے) اس ملحد سے بہت بڑھ چڑھ کر اور غیر معمولی قوتوں کے مالک تھے۔

مرزا جیسے جھوٹے مدعیانِ نبوت کا انجام:

یاد رکھیے! اللہ تعالیٰ نے مذکورہ ذیل آیت میں مرزا غلام احمد جیسے بے دینوں اور نبوت کا دعویٰ کرنے والوں کے المناک انجام اور رسوا کن حشر کا حال بیان فرمایا ہے:

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَ لَمْ یُوْحَ اِلَیْہِ شَیْءٌ وَّ مَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ وَ لَوْ تَرٰٓی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَ الْمَلٰٓئِکَۃُ بَاسِطُوْٓا اَیْدِیْھِمْ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَکُمْ اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْھُوْنِ بِمَا کُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰہِ غَیْرَ الْحَقِّ وَ کُنْتُمْ عَنْ اٰیٰتِہٖ تَسْتَکْبِرُوْنَ (الانعام:۹۳)

ترجمہ:......اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہے (۱) جو خدا پر جھوٹا بہتان لگائے (کہ اس نے مجھے نبی بنایا ہے)۔ (۲) یا جو دعویٰ کرے کہ میرے پاس وحی بھیجی گئی ہے (اور میں صاحبِ وحی نبی ہوں) حالانکہ اس کے پاس قطعاً کوئی وحی نہیں بھیجی گئی ہو۔ (۳) اور جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ جیسا کلام اللہ نے نازل کیا ہے، میں بھی نازل کرسکتا ہوں۔ اے مخاطب! اگر تو اس منظر کو دیکھے جب یہ ظلم کرنے والے سکرات موت کی حالت میں ہوں گے اور (موت کے) فرشتے ان سے ہاتھ بڑھائے کہہ رہے ہوں گے: لاؤ نکالو اپنی جانیں، آج تم کو اللہ پر ناحق بہتان لگانے اور اس کی آیات پر ایمان لانے سے تکبر (اور انکار) کرنے کی پاداش میں رسوا کن عذاب دیا جائے گا۔''

واضح ہو کہ مرزا غلام احمد ان تمام دعوؤں کا صاف اور صریح الفاظ میں جگہ جگہ اپنی تصانیف میں دعویٰ کرتا ہے اور یہی اس کا انجام ہے۔

مرزا غلام احمد کے بعد مرزائیوں میں پھوٹ اور ''لاہوری، قادیانی'' کی تقسیم:

اس بے دین کے جہنم رسید ہونے کے بعد اس کے دُم چھلوں میں پھوٹ پڑ گئی اور ہر گروہ ''اپنی اپنی بنسی، اپنا اپنا راگ'' الاپنے لگا، چنانچہ ایک گروہ (لاہوری مرزائی) تو اس کی امت سے بالکل ہی الگ ہو گیا اور اس نے دعویٰ کیا کہ:'' مرزا غلام احمد نبی نہ تھا، نہ کبھی اُس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور نہ رسول اللہ کے بعد کوئی نبی ہوسکتا ہے، بلکہ وہ تو مہدی

آخرالزماں تھا اور (پناہ بخدا) مسیح محمدی تھا (یعنی وہ عیسیٰ جو امتِ محمدیہ میں آنے والے ہیں)۔‘‘

دھوکا:

یہ محض ایک فریب ہے اور دھوکہ جس کا مقصد صرف مسلمانوں کے بغض، عداوت اور نفرت و بے زاری سے بچنا اور مسلمانوں کو مرزا غلام احمد اور اپنی جماعت سے مانوس کر کے خود کو اور مرزا کو مسلمان ثابت کرنا اور ٹٹی کی آڑ میں سیدھے سادے مسلمانوں کو شکار کرنا تھا، لیکن (مسلمان اس دھوکے میں نہیں آسکتے ان کا) متفقہ فیصلہ اور فتویٰ ہے کہ

:’’جو شخص مرزا غلام احمد کو بلا تردد و تذبذب کافر نہ مانے وہ بھی کافر ہے۔‘‘

اس ملحد نے اپنی تحریروں اور کتابوں میں جگہ جگہ نہ صرف ’’نبی‘‘ بلکہ ’’رسول‘‘ اور ’’صاحبِ شریعت رسول‘‘ ہونے کے ایسے بلند بانگ دعوے کیے ہیں کہ آج تک ان سے فضا گونج رہی ہے۔

مرزائیوں کا حکم:

جو لوگ ان مرزائیوں کے بارے میں زیادہ سے زیادہ احتیاط کرنا چاہتے ہیں وہ صرف اتنا کر سکتے ہیں کہ ان سے توبہ کرالیں، اگر یہ مرزائیت سے توبہ کریں تو فبہا ورنہ قطعاً کافر ہیں۔ شریعت اسلامیہ میں ان کے لیے اس سے زیادہ مراعات کی قطعاً گنجائش نہیں، جیسا کہ کتاب میں آنے والے مباحث سے ہم نے بالا جماع ثابت کیا ہے۔

پھر یہ توبہ کرانا بھی ہر کس و ناکس کا کام نہیں ہے، بلکہ صرف اسلامی حکومت کا حاکم ہی ان کے ’’کفر و اسلام‘‘ کا قطعی فیصلہ کرنے کے وقت ان سے توبہ کرا سکتا ہے، تاکہ وہ ان کے کفر یا اسلام کا دوٹوک فیصلہ کر سکے، لیکن اسلامی حکومت اور مسلمان حاکم موجود نہ ہونے کی صورت میں، ان کے جہنم رسید ہونے تک کفر کے سوا کچھ نہیں، چاہے اسے اوڑھ لیں، چاہے بچھالیں۔

(ماخوذ: اکفار الملحدین، از علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ)

ماہانہ مجلس ذکر و اصلاحی بیان

26 جون 2008ء
جمعرات بعد نماز مغرب

ابن امیر شریعت
حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری
دامت برکاتہم
امیر مجلس احرار اسلام پاکستان

دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان

الداعی سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
061-4511961

احرار کانفرنس قادیان
(۲۱،۲۲،۲۳؍ اکتوبر ۱۹۳۴ء)

قادیان میں احرار کا معرکہ

خطاب: حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
(صدارت: شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی علیہ الرحمۃ)

اس علاقہ میں جہاں بُت خدائی کا دعویٰ کرتے ہیں، ہم غریبوں کا اکٹھا ہونا جن میں سے اکثر کا کوئی گھر بھی نہیں ہے، کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ ہم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے سرشار اس وادیٔ پُر خار میں اس لیے وارد ہوئے ہیں کہ:

عاقبت منزلِ ما وادیٔ خاموشانست
حالیا غلغلہ در گنبدِ افلاک انداز

اور ہم گنبدِ افلاک میں جو غلغلہ بپا کریں گے، اس کے نتیجے میں ان شاء اللہ فرعون کا تخت الٹا جائے گا۔ جور و جفا کی اس وادی میں حق و صداقت کا کلمہ بلند ہو کر رہے گا۔ باطل سرنگوں ہو کر رہے گا اور صدق و صفا کی بہار آئے گی۔ یہاں ختم نبوت کے ترانے گائے جائیں گے۔

اس علاقہ میں حکومت کے اندر ایک اور حکومت بنائی گئی ہے جہاں ظلم، ناانصافی، تکبر اور غرور اتنا بڑھ گیا ہے کہ یہاں مسلمانوں کے تبلیغی اجتماع پر ناروا پابندیاں عائد کی گئی ہیں۔ جب میں مسوری سے امرتسر آیا تو اِنھی ظالموں کے اشارے پر پولیس سائے کی طرح میرے ساتھ لگی رہی اور امرتسر پہنچنے پر مجھے دفعہ ۱۴۴ کے تحت دو سب انسپکٹروں نے نوٹس دیا۔

اللہ اللہ! قادیان میں ”غریب شاہ“ پٹ جاتا ہے اور یہ دندناتے پھر رہے ہیں۔ انھیں تمام تر آزادیاں میسّر ہیں۔ پابندیاں اور سختیاں ہمارے لیے ہیں۔ انگریز کا غلام یہ ظالم سمجھتا ہے کہ ”محمد امین“ جان ہار گیا اور حکومت کہتی ہے کہ گواہ نہیں ملتا۔ یہ چشم پوشی اور واضح جانبداری ہے۔ حکومتِ وقت کی ذلہ ربائی سے قادیان میں مرزائیوں نے اتنے اختیارات حاصل کر لیے ہیں جتنے بہاول پور، پٹیالہ اور کشمیر کے والی اور مہاراجوں نے حاصل کیے ہوئے ہیں اور ہمیں قادیان میں استنجا تک کرنے کی اجازت نہیں۔ پولیس فورس کا متعین کرنا صریحاً ناانصافی اور جانبداری ہے۔ ہم یہاں فساد کے لیے تو نہیں آئے، ہم تو فتنہ و فساد کی آگ بجھانے آئے ہیں۔ پولیس کی اتنی بھاری جمعیت مسلمانوں کو خوف زدہ اور ہراساں کرنے اور ہماری تبلیغ کانفرنس کو ناکام کرنے کے لیے متعین کی گئی ہے اور یہ صرف مرزائیوں کی سازش ہے۔

مرزائی اپنے آقا کی چوکھٹ پر حاضر ہوئے، روئے پیٹے، جبہ سائی کی، ناک رگڑی اور ہمارے خلاف حکومت کو بھڑکایا۔ میں حکومت اور اس کی روحانی و معنوی اولاد مرزائی دونوں کی مذمت کرتا ہوں اور ان دین دشمنوں کے خلاف جہاد کا اعلان کرتا ہوں۔

میں تو سوچتا ہوں کہ اگر یہ احرار کی تبلیغ کانفرنس نہ ہوتی تو معلوم نہیں کیا ہو جاتا؟ حکومت کس قدر تشدد کرتی؟ اور اگر ہماری عدم تشدد کی پالیسی نہ ہوتی تو آج قادیان میں پیروانِ حسین رضی اللہ عنہ اور فدائیانِ ختم نبوت ہتھکڑیاں پہنے ہوتے۔ ہزاروں عاشقانِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور محافظانِ ناموسِ رسالت کا بے گناہ خون بہتا۔

میں آپ لوگوں کو تلقین کرتا ہوں کہ صبر و تحمل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے، زبان میں لغزش اور پاؤں میں لرزش نہ آنے پائے۔ تکالیف کے سامنے خندہ پیشانی سے ڈٹے رہنا ہماری رِیت ہے۔ عزم و ہمت سے مصائب برداشت کریں اور اپنے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر قدم بہ قدم چلیں۔ میاں صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سب سے بڑا ورثہ یہی دیا اور اپنی وراثت کوئی نہیں چھوڑتا۔

میں مرزا بشیر الدین محمود سے کہتا ہوں کہ تم مجھ سے براہِ راست بات کر لو تم میرے پاس آجاؤ یا میں تمہارے پاس آجاتا ہوں۔ میں کہتا ہوں وہ آئے تو سہی! میں امن کا ذمہ لیتا ہوں۔ وہ انگریزی نبی کا بیٹا ہے اور میں اللہ کے سچے نبی کا نواسہ ہوں۔ وہ آئے اور مجھ سے اردو، پنجابی، عربی اور فارسی میں تمام مسائل پر بحث کر لے تو اس جھگڑے کا آج ہی فیصلہ ہو سکتا ہے۔ وہ پردے سے باہر تو نکلے۔ گھونگھٹ اٹھائے اور حکومت کو ہمارے اختلاف کے بارے میں درمیان میں نہ لائے، وہ کُشتی کر لے اور آلِ علی (رضی اللہ عنہ) کے جوہر دیکھے۔ میرے مقابلے میں آئے تو سہی! اور جس شان سے چاہے آئے، وہ موٹر میں بیٹھ کر آئے، میں پیدل چل کر آؤں گا۔ وہ حریر و پرنیاں پہن کر آئے، میں کھدر پہن کر آؤں گا۔ وہ اپنے ابا کی سنت کے مطابق عنبر، بھنا ہوا گوشت اور پلومر کی ٹانک وائن (شراب) پی کر آئے اور میں اپنے نانا کی سنت کے مطابق جَو کی روکھی سوکھی روٹی کھا کر آؤں گا۔ اسے اپنے انگریز آقاؤں سے بھیک نہیں مانگنی چاہیے۔ اکیلا آئے، مجھ سے پنجہ آزمائی کر لے۔ وہ جس میدان میں بھی چاہے مقابلہ کر لے پھر بخاری کے کَس بَل بھی دیکھے۔

میرا دعویٰ ہے کہ اگر ہم یہاں دو چار سال رہے تو خدا کے فضل سے ان کی ساری اکڑفوں نکل جائے گی اور یہ جو مسلمانوں کی نمائندگی کا جھوٹا پروپیگنڈا کر کے فرنگی کے دربار میں سیاسی قوت بننا چاہتے ہیں ان کا یہ خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہوگا۔ ان کی قوت فضائے بسیط میں بکھر کر رہ جائے گی۔

مولانا ظفر علی خان اور میں اور ہمارے ہزاروں بہادر ساتھی علماء اور عوام پہلی مرتبہ قادیان میں داخل ہوئے ہیں ہم نے مرزائیوں کا چیلنج قبول کیا ہے۔ وہ جگہ جگہ پر چیلنج دیا کرتے تھے کہ ہندوستان کے کسی مولوی کو قادیان میں آنے کی جرأت نہیں اور ہم آ گئے ہیں۔ یہ کسی اکیلے آدمی کا کام نہیں، یہ ایک جماعت کی طاقت ہے اور جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے

یَدُاللہِ عَلَی الجَمَاعة (الحدیث)

آج حکومت کی آنکھیں بھی کھل جانی چاہئیں کہ جماعتِ مرزائیہ کی مخالفت اور سازش اور حکومت کی طرف سے لگائی گئی ان پابندیوں کے باوجود غلامانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نشۂ عشقِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار ہو کر اتنی کثیر تعداد میں یہاں پہنچے ہیں۔

یہ اُس سچّے جذبے کی طاقت ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے صدقے میں امت کے خون میں گردش کرتا ہے۔ فرنگی اور مرزائیوں کی ساری جنگ ہی یہ ہے کہ مسلمانوں کے دِل سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا والہانہ عشق نکال دیا جائے اور ہماری ساری جنگ یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ان غداروں کو پوری کائنات میں نفرت کی علامت بنادیا جائے۔

مسلمانو! ہوشیار ہوجاؤ! یہ انگریز کا خود کاشتہ پودا سرسبز نہ ہونے پائے۔

سرزمینِ کادیان میں ہم مسلمانوں کا یہ اجتماع کوئی میلہ ٹھیلہ اور تفریحی پروگرام نہیں ہے۔ آج ہم سب کو ایک عزم یہاں کھینچ لایا ہے اور وہ یہ ہے کہ اس ناپاک زمین کو پاک کیا جائے۔ اللہ اس زمین کو پاک کرے۔ یہاں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہوتی ہے۔ اس جگہ پیارے مکی مدنی رسول صلی اللہ علیہ وسلم موجود نہیں ہیں۔ یہاں شرک فی الرسالت ہوتا ہے اور یہاں دنیا کے چالیس کروڑ مسلمانوں کے تیرہ سو سالہ عقیدہ کی توہین کی جاتی ہے۔ ہمارے دل زخمی کیے جاتے ہیں۔ اب یہ نہیں ہوگا کہ کادیانی قزاق ردائے نبوت پر حملہ کریں اور مسلمان خیرہ چشمی سے اس کا تماشا کریں۔ میں تو ایک بات جانتا ہوں کہ اگر کوئی شخص مکہ میں پیدا ہوا اور مکہ ہی میں مرے لیکن اس کا دِل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے خالی ہے تو اس کی نجات نہیں ہوسکتی۔ ہمارے دین کی یہی سب سے بڑی بنیاد ہے۔ میں دنیاوی اعتبار سے تو غریب ہوں مگر میرے دل میں کونین کی راحتوں، لذتوں اور عظمتوں سے زیادہ محبت و عظمت حضور علیہ التحیۃ والتسلیم کی ہے۔ میں اس عقیدہ و محبت کو عام کرنا چاہتا ہوں۔ میں مسلمانوں کو عقیدۂ ختمِ نبوت پر مرمٹنے کی دعوت دیتا ہوں۔ یہ عقیدہ پہلے بھی ہزار ہا عزیز جانوں کی قربانی سے پنپا تھا اب بھی اس کا تحفظ جانِ عزیز کے مقدس نذرانے سے ہوگا۔

مسلمانو! ختمِ نبوت کے عقیدہ کو یوں سمجھو جیسے یہ ایک مرکزِ دائرہ ہے جس کے چاروں طرف توحید، رسالت، قیامت، ملائکہ کا وجود، صُحفِ سماوی کی صداقت، قرآن کریم کی حقانیت وابدیت، عالمِ قبر و برزخ، یوم النشور یوم الحساب گردش کرتے ہیں۔ اگر یہ اپنی جگہ سے ہل جائے تو سارا نظام درہم برہم ہوجائے گا، دین نہیں بچے گا۔ جس طرح روشنی کے تمام مراتب عالمِ اس اسباب میں آفتاب پر ختم ہوجاتے ہیں اسی طرح نبوت و رسالت کے تمام مراتب و کمالات کا سلسلہ بھی حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجودِ مسعود پر ختم ہوجاتا ہے آپ کی نبوت و رسالت وہ مہرِ درخشاں ہے جس کے طلوع کے بعد اب کسی روشنی کی مطلق ضرورت نہیں رہی۔ سب روشنیاں اُسی نورِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم میں مدغم

ہوگئی ہیں۔ جبھی تو مخبرِ صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر آج بھی موسیٰ علیہ السّلام اس دنیا میں زندہ ہوتے تو انہیں بھی بہ جز میری اتباع کے چارۂ کار نہ ہوتا اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام جو آخرِ زمانہ میں تشریف لائیں گے تو نبی کی حیثیت سے نہیں بلکہ ابوبکر وعمر کی طرح امتی اور خلیفہ کی حیثیت سے۔

حکومت کو یاد رکھنا چاہیے کہ جو شخص بھی ختم نبوت کے تخت کی طرف میلی آنکھ سے دیکھے گا، ہم اس پر قہر الٰہی اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا انتقام بن کر ٹوٹ پڑیں گے۔ اگر حکومت کوئی اور ہاتھ دیکھنا چاہتی ہے تو اس کی مرضی۔ ہم اس کے لیے بھی ہر گھڑی طیار ہیں۔ تم نے ہمیں بیسیوں مرتبہ آزمایا ہے۔ تحریکِ خلافت ہو کہ مقاماتِ مقدسہ کے احترام کا مسئلہ، راج پال ایجی ٹیشن ہو کہ میکلیگن کالج کا قضیہ، جب بھی کسی بدبختِ ازلی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و وقار کے ماہتاب پر تھوکنے کی کوشش کی ہے، ہم نے اس خبیث کا منہ توڑا اور حکومت کے جبر وتشدد کے باوجود ہمارے جذبۂ مزاحمت میں کبھی کمی نہیں آئی۔ جو قدم اُٹھا آگے تو بڑھا ہے پیچھے کبھی نہیں ہٹا۔

مرزائیو! تم ان تمام تحریکوں میں مسلمانوں کو مرتے، کٹتے اور جیل جاتے دیکھتے رہے اگر تم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آپ کی شریعت کی محبت وغیرت ہوتی تو تم بھی ہمارے ساتھ ساتھ قربانی دیتے مگر تم تو مسلمانوں کو مصیبتوں اور آزمائشوں میں مبتلا دیکھ کر خوشیاں مناتے ہو۔ تم نے خلافتِ عثمانیہ کے خاتمہ کی خوشی میں گھی کے چراغ روشن کئے ہیں اور اپنے آقا فرنگی باوا کی خوشنودی اور رضا کیلیے کام کرتے رہے ہو۔ انگریز سامراج کے مخبر بن کر ہماری رپورٹنگ کر کے اعلیٰ مناصب حاصل کرتے ہو، یہ ہے تمہاری تاریخ اور یہ ہے تمہارا کردار.....

اب جب کہ ملک کی آزادی وبقا کا سوال اٹھا ہے اور تمام مسلمان متفقہ طور پر برٹش سامراج کو ملک سے نکالنا چاہتے ہیں تو انہوں نے یہ کہنا شروع کیا ہے کہ ہم کسی ایک ملک کے ساتھ مخصوص نہیں، گویا ان کا ہندوستان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ واہ واہ! کیا فلسفہ ہے؟ صاف کیوں نہیں بکتے کہ تم سگِ دُم بریدۂ برطانیہ ہو۔

حضرات! اب گیارہ بجے ہیں، سورج طلوع ہونے میں ابھی ساتھ گھنٹے باقی ہیں اور یہاں ہزاروں لوگ جمع ہیں۔ الحمدللہ کوئی دنگا فساد نہیں ہوا، یہ ہماری طاقت ہے، حکومت کے گُرگے خوب مشاہدہ کریں۔ یہاں کچھ نہیں ہوگا۔ ہمارا وہ پروگرام ہی نہیں ہے۔ حکومت اپنی طاقت کو واپس بلالے۔ ہم نے ستارۂ صبح کے طلوع ہونے تک اس محفل کی گرمی قائم و دائم رکھنی ہے۔ اگر ہمارے پروگرام میں تشدد ہوتا تو مرزائی پیشاب کی جھاگ کی طرح بیٹھ جاتے۔ ہم تو تبلیغ کانفرنس کو کامیاب کر کے رہیں گے۔ ہمارا مقصد اس علاقہ کے غریب، ان پڑھ مسلمانوں کو مرزائیوں کے دجل وفریب سے بچانا ہے۔ حکومت مرزائیوں کی درخواستوں پر کب تک ہمارا راستہ روکے گی؟ اور کب تک قادیان کی جعلی نبوت کو برٹش امپریلزم کے سہارے چلائے گی۔ چند برسوں کی بات ہے، ان شاء اللہ خود انگریز کا ٹاٹ لپیٹ دیا جائے گا۔ پھر اس طبقۂ خبیثہ کا کیا حشر ہوگا؟ جو حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انگریزی دریافت غلام احمد قادیانی کو نبی مانتے ہیں۔ عــــدو اللہ

وعدو الرسول ۔فرنگی کے دم کٹے کتو! تمہاری تو کوئی حیثیت ہی نہیں۔تم غریب مسلم عوام کو اپنی دولت اور فرنگی زادگی کے تعلقات سے ڈراتے اور مرعوب کرتے ہو؟ تمہاری طاقت وصولت کا بھانڈا ابھی بیچ چوراہے کے پھوٹ جائے گا۔تم مجھے اور بشیر کو اکیلا چھوڑ دو، پھر میرے معرکے دیکھو (پنجابی میں) اُوئے توں فیر میریاں آ ونیاں ویکھ۔

علماء کرام! آپ نے کہیں تاریخ میں یہ پڑھا ہے کہ جو شخص اپنی ابتدائی تعلیم بھی مکمل نہ کرسکا ہو اور وہ نبی ہوا ہو؟ ہمارے ہندوستان میں تو اس کی ایک بدترین مثال موجود ہے کہ گورداسپور ضلع کے ایک مغل کے ایک فرزندِ ناہنجار نے پانچویں جماعت میں فیل ہو کر نبوت کا دعویٰ کیا اور فرنگی کی پشت پناہی سے بہ ظاہر کامیاب بھی ہوا مگر میرے نزدیک تو غلام احمد بہت بڑا دھوکے باز ہے۔جس نے انگریز جیسے دھوکے باز کو بھی دھوکہ دیا اور قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ دھوکے باز نبی نہیں ہوسکتا اور کوئی نبی دھوکے باز نہیں ہوتا۔غلام احمد کادیانی اور بشیر الدین دونوں باپ بیٹے کی چال اور طریقۂ واردات یہ ہے کہ جب انھوں نے کوئی معاشرتی گھناؤنا کام کرنا ہوتا ہے یا کسی مخالف کو زک پہنچانی ہوتی ہے تو پہلے ایک خواب گھڑ گھڑا کے مرزائی شپرہ چشموں اور کور مغزوں کو سنایا جاتا ہے کہ فلاں کام من جانب اللہ ہونے والا ہے۔حضرت صاحب کو رات خواب میں ایسا دکھایا گیا ہے۔اور اسی فریب سے محمد امین (۱) کو قتل کیا گیا۔ غریب شاہ (۲) کی پٹائی کی گئی۔غریب مسلمانوں کا جینا دوبھر کردیا گیا۔لیکن جب مسلمانوں نے احتساب کیلیے آواز بلند کی تو انگریز نے اپنے غلاموں کے تحفظ کیلیے پھر دفعہ ۱۴۴ نافذ کردی۔مگر ہاں سن رکھو کہ اب تمہارا سابقہ مجلس احرار کے سرخپوش دیوانگانِ ختم نبوت سے ہے۔میرے یہ بہادر بیٹے کادیان کی گلی گلی میں حضور کی ختم المرسلینی کے رجز یہ و بہاریہ نغمے الاپیں گے اور غلام مرتضیٰ ،غلام قادر اور غلام احمد کو انگریزوں کی خدمت کے عوض ملے ہوئے جھوٹے وقار کے شیش محل کو چکنا چور کردیں گے۔

مسلمانو! ان پر ہرگز اعتماد نہ کرنا، مرزائی اگر خدانخواستہ مکہ و مدینہ بھی چلے جائیں، وہاں بھی یہ فرنگی کے خیر خواہ اور انگریزی حکومت کے آرزو مند ہوں گے۔انگریز دھوکے باز ایسٹ انڈیا کمپنی کے روپ میں آیا اور ہندوستان کو ہڑپ کر گیا۔اور فرنگی گماشتوں کے منہ میں ہندوستان کا لقمۂ تر دینے والوں میں غلام احمد کا خاندان سرفہرست ہے۔

مرزائیوں کو میں دعوتِ فکر دیتا ہوں، وہ غور وفکر کریں اور اپنے مدعیٔ نبوت اور اس کے خاندان کی فرنگی نوازی دیکھیں کہ یہ انگریز کا درباری نبی کس طرح ہندوستانمیں انگریز افسروں کے دربار میں (۳) اپنی اور اپنے باپ دادا کی خدمات کے حوالے سے اس کو قرب حاصل کرنے کے لیے لجاجت، منت وسماجت اور سراپا حاجت بن کر یقین دہانیاں کراتا ہے۔ظالم تم نے اگر نبوت کا دعویٰ کر ہی لیا تھا اور تم اپنے تئیں نبی بن ہی بیٹھے تھے تو کم از کم اس نام و منصب کا وقار ہی

(۱) محمد امین مرزائی مبلغ تھا، جسے مرزائیوں نے اپنے اندرونی راز اُس کے علم میں آنے پر اُسے قتل کردیا۔

(۲) قادیان ہی کا ایک معزز مسلمان جو مرزائیوں کے ظلم وتشدد کا نشانہ بنا۔

(۳) (حوالہ مجموعہ اشتہارات، حصہ سوم جمع کردہ محمد صادق مطبوعہ بدر پریس کادیان ۱۹۱۲ء ص ۲۴۲ تا صفحہ ۲۶۲

قائم رکھا ہوتا اور فرنگی کی چوکھٹ پر جبہ سائی نہ کرتے، اپنی جبینِ نیاز کو عدو اللہ فرنگی کی خاکِ نجس سے آلودہ نہ کرتے .....

''اے روسیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ہوسکا''

تجھ سے تو سابق کذاب و دجال مدعیان نبوت بہتر تھے جنھوں نے دعوائے نبوت کے بعد مسلمان بادشاہوں کے درباروں کی راہ تک نہ دیکھی۔ ان کا بھی ایک وقار تھا مگر تجھ سا بے حمیت تو خطۂ ارضی پر کوئی دوسرا نہیں۔

''بے دلی ہائی تمنا کہ نہ عبرت ہے نہ ذوق
بے کسی ہائے تماشا کہ نہ دنیا ہے نہ دیں''

میرے علم کے مطابق ماضی میں جتنے بھی جھوٹے مدعیان نبوت خذلہم اللہ گزرے ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی بدزبان اور مخالفین کے لیے مغلظات بکنے والا نہیں گزرا لیکن ایک تم ہو کہ جس نے بدزبانی، بدکلامی، ہذیان سرائی اور سب و شتم کی حد کردی۔ تم اپنے مخالفین کو جنگل کا سور اور ان کی عفت مآب خواتین کو کتیاں کہتے ہو۔ تمہاری کتابوں میں اتنی عفونت اور سڑاند ہے کہ کوئی شریف آدمی ناک پر کپڑا رکھے بغیر انہیں دیکھ نہیں سکتا۔ میں حکومت سے پوچھتا ہوں کہ ایسے غلیظ و متعفن جملے تمہارے پبلشنگ کے ضابطوں کی زد میں نہیں آتے؟ تم نے آج تک ان کتابوں کو ضبط کیوں نہیں کیا؟ کیا یہ کھلم کھلا جانب داری اور مرزائی خاندان کی خدمات کا صلہ نہیں؟

ہمارے مسلمانوں کے اخبارات حکومت پر جائز تنقید کریں تو احرار(۱)، زمیندار(۲)، احسان(۳)، سیاست(۴) فوراً ضبط کر لیے جاتے ہیں۔ ان سے خطیر رقموں کی ضمانتیں لی جاتی ہیں۔ شیخ سعدی پر اللہ کی رحمتیں ہوں انھوں نے بہت خوب کہا ہے:

''چہ مردمانِ حرام زادہ
سنگ ہا را بستہ و سگاں را کشادہ''

یاد رکھو! تمہارا جبر و جور و جفا ہمارا راستہ نہیں روک سکتا۔ تم ہمیں بار بار آزما چکے ہو۔

ان شاء اللہ وہ دن دور نہیں جب تمہارا سورج غروب ہوگا اور تمہارا ٹاٹ لپیٹ دیا جائے گا۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

(*)　۱،۲،۳،۴۔ برصغیر میں مسلمانوں کے مشہور اردو روزنامے

احرار اور قادیانیت کا تعاقب

خطاب: رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمتہ اللہ علیہ
(تحفظ ختم نبوت کانفرنس، قادیان، ۲۳ / مارچ ۱۹۳۴ء)

احرار دنیا میں مٹنے کے لیے نہیں بلکہ ظلم وسرکشی کو صفحۂ دنیا سے مٹانے کے لیے پیدا ہوئے ہیں۔ پس احرار کا دنیا میں ایک ہی کام ہے کہ حق بات کہیں اور خود اس کی پاداش میں دنیا سے مٹ جائیں اور اس فنا کے بعد بقا کا جدید دور شروع ہوتا ہے۔ احرار کے لیے فنا کے درجہ میں بقا کا راز مضمر ہے۔ میں مسلمانوں کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر دنیا میں عزت وآبرو کی زندگی چاہتے ہو تو دنیا کی موت سے بے نیاز ہو جاؤ۔ حکومت بے شک اپنے منافق وفاداروں کو پستول، ریوالور اور دوسری قسم کے ہتھیار ہمارے سینے کو چھلنی کرنے کے لیے دے ہمیں اس کی مطلق پروا نہیں۔ کیوں کہ ہم خوب جانتے ہیں کہ آج ہمارے سینے ان نشانوں کی آماج گاہ بنے ہوئے ہیں تو ایک وقت آنے والا ہے کہ ان گولیوں کا منہ دوسری طرف پھر جائے۔ منافقت ایک عرصہ تک چھپائی جاسکتی ہے لیکن منافقت کا بہت جلد انکشاف ہو جایا کرتا ہے۔ اسلام میں خطرناک فتنہ کھڑا کیا گیا ہے۔ اس حقیقت سے اس وقت تک دنیا بے خبر ہے۔

میرے دادا مرحوم (۱) نے مرزا کی ظاہری شکل وصورت دیکھ کر بتلا دیا تھا کہ یہ شخص عنقریب نہ صرف اسلام بلکہ انسانیت کا دشمن ہوگا۔

میں اس مقدس خاندان کی یادگار ہوں کہ جس نے کشفی طور پر معلوم کر کے حقیقت کا انکشاف فرمایا۔ تمہارا فرض ہے کہ محمود (۲) اور اس کے رفقاء کو پرامن طور پر صراط مستقیم کی طرف بلاؤ اور ان کے سامنے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے دین کو پیش کرو اور اس کے عوض میں تمہارے سر پھوڑے جائیں تو سر پھڑوالو اور اگر تم کو گولی کا نشانہ بنائیں تو سینوں کو کھول دو اور بے تابانہ طور پر موت سے بغل گیر ہو جاؤ۔

خدا کی قسم میں اس بات کا منتظر ہوں کہ قادیان کی گلیوں میں احرار کے رضا کاروں کے خون کی نہریں بہتی ہوں اور میں سمجھ لوں کہ آج میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ اگر میں اپنے مشن کو پورا کرتے ہوئے محمود کے حواریوں کے ہاتھوں خاص قادیان میں قتل کیا جاؤں تو میں اس کو شہادت کبریٰ تصور کروں گا۔ کیا مؤمن کو کوئی موت سے ڈرا سکتا ہے۔ موت تو مؤمن سے ہزاروں کوس دور بھاگتی ہے۔

---

(۱) رئیس الاحرار کے دادا حضرت مولانا محمد لدھیانوی اور ان کے بھائیوں حضرت مولانا عبداللہ لدھیانوی، حضرت مولانا عبدالعزیز لدھیانوی رحمہم اللہ نے علماء ہند میں سب سے پہلے مرزا قادیانی کے کفریہ عقائد پر اس کے خلاف کفر کا فتویٰ دیا۔
(۲) مرزا قادیانی کا بیٹا مرزا بشیر الدین محمود

مجھے اس امر کا اعتراف ہے کہ آئے دن قادیان کے مسلمانوں پر مظالم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے ہیں۔ میں پورے زور سے یقین دلاتا ہوں کہ ان مظلوموں کی آج سے امداد کی جائے گی اور ظالموں کے ہاتھ ٹوٹ جائیں گے۔ اگر قادیان کے کسی مسلمان کی طرف کسی ظالم نے انگلی بھی اٹھائی تو اس ظالم کو قدرت کے خوفناک انتقام سے کوئی طاقت نہ بچا سکے گی۔

مباہلہ بلڈنگ (۱) کو گرایا گیا تو اس کا یہ مطلب ہے کہ دنیا سے اسلام مٹ گیا۔ حاجی محمد حسین کو شہید کیا گیا تو اس کا یہ مطلب ہے کہ مسلمان نیست و نابود ہو گئے۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔ یاد رکھو قادیانی نبوت کے محل کی اینٹیں خود بخود آپس میں ٹکرائیں گی اور دنیا اپنی آنکھوں سے قدرتِ حق کا تماشا دیکھے گی۔

سید غریب شاہ کو مارا ہے تو میں نے سمجھا کہ انھوں نے سید کے لال کو پیٹا ہے۔ اب ان کی موت آ گئی۔ یہ غریب شاہ کی مار کا نتیجہ ہے کہ آج حبیب الرحمٰن تم کو قادیان میں دکھائی دیتا ہے اور اگر وہ ایک آدھے والنٹیر (۲) کو قتل کر دیں تو پھر ان شاء اللہ قادیان میں ہماری حکومت ہوگی۔ قادیان کے مسلمانوں کو محمود کا شکریہ ادا کرنا چاہیے کہ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو یہ دن تم کو نصیب نہ ہوتا۔ ہر روز نبوت کا غلغلہ بلند ہوتا۔

نبوت کی بحث کس سے کرتے ہو جو سرے سے مرزا کو مسلمان ہی نہیں سمجھتے۔ آؤ تم کو یثربی نبوت کا حال سناؤں کہ ریگستانِ عرب کے لق و دق میں انتہا درجہ کی بے چارگی کے عالم میں علمِ توحید بلند کرتا ہے۔ اپنے بیگانے دشمن ہو گئے۔ قتل کے منصوبے کیے گئے اور وطن سے نکلنا پڑا۔

بتلاؤ کسی حکومت سے امداد کی درخواست کی کہ مجھے کفارِ مکہ سے بچاؤ۔ کفارِ مکہ آئے اور انھوں نے کہا کہ جس چیز کی ضرورت ہے لے لو۔ مگر ہمارے بتوں کو برا نہ کہو۔ ہم تمہارے خدا کو برا نہ کہیں گے۔ اگر کوئی ماڈریٹ ہوتا تو کہتا صورت تو بہت اچھی ہے چلو مان جاؤ۔ مگر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میرے دائیں ہاتھ سورج اور بائیں ہاتھ چاند بھی لا کر رکھ دو پھر بھی اعلائے کلمۃ الحق سے باز نہیں آؤں گا۔ یہ ہے شانِ نبوت۔ تم ہی بتلاؤ کہ قادیان کی نوزائیدہ نبوت پولیس کے بغیر کبھی دو قدم بھی باہر چلی ہے۔ ساری عمر کی قید نہیں۔ ایک دن بتلا دو کہ فلاں دن قادیان کی نبوت پولیس سے بے نیاز تھی۔ پس یہ نبوت تو پولیس کے ہاتھ میں ہے۔ جس کو چاہے نبی بنا دے۔ پس جس شخص کا کسی پولیس افسر سے دوستانہ ہو۔ نبوت کا دعویٰ کر دیا کرے۔

یاد رکھو کہ نبی جب کمزور ہوتا ہے تو وہ اپنی بہادری اور شجاعت کا عظیم الشان مظاہرہ دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے اور دنیا کی تمام طاغوتی اور مادی قوتیں سرنگوں ہو جاتی ہیں اور جب وہ طاقت ور ہو جاتا ہے تو دشمنوں تک کے لیے رحیم ہوتا ہے۔

نبی یہ نہیں کرتا کہ قوت حاصل کرنے پر اپنے مخالفوں کو پیس ڈالے اور اس کے ساتھ ساتھ حکومت سے بھی امداد کی درخواست کرے۔ چنانچہ صلح حدیبیہ کا واقعہ اس حالت کا پورا پورا فوٹو ہے کہ پندرہ سو جاں نثار بمعہ جنگی سامان ہم رکاب ہیں۔ دشمن کہتا ہے کہ امسال آپ کو عمرہ کی اجازت نہیں دی جاتی۔ صلح تک نوبت پہنچتی ہے۔ شرائط بظاہر مسلمانوں کے خلاف ہیں۔

(۱) مولانا عبدالکریم مباہلہ کا مکان۔ وہ قادیانیت سے تائب ہو کر مسلمان ہو گئے تھے اور مجلس احرار اسلام کے سرکردہ رہنماؤں میں شمار ہوتے تھے۔ قادیانیوں نے اُن کا مکان مسمار کر دیا۔ اسی طرح کئی مسلمانوں کو بھی شہید کیا۔

(۲) احرار کا باوردی رضا کار

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو غصہ آتا ہے۔ مطالبہ ہوتا ہے کہ محمد رسول اللہ کی جگہ محمد بن عبداللہ لکھا جائے۔ حضرت علیؓ کے انکار کرنے پر خود دستِ مبارک سے ان الفاظ کو کاٹتے ہیں۔ یہ شانِ نبوت کی دریا دلی کہ باوجود طاقت و جبروت کے کائنات عالم کو خونریزی سے بچالیتے ہیں۔ وہ نبوت ہی کیا ہے کہ غیر اللہ سے مدد کی خواہاں ہو۔ نبی تو دنیا کی حکومتوں کے کانسٹی ٹیوشن کو زیروزبر کرکے خدائی قانون رائج کرنے کے لیے آتا ہے۔ میں نے آج ہی پڑھا ہے کہ محمود نے خطبہ میں کہا ہے کہ اب انگریز بھی ہم سے ناراض ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ جب خدا ہی تم سے ناراض ہے تو انگریز اگر ناراض ہوگیا تو کوئی تعجب کی بات نہیں کیوں کہ خدا کبھی کبھی دین کی حمایت کفار سے کرالیا کرتا ہے۔ ہاں جب خداوندانِ لندن ہی ناراض ہوگئے تو وحی کون بھیجے گا۔

خود محمود کو بھی قادیانی نبوت کا حال معلوم ہے۔ وہ خود اپنے ایمانیات کی رو سے مؤمن نہیں۔ اس کو معلوم ہے کہ اگر میں حقیقت کا اعتراف کرلوں تو پیری مریدی کا سسٹم ختم ہوجائے گا۔ محمود لکھتا ہے کہ: ''اے مریدو! تم نے فرانس، جرمنی، یورپ کو فتح کرنا ہے۔'' تو تم سے یہ احراریوں کی جھونپڑی فتح نہیں ہوگی۔ محمود کو شہنشاہِ روس کی حالت پر غور کرنا چاہیے جو کہ دنیا میں ''انا ولا غیری'' کا دعوے دار تھا۔ قدرت نے اس سے ایک زبردست انتقام لیا کہ اس کا خود اپنوں کے ہاتھ سے خاتمہ ہوگیا۔

احراریوں کی جھونپڑی خدا کے فضل و کرم سے یقیناً فتح نہ ہوسکے گی۔ ایسی جھونپڑیوں نے ہی نمرود و شداد اور فرعون جیسی مغرور و سرکش ہستیوں کو جلا کر خاکستر کردیا۔

دنیا نے یہ نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جب قادیانی امت سیاسیات کے میدان میں آئی تو ہم نے سمجھ لیا کہ ان کی موت ان کو دامن سے کھینچ کر میدان میں لے آئی۔ کیوں کہ منافق جب سیاسی میدان میں آتا ہے تو مار کھاتا ہے۔ منافق اور بہادری دو متضاد چیزیں ہیں اور خدا کے فضل و کرم سے احراریوں کی جھونپڑی نے ایسا چاروں شانے چت گرایا کہ قادیانیت کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ فرانس، جرمنی، یورپ فتح کرنے والوں کے بوچڑ خانہ کی جب عین بارہ بجے دن اینٹ سے اینٹ بجائی گئی تو قادیانی امت کے دو آدمی ہمارے پاس پہنچے اور کہا کہ خدا کے لیے تم ہی کچھ کرو تو میں نے کہا کہ بوچڑ خانہ کا بننا اور مسمار ہونا مقدرات سے تھا اور ہم تمہاری ان چالوں کو خوب سمجھتے ہیں۔

میں پھر قادیان کے مسلمانوں کو کہتا ہوں کہ جرأت اور بہادری سے خدا پر بھروسہ رکھتے ہوئے پرامن طور پر علمِ توحید کو بلند کرو۔ میں خوش ہوں گا کہ اس کے صلہ میں تمہارے سر پھوڑے جائیں، تم کو قتل کیا جائے۔ ہمارا جب کوئی والنٹیر شہید ہوتا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ کام کے لیے راستہ کھل گیا۔ شہید الٰہی بخش (۱) کو جب برچھا مارا گیا تو اس نے زور سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا نعرہ مارا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم میں بھی شہید الٰہی بخش جیسا جذبہ پیدا ہوجائے۔ مجلس احرار مرکزیہ کی شاخ قادیان میں قائم ہوچکی ہے۔ اس کی دل کھول کر امداد کرو۔ ایک پرائمری سکول ہونا چاہیے اور اس کے ساتھ تعلیم قرآن کیلیے بھی درس گاہ کی ضرورت ہے۔ ابتدا میں جب مجلس احرار قادیان میں قائم کی گئی تو محمود کی طرف سے اعلان کیا کہ قادیان میں احراریوں کا کوئی دفتر نہیں بتلاؤ آج تم کو معلوم ہوگیا کہ قادیان میں واقعی مجلس احرار کا دفتر قائم ہے۔ قادیانیوں میں اگر اخلاقی جرأت ہوتی تو ہم کو دعوت دیتے کہ ہماری مسجد میں نماز پڑھو اور اپنا جلسہ کرو۔ مگر انھوں نے تو مسلمانوں کی مسجدوں کو مسمار کرنے

(۱) الٰہی بخش شہید چنیوٹ کے احرار کارکن تھے جو تحریک کشمیر ۱۹۳۰ء کے پہلے شہید تھے۔

کا تہیہ کر لیا۔ یہ جگہ جہاں جلسہ گاہ قائم ہے، میں نے سنا ہے کہ سکھوں کی زمین ہے۔ جس پر ہم نے اذان دے کر نمازِ جمعہ ادا کی۔ حالانکہ میں اسلام کی رو سے سکھوں کو کافر سمجھتا ہوں۔ کافروں نے تو اپنی دریا دلی کا ثبوت دیا ہے مگر اسلام کے (نام نہاد اور جھوٹے) واحد علمبرداروں کو یہ توفیق نصیب نہیں ہوئی۔ سچ ہے جو نیکی سکھوں کی قسمت میں لکھی تھی وہ محمود کی قسمت میں کہاں۔

پس میں حکومت کو متنبہ کرتا ہوں کہ وہ وفاداروں کو قانون شکنی سے فوراً روک دیں۔ خانہ ساز ہائی کورٹ اور ڈنڈا فوج (۱) کو توڑ کر رکھ دے۔ میں حیران ہوں کہ ہمارے لیے تو ڈنڈا رکھنا جرم مگر قادیان میں ڈنڈا فوج رہ سکتی ہے اور فوج کے علاوہ عورتوں تک کو چاند ماری سکھلائی جا سکتی ہے۔ اور اگر قانون شکنی جائز ہے اور حکومت خود لوگوں کو قانون شکنی پر مجبور کرنا چاہتی ہے تو اسے گزشتہ واقعات کو یاد رکھنا چاہیے کہ اس کی ایسی روش نے ہی دار ورسن کو بوسہ دینے والے لاکھوں انسان پیدا کر دیئے اور سینکڑوں سولیوں پر چڑھ گئے اور ہزاروں نے اپنے سینے کو گولیوں کا نشانہ بنوا دیا۔ اور اگر یہی لیل ونہار رہے تو اس کا نتیجہ سخت خطرناک ہوگا جس کی ذمہ دار حکومت ہوگی۔

سپاسنامہ میں حکومت کی غفلت کا رونا رویا گیا ہے۔ مسلمانوں کو سمجھ لینا چاہیے۔ نہ تم حکومت کی بے نیازی سے مٹ سکتے ہو اور نہ قادیانی حکومت کی امداد سے زندہ رہ سکتے ہیں جس شخص کی زندگی کا انحصار پولیس کی امداد پر ہو وہ کب تک زندہ رہ سکتا ہے۔ اس کا مٹ جانا مقدرات سے ہے۔ پس اگر تم زندہ رہنا چاہتے ہو تو بے خوف ہو کر کلمۃ الحق کو بلند کرو۔ پولیس اگر اپنے طور پر فرائض کو سمجھے تو جو چاہے انتظام کرے۔ ہم اس کے انتظامی معاملات میں دخل انداز نہیں ہو سکتے۔ اور اگر کہو کہ میں پولیس سے امداد کی درخواست کروں تو یہ سنتِ نبوی کے خلاف ہے۔ میں اسی خداوند عالم سے امداد کی درخواست کروں گا کہ جس نے اس کائنات ارضی وسماوی کو اپنی قدرتِ کاملہ سے پیدا کیا اور جس نے فرعون جیسی مغرور ہستیوں کا سر توڑ کر رکھ دیا۔ آخر میں مسلمانوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جنھوں نے اس گرمی کے موسم میں ہمارا استقبال کیا۔ اس کے بعد پولیس کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری ہے۔ کیوں کہ پولیس سے ہمارا ہمیشہ سے واسطہ چلا آیا ہے۔ میں پولیس کی ایک خوبی کا ضرور معترف ہوں۔ تم تو میری تقریر کے بعد مختلف بولیاں بولو گے کہ مولوی صاحب نے یوں کہا۔ مولوی صاحب نے یوں کہا مگر پولیس میری تقریر حرف بحرف حکومت تک پہنچائے گی۔ پس میں آخری الفاظ میں اپنا پیغام حکومت تک پہنچانا ضروری سمجھتا ہوں کہ ہم قادیان میں کوئی بدامنی پیدا کرنا نہیں چاہتے۔ ہم نے تو بھولے بھٹکے انسانوں کو جہنم کی دہکتی ہوئی آگ سے بچانے کا تہیہ کیا ہوا ہے اور احسن طور پر تبلیغ کریں گے۔ ہم کو تو کشمیر اور کپورتھلہ (۲) کی طرف سے فرصت نہیں مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر کوئی ہم سے الجھنا چاہے تو ہم میدان سے بھاگ جائیں گے۔ ہم میدان سے بھاگنے والے نہیں۔

تقریر کے بعد ایک قادیانی نے حضرت مولانا کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کیا اور دعا کے بعد جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

(مضامین رئیس الاحرار، صفحہ ۸۴ تا ۹۸)

[مجلس احرار اسلام قادیان کے کارکنوں کی طرف سے سپاسنامہ کے جواب میں خطاب]

(۱) قادیانیوں نے قادیان میں اپنی عدالتیں اور فوج بنائی ہوئی تھیں۔

(۲) مجلس احرار کی برپا کردہ تحریک کشمیر اور تحریک کپورتھلہ میں مشغولیت کی طرف اشارہ ہے۔

مسلمان مرزائیوں کے خلاف صف آراء کیوں ہیں؟

مفکرِ احرار چودھری افضل حق رحمۃ اللہ علیہ

☆ ہم اس امتِ مرتدہ کے بحیثیت انسان مخالف نہیں نہ ان کی عزت و آبرو کے دشمن ہیں لیکن ان کے مکر و فریب اور دجل و تلبیس سے بچنا ہم اپنا قدرتی حق سمجھتے ہیں۔

☆ یہ لوگ سیاسی طور پر مسلمانوں کے ساتھ صرف اس لیے رہنا چاہتے ہیں کہ عام مسلمانوں کے حقوق سے فائدہ اٹھائیں۔لیکن ان کا مذہبی اور معاشی مقاطعہ کر کے نہ صرف اپنی علیحدہ قوت تعمیر کرتے بلکہ مسلمانوں کی دینی و ملی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے جرم کا ارتکاب کرتے ہیں۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ خواہ ظلّی ہو یا بروزی نہ صرف اسلام پر ضرب کاری کی حیثیت رکھتا ہے بلکہ مسلمانوں میں انتشارِ عظیم پیدا کرنے کا بھی باعث ہے۔

☆ یہ لوگ برٹش امپریلزم کے کھلے ایجنٹ ہیں۔

☆ مسلمانوں میں ففتھ کالم کے طور پر کام کرتے ہیں۔

☆ ان کا وجود مسلمانوں کی داخلی زندگی کے لیے اسرائیل سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔

☆ انگریزوں نے مرزائیوں سے مسلمان ملکوں کی جاسوسی کا کام لیا ہے۔

☆ انھوں نے انگریزوں کی غلامی کے لیے نبوت کا ذبہ کا کھٹ راگ رچا کر الہام کی زبان میں سند مہیا کی ہے۔

☆ انھیں مسلمانوں کی جمعیت سے حذف کرنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ ان کا وجود نہ صرف مسلمانوں کے تمام فرقوں کی نظر میں خارج از اسلام ہے بلکہ ان کی اپنی تحریروں میں درج ہے کہ یہ اپنے سوا تمام مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہیں۔جب یہ تمام مسلمانوں کو مسلمان ہی نہیں سمجھتے تو پھر مسلمانوں میں شامل رہنے پر مصر کیوں ہیں؟

☆ انھوں نے مسلمانوں کی مقدس مصطلحات کو اپنے حاشیہ برداروں اور اپنے گماشتوں پر استعمال کر کے نہ صرف ان الفاظ کی قدر و قیمت کو ہلکا کیا ہے بلکہ اس تقدس اور پاکیزگی کو بھی عاجز کیا ہے جو ان الفاظ اور مصطلحات سے وابستہ ہیں۔جو مسلمان اس امتِ مرتدہ کو مسلمانوں کا جز و خیال کرتے ہیں اور ان کے وسائل سے مرعوب ہو کر اس تحریک کو محض احرار کی تحریک سے تعبیر کرتے ہیں وہ اسلام اور نفسِ اسلام کے تقاضوں کو نہیں سمجھتے۔ان کے نزدیک اسلام بھی دوسرے مذاہب کی طرح انسان کا ذاتی معاملہ ہے اور یہی وہ نقطۂ نگاہ ہے جس سے مرزائیت کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔

اقبال، عقیدۂ ختم نبوت اور قادیانیت

مرتب: سید عطاء المنان بخاری

ختم نبوت:

''اور باتوں کے علاوہ ختم نبوت کا مطلب یہ ہے کہ روحانی زندگی میں جس کے انکار کی سزا جہنم ہے، ذاتی سند ختم ہو چکی ہے۔'' (لائٹ کے جواب میں)

☆☆☆

''ختم نبوت کے معنی یہ ہیں کہ کوئی شخص بعدِ اسلام اگر یہ دعویٰ کرے کہ مجھ میں ہر دو اجزاءِ نبوت کے موجود ہیں یعنی یہ کہ مجھے الہام وغیرہ ہوتا ہے اور میری جماعت میں داخل نہ ہونے والا کافر ہے تو وہ شخص کاذب ہے اور واجب القتل۔ مسیلمہ کذاب کو اسی بنا پر قتل کیا گیا تھا۔'' (علامہ اقبال کا خط بنام نذیر نیازی، مطبوعہ طلوع اسلام، اکتوبر ۱۹۳۵ء، انوارِ اقبال، مرتبہ بشیر احمد ڈار، صفحہ ۴۵، ۴۶، اصل عکس)

☆☆☆

''فرمایا: ''الیوم اکملت لکم دینکم'' کے بعد اجرائے نبوت کی کوئی گنجائش نہیں رہ جاتی۔ قادیانی اسلاف کی تحریروں کو محرف کر دیتے ہیں۔'' (خضر تمیمی، ملفوظات)

عقیدۂ ختم نبوت:

''ختم نبوت اسلام کا ایک نہایت اہم اور بنیادی تصور ہے۔ اسلام میں نبوت چونکہ اپنے معراجِ کمال کو پہنچ گئی۔ لہٰذا اس کا خاتمہ ضروری ہو گیا۔ اسلام نے خوب سمجھ لیا تھا کہ انسان سہاروں پر زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ اس کے شعورِ ذات کی تکمیل ہو گی تو یوں ہی کہ وہ خود اپنے وسائل سے کام لینا سیکھے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اگر دینی پیشوائی کو تسلیم نہیں کیا یا موروثی بادشاہت کو جائز نہیں رکھا یا بار بار عقل اور تجربے پر زور دیا، عالمِ فطرت اور عالمِ تاریخ کو علمِ انسانی کا سرچشمہ ٹھہرایا تو اس لیے کہ ان سب کے اندر یہی نکتہ مضمر ہے۔ یہ سب تصورات خاتمیت ہی کے مختلف پہلو ہیں۔ ہم نے ختم نبوت کو مان لیا تو گویا یہ عقیدہ بھی مان لیا کہ اب کسی شخص کو اس دعوے کا حق نہیں پہنچتا کہ اس کے علم کا تعلق چونکہ کسی مافوق سرچشمہ سے ہے۔ لہٰذا ہمیں اس کی اطاعت لازم آتی ہے۔ خاتمیت کا تصور ایک طرح کی نفسیاتی قوت ہے، جس سے اس قسم کے دعووں کا قلع قمع ہو جاتا ہے۔'' (پانچواں خطبہ، تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ، صفحہ ۱۹۳۔ ۱۹۵)

قادیانی:

''فرمایا: ''قادیانی تحریک نے مسلمانوں کے ملّی استحکام کو بے حد نقصان پہنچایا ہے۔ اگر استیصال نہ کیا گیا تو آئندہ شدید نقصان پہنچے گا۔'' (عبدالرشید طارق، ملفوظات)

☆☆☆

''خضر تمیمی اور غلام مصطفیٰ تبسم حاضر ہوئے۔ علامہ نے آں ز ایراں بود و ایں ہندی نژاد...... کی شرح کرتے ہوئے غلام احمد قادیانی کا ذکر کیا اور فرمایا: ''اس کی شخصیت نفسیاتی مطالعہ کے لیے بہت موزوں ہے۔'' عرض کیا، آپ سے بڑھ کر کون تجزیہ نفسی کر سکتا ہے۔

فرمایا: ''خرابی صحت مانع ہے۔ کوئی نوجوان آمادہ ہو تو میں رہنمائی کر سکتا ہوں۔''

پھر ان نقصانات کو گنوایا جو قادیانیت کو صحیح تسلیم کرنے کی صورت میں برداشت کرنے پڑے ہیں۔

فرمایا: ''قادیانیت اسلام کی تیرہ سو سال کی علمی اور دینی ترقی کے منافی ہے۔'' (ملفوظات)

قادیانیت، یہودیت کی طرف رجوع ہے:

''اس کا حاسد خدا کا تصور کہ جس کے پاس دشمنوں کے لیے لاتعداد زلزلے اور بیماریاں ہوں، اس کا نبی کے متعلق نجومی کا تخیل اور اس روحِ مسیح کے تسلسل کا عقیدہ وغیرہ۔ یہ تمام چیزیں اپنے اندر یہودیت کے اتنے عناصر رکھتی ہیں گویا یہ تحریک ہی یہودیت کی طرف رجوع ہے۔'' (حرفِ اقبال، ص ۱۵۵، لطیف احمد شیروانی / اقبال اور قادیانی، ص ۴۲، نعیم آسی)

قادیانیت:

''مسلمان عوام کو صرف ایک چیز قطعی طور پر متاثر کر سکتی ہے اور وہ ربانی سند ہے۔ احمدیت نے اس الہامی بنیاد کو فراہم کیا اور اس طرح جیسا کہ اس کا دعویٰ ہے، برطانوی شہنشاہیت کی سب سے بڑی خدمت ہے جو اس نے سرانجام دی ہے۔'' (قادیانیت اور اسلام)

☆☆☆

''قادیانیوں کی تفریق کی پالیسی کے پیشِ نظر جو انھوں نے مذہبی اور معاشرتی معاملات میں ایک نئی نبوت کا اعلان کر کے اختیار کی ہے، خود حکومت کا فرض ہے کہ قادیانیوں اور مسلمانوں کے بنیادی اختلافات کا لحاظ رکھتے ہوئے آئینی قدم اٹھائے (یعنی مسلمانوں سے انھیں الگ کر دے) اور اس کا انتظار نہ کرے کہ مسلمان کب مطالبہ کرتے ہیں۔''

(سٹیٹس مین کے نام خط، مطبوعہ ۱۰ر جون ۱۹۳۵ء)

اسلام اور وطن کے غدار:

''میں اپنے ذہن میں اس اَمر کے متعلق کوئی شبہ نہیں پاتا کہ احمدی (قادیانی) اسلام اور ہندوستان (تب ہندوستان ایک تھا) دونوں غدار ہیں۔''

(تھاٹس اینڈ ریفلیکشنز آف اقبال، ص ۳۰۶، سید عبدالوحید/ اقبال اور قادیانی، ص ۳۸، نعیم آسی)

قادیانی...... گستاخِ رسول:

''میں ذاتی طور پر اس تحریک (قادیانیت) سے اُس وقت بیزار ہوا تھا جب ایک نئی نبوت...... بانیٔ اسلام کی نبوت سے اعلیٰ تر نبوت...... کا دعویٰ کیا گیا اور تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیا گیا۔ بعد میں یہ بیزاری بغاوت کی حد تک پہنچ گئی۔ جب میں نے (قادیانی) تحریک کے ایک رکن کو اپنے کانوں سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نازیبا کلمات کہتے سنا۔ درخت جڑ سے نہیں، پھل سے پہچانا جاتا ہے۔'' (قادیانی ہفت روزہ ''سن رائز'' لاہور کے جواب میں/ حرفِ اقبال، ص ۱۲۲، لطیف احمد شیروانی/ اقبال اور قادیانی، ص ۱۸۳، نعیم آسی)

قادیانی...... غیر مسلم:

''ہمیں قادیانیوں کی حکمتِ عملی اور دنیائے اسلام سے متعلق اُن کا رویہ کو فراموش نہیں کرنا چاہیے۔ بانیٔ تحریک نے ملتِ اسلامیہ کو سڑے ہوئے دودھ سے تشبیہ دی تھی اور اپنی جماعت کو تازہ دودھ سے اور اپنے مقلدین کو ملتِ اسلامیہ سے میل جول رکھنے سے اجتناب کا حکم دیا تھا۔ علاوہ بریں اُن کا بنیادی اصولوں سے انکار، اپنی جماعت کا نیا نام (احمدی)، مسلمانوں کی قیامِ نماز سے قطع تعلق، نکاح وغیرہ کے معاملات میں مسلمانوں سے بائیکاٹ اور ان سب سے بڑھ کر یہ اعلان کہ دنیائے اسلام کافر ہے، یہ تمام امور قادیانیوں کی علیحدگی پر دال ہیں...... ملتِ اسلامیہ کو اس مطالبہ کا پورا حق حاصل ہے کہ قادیانیوں کو علیحدہ کر دیا جائے۔ اگر حکومت نے یہ مطالبہ تسلیم نہ کیا تو مسلمانوں کو شک گزرے گا کہ حکومت اس نئے مذہب کی علیحدگی میں دیر کر رہی ہے۔'' (''اسٹیٹسمین کے جواب میں'' سے ایک اقتباس۔ ۱۰/ جون ۱۹۳۵ء)

استدلال اور سند:

''جو ممالک تمدن کی ابتدائی منزلوں میں ہوں، وہاں استدلال سے زیادہ سند کا اثر ہوتا ہے۔ پنجاب میں مبہم دینیاتی عقائد کا فرسودہ جال اس سادہ لوح دہقان کو آسانی سے مسخر کر لیتا ہے جو صدیوں سے ظلم وستم کا شکار ہے۔ مسلمانوں کے مذہبی تفکر کی تاریخ میں احمدیت کا وظیفہ ہندوستان کی موجودہ سیاسی غلامی کی تائید میں الہامی بنیاد فراہم کرتا ہے۔'' (بہ جواب نہرو)

احمدیت کے اداکار:

''تمام ایکٹر جنھوں نے احمدیت کے ڈرامے میں حصہ لیا ہے، وہ زوال اور انحطاط کے ہاتھوں میں محض سادہ لوح کٹھ پتلی بنے ہوئے ہیں۔'' (بہ جواب نہرو)

سیاسی بول چال:

''ہمیں قادیانیوں کے رویہ اور دنیائے اسلام سے متعلق ان کی حکمت عملیوں کو فراموش نہیں کرنا چاہیے۔ جب قادیانی مذہبی اور معاشرتی معاملات میں علیحدگی کی پالیسی اختیار کرتے ہیں تو پھر سیاسی طور پر مسلمانوں میں شامل ہونے کے لیے کیوں مضطرب ہیں؟''

ہندوستانی پیغمبر:

''قادیانی جماعت کا مقصد پیغمبر عرب کی امت سے ہندوستانی پیغمبر کی امت تیار کرنا ہے۔''

(پنڈت جواہر لعل کے مضامین مطبوعہ ''ماڈرن ریویو'' کا جواب'')

قادیانی اتحاد:

''چودھری صاحب جب کبھی موقع پاتے قادیانی سیاست پر کوئی نہ کوئی فقرہ چست کر دیتے۔ حضرت علامہ کی طبیعت پر بھی بیان کے ردّ وکد سے جو بار پڑا تھا دور ہو چکا تھا۔ ایک مرتبہ چودھری صاحب کہنے لگے: ''مزے کی بات تو یہ ہے کہ اہل قادیان اگرچہ عقیدۃً ہمیں کافر سمجھتے ہیں مگر اس کے باوجود اتحاد کے بھی خواہش مند ہیں۔ وہ کہتے ہیں ہم سب کو ایک ہو جانا چاہیے، اس لیے کہ ہندو بہر حال ہم سب کو ایک سمجھتے ہیں۔''

حضرت علامہ نے فرمایا: ''یہ خوب منطق ہے۔ اسلام کی بنا پر تو ہم ایک ہیں، نہ ایک ہو سکتے ہیں، البتہ ایک ہیں اور ہو سکتے ہیں تو ہندوؤں کے اس کہنے پر کہ ہم سب مسلمان ہیں۔'' (یہ اس زمانے میں قادیان کی عام منطق تھی)

ارشاد ہوا: ''دراصل ان کا مطلب یہ ہے کہ ہم تو قادیانیوں کا مسلمان ہونا تسلیم کر لیں، البتہ وہ ہمیں برابر کافر سمجھتے رہیں۔ یہ کیا خوب بنائے اتحاد ہے۔'' اس پر ہم سب کو ہنسی آ گئی۔'' (''اقبال کے حضور'' از سید نذیر نیازی)

سر ظفر اللہ کا وجود؟

''چودھری ظفر اللہ خاں صاحب (قادیانی) کا ذکر آ گیا تو آپ (علامہ اقبالؒ) نے فرمایا کہ چودھری صاحب اور سر فضل حسین صاحب کے ذریعے حکومتِ برطانیہ نے پراونشل آٹانومی کی روح نکال لی۔ مؤخر الذکر کے متعلق آپ نے فرمایا کہ ان کا وجود ہمیشہ مسلمانوں کے لیے باعثِ مضرت رہا ہے اور وقت آ رہا ہے کہ ان کی مذعومہ اسلام دوستی اور مسلم نوازی کے بے حقیقت راز سے پردہ اٹھ جائے۔''

(''اقبال کے حضور میں'' از خواجہ عبد الوحید، نقوش، لاہور، اقبال نمبر حصہ دوم، دسمبر ۱۹۷۷ء)

مرزا قادیانی کا دعویٰ نبوت؟

سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

محسنِ احرار ابن امیرِ شریعت سید عطاء المحسن بخاریؒ نے ۱۹۸۷ء میں یو کے ختم نبوت مشن کی دعوت پر برطانیہ کا دورہ کیا۔ اسی سفر میں آپ نے یہ تحقیقی مضمون قلم بند کیا جو اپنی اہمیت کے پیشِ نظر ہدیۂ قارئین ہے۔ (ادارہ)

مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریکِ اجراءِ نبوت اور ارتداد پر اب تک اتنا کچھ لکھا جاچکا ہے کہ اسے پڑھنے کے لیے بھی ایک مدت چاہیے۔ مگر نئے دور کے مرزائی سابقہ مرزائیوں سے کچھ مختلف ہیں۔ انھیں اگر کہا جائے کہ تم مرزائی کیوں ہو؟ تو کہتے ہیں ہم تمھاری طرح مسلمان ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ ہم مرزا صاحب کو ریفارمر، مصلح اور مسیح موعود مانتے ہیں۔ اس کا جواب دیا جائے کہ غلام احمد نے تو نبوت کا دعویٰ تھا اور یہ امتِ مسلمہ کا متفقہ عقیدہ ہے کہ حضور آخر الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہر وہ شخص جو نبوت کا دعویٰ کرے گا، وہ نہ صرف یہ کہ کافر ہے بلکہ مرتد ہے۔ اس کو نبی ماننے والا بھی کافر مرتد، دائرہ اسلام سے خارج ہے اور اگر دنیا میں کہیں بھی خالص دینی حکومت قائم ہو جائے تو اس میں مرتد کی سزا قتل ہوگی تو مرزائی حضرات یہ سن کر ہنس دیتے ہیں اور مسلمان بھائیوں کا مذاق اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم مسلمان جھوٹ بولتے ہو۔ یہ احرار کے کارکن اور مبلغین احرار بھی جھوٹ بولتے ہیں اور مرزا غلام احمد پر دعویٰ نبوت کا الزام و بہتان لگاتے ہیں حالانکہ مرزا نے نبوت کا دعویٰ ہرگز نہیں کیا۔ بعض مرزائی اس بات پر ''سچے'' ہوتے ہیں کیونکہ انھوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابوں کا مطالعہ نہیں کیا ہوتا۔ ان کو تو صرف مرزائیوں کی ''سوشل سروس'' نے متأثر کیا ہوتا ہے کہ وہ مالی مدد کرتے ہیں کنواروں اور بے روزگاروں کی نوکری اور شادی تک کا بندوبست کر دیتے ہیں۔ لہٰذا وہ انھیں سچا مسلمان جانتے اور مانتے ہیں۔ ہر چند کہ بعض نئے نئے پھنسنے والوں کے ساتھ مرزائیوں کا سلوک نہایت اچھا ہوتا ہے مگر وہ انھیں کس سمت لے جانا چاہتے ہیں؟ یہ عام مسلمانوں اور نئے نئے ہونے والے مرزائیوں کو معلوم نہیں ہوتا۔ میں نے عام مسلمانوں اور مرزائیت کے دامِ ارتداد میں نئے گرفتار ہونے والوں کی اصلاح کے لیے چند سطور لکھی ہیں۔ ہدایت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔ دعاء گو ہوں وہ ہادیِ مطلق ایسے تمام لوگوں کو امام الانبیاء سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت، رسالت اور ختمِ نبوت پر مضبوط ایمان و یقین عطاء فرمائے اور آخرت میں جہنم کے عذاب سے بچائے...... آمین

ملاحظہ ہو مرزا غلام احمد قادیانی کی مرحلہ وار نبوت:

''ماسوا اس کے اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ عاجز خدا تعالیٰ کی طرف سے اس امت کے لیے محدَّث (۱) ہوکر آیا ہے اور محدَّث بھی ایک معنی سے نبی ہوتا ہے۔ (۲) گو اس کے لیے نبوتِ تامہ (پوری) نہیں مگر تاہم جزئی طور پر وہ ایک نبی ہی ہے (۳) کیونکہ وہ خدا تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے، امورِ غیبیہ اس پر ظاہر کیئے جاتے (۴) اور رسولوں اور نبیوں کی وحی کی طرح اس کی وحی کو بھی دخلِ شیطان سے منزہ کیا جاتا ہے (۵) اور مغزِ شریعت اس پر کھولا جاتا ہے اور بعینہٖ انبیاء کی طرح مامور ہوکر آتا ہے (۶) اور انبیاء کی طرح اس پر فرض ہوتا ہے کہ اپنے تیئں بآواز بلند ظاہر کرے (۷) اور اس سے انکار کرنے والا ایک حد تک مستوجبِ سزا ٹھہرتا ہے۔ (۸) اور نبوت کے معنیٰ بجز اس کے کچھ نہیں کہ امورِ متذکرۂ بالا اس میں پائے جائیں'' (۱)

مرزائی حضرات اس عبارت کو ظاہر و باطن کی آنکھیں کھول کر پڑھیں اور خوب غور کرنے کے بعد یہ تجزیہ بھی ملاحظہ کریں:

۱...... پہلے تو مرزا جی نے محدَّث ہونے کا دعویٰ کیا۔

۲...... پھر محدَّث کو نبی کہا (یعنی مرزا جی نبی ہیں)

۳...... پھر علمِ غیب پر اطلاع کا دعویٰ کیا (مرزا صاحب عالم الغیب ہیں)

۴...... محدَّث کی معلومات کو وحی الٰہی کہا (مرزا صاحب کی معلومات اللہ کی وحی ہیں)

۵...... پھر محدَّث کی معلومات کو رسولوں اور نبیوں کی وحی جیسی وحی کہا (مرزا غلام احمد پر رسولوں اور نبیوں کی طرح وحی آتی ہے)

۶...... پھر محدَّث کی معلومات کو رسولوں اور نبیوں کی وحی جیسی وحی کہا (مرزا غلام احمد مأمور من اللہ رسولوں کی طرح ہے)

۷...... پھر بعینہٖ انبیاء کی طرح اظہار و اعلان کو واجب قرار دیا (یعنی مرزا صاحب پر اعلانِ رسالت فرض ہے)

۸...... اور غلام احمد کو محدَّث نبی و رسول نہ ماننے والوں کو سزا کا مستحق قرار دیا۔

اب دوبارہ اس عبارت کو پڑھیں، خوب غور و فکر کریں۔ میں یہ فیصلہ آپ کی دیانت پر چھوڑتا ہوں اور پوچھتا ہوں کیا اس گفتگو میں اور نبوت کے دعویٰ میں کچھ فرق رہ گیا؟ مرزائی حضرات پر حجت پوری کرنے کے لیے ایک اور حوالہ مرزا جی کی بولیوں میں سے درج کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو

''لوگوں نے میرے قول کو نہیں سمجھا اور کہہ دیا کہ یہ شخص نبوت کا مدعی ہے اور اللہ جانتا ہے کہ ان کا قول قطعاً جھوٹ ہے جس میں سچ کا شائبہ نہیں اور نہ اس کی کوئی اصل ہے۔ ہاں! میں نے یہ ضرور کہا ہے کہ محدَّث میں تمام اجزاءِ نبوت پائے جاتے ہیں لیکن بالقوۃ' بالفعل نہیں۔ تو محدَّث بالقوۃ نبی ہے'' (۲)

ملاحظہ کیا جناب آپ نے، مرزا جی کیا کہہ رہے ہیں؟ مرزا جی کہتے ہیں کہ جو شخص یہ کہے کہ غلام احمد نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے وہ جھوٹا ہے لیجیے ملاحظہ ہو کہ کون جھوٹا ہے:

۱...... ''محدَّث میں نبوت کے تمام اجزاء پائے جاتے ہیں۔''

(محدث میں نبی کی تمام خصوصیات موجود ہوتی ہیں لہٰذا غلام احمد میں نبوت کے سارے اجزاء موجود ہیں)

۲...... ''محدَّث میں تمام اجزاء بالقوۃ ہوتے ہیں بالفعل نہیں''

۳...... ''محدَّث بالقوہ نبی ہوتا ہے''

(چونکہ غلام احمد محدَّث ہے اور محدَّث میں نبوت کے تمام اجزاء موجود ہوتے ہیں لہٰذا غلام احمد میں تمام اجزاء نبوت موجود ہیں اور محدَّث میں یہ تمام اجزاء بالقوۃ ہوتے ہیں، بالفعل نہیں لہٰذا غلام احمد بالقوۃ اجزاءِ نبوت کا مالک ہے اور چونکہ محدث بالقوۃ نبی ہوتا ہے لہٰذا غلام احمد بالقوۃ نبی ہے مگر انبیاء اور رسولوں والا عمل نہیں ہوسکتا)

یہ بات بہت قابلِ غور وفکر ہے کہ نبوت کا یہ ارتقائی عمل مرزا جی کی بالکل ذاتی تخلیق ہے مگر نہایت مکارانہ تخلیق ہے پہلے محدَّث، جو نبوت کے بعض جزا اپنے اندر رکھتا ہے پھر ایسا محدث جس میں نبوت کے تمام اجزاء پائے جاتے ہیں مگر بالقوۃ، بالفعل نہیں ہوتے۔ پھر وہ محدّث ایسا جو نبی تو ہے مگر بالقوۃ نبی ہے صرف اتنی کسر باقی رہ گئی کہ وہ انبیاء کی طرح احکام نہیں نافذ کرتا، یعنی بالفعل نہیں۔ لیجئے وہ حد بھی مرزا قادیانی نے توڑ ڈالی۔ مرزائی حضرات پر تعجب اور افسوس ہے کہ وہ غلام احمد کو مانتے تو ہیں مگر اپنے پیارے مرزا جی کی تحریر کا مطالعہ کرنے سے گریز کرتے ہیں ذرا انکی اس دماغی حالت کا اندازہ تو لگائیں جس کی تفصیل ان کی تحریروں میں جا بجا بکھری دکھائی دیتی ہے۔ یہی دو عبارتیں نہیں جو مرزا جی کی خرابیٔ فکر پر گواہ ہیں۔ ایسی سیکڑوں عبارتیں ہیں جن میں غلام احمد کا یہ متفقہ نقشہ ابھرا ابھرا صاف نظر آتا ہے۔ ملاحظہ ہو مرزا جی کی اچھوتی بانکی۔

پہلے کہا میں محدَّث ہوں پھر کہا میں جزئی نبی ہوں پھر کہا مکمل نبی ہوں اور کہا کہ مکمل نبی مگر بالقوۂ بالفعل نہیں ......لیکن دیکھئے کتنی ڈھٹائی سے مرزا جی مدعی ہیں:

> ''جس بنا پر میں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں وہ صرف اسی قدر ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی ہم کلامی سے مشرف ہوں اور میرے ساتھ بکثرت بولتا اور کلام کرتا ہے اور میری باتوں کا جواب دیتا ہے۔ بہت سی غیب کی باتیں میرے پر ظاہر کرتا ہے اور آئندہ زمانوں کے وہ راز میرے پر کھولتا ہے کہ جب تک انسان کو اس کے ساتھ خصوصیت کا قرب نہ ہو، دوسرے پر وہ اسرار نہیں کھولتا اور انہی امور کثرت کی وجہ سے اس نے میرا نام نبی رکھا۔ سو میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیوں انکار کر سکتا ہوں۔ میں اس پر قائم ہوں اس وقت تک جو اس دنیا سے گزر جاؤں۔'' (۳)

مرزا جی تو مرتے دم تک نبوت کے دعویٰ پر اڑے رہے مگر مرزائی چلاتے ہیں کہ اس نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ کیا مرزائی سچے ہیں یا مرزا جی؟ یہ تو ان کے مکر وفریب کا سلسلہ ہے اس سلسلہ کی آخری کڑی بھی ملاحظہ ہو۔ غلام احمد نہ صرف یہ کہ نبی ہونے کا مدعی ہے بلکہ اب وہ رسول ہونے کا دعویٰ بھی کرتا ہے۔ یعنی صاحب شریعت بھی ہے کیونکہ یہ بات

تمام امتِ مسلمہ کا متفقہ عقیدہ ہے کہ رسول کہتے ہی اس کو ہیں جونئی شریعت لائے اب مرزا جی کی بولی ٹھولی ملاحظہ ہو:

''سچا خدا وہی ہے جس نے قادیانی میں اپنا رسول بھیجا'' (۴)

اب بھی مرزائی ہم پر اعتراض کر سکتے ہیں کہ ہم مجلس احرار اسلام کے کارکن مرزا جی پر تہمت لگاتے ہیں؟ کیا کوئی کسر باقی رہ گئی ہے اس بات کے ثابت کرنے میں کہ غلام احمد نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟ صرف نبوت نہیں بلکہ رسالت کا بھی دعویدار ہے اللہ تعالیٰ مرزائیوں کے جال میں پھنسنے والے مسلمانوں اور مرزائیوں کو ہدایت دے اور ان کے لیے ہدایت آسان بنائے۔آمین! لیجئے اب ایک اور حوالہ ملاحظہ ہو جس میں غلام احمد کو محدَّث نبی اور رسول نہ ماننے والوں کو ''شیطان'' کہا گیا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی توہین اور امتِ مسلمہ کو گالی:

''اور خدا تعالیٰ نے اس بات کو ثابت کرنے کیلیے کہ میں اس کی طرف سے ہوں، اس قدر نشان دکھلائے ہیں کہ وہ ''ہزار نبی'' پر بھی تقسیم کئے جائیں تو ان کی بھی ان سے نبوت ثابت ہوسکتی ہے......لیکن پھر بھی جو لوگ انسانوں میں سے شیطان ہیں وہ نہیں مانتے۔'' (۵)

مرزا صاحب نے ظلم کی حد کر دی، شرافت کی تمام حدیں توڑ دیں۔افسوس، صد ہزار افسوس!

غلام احمد قادیانی کی سابقہ عبارتوں کو آپ نے ملاحظہ کیا ان پر غور و فکر کرنے سے جو نتائج کھل کر سامنے آتے ہیں اور جو تضادات ابھرتے ہیں آپ انصاف کی نظر سے انہیں ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں مرزا غلام احمد کس قدر متضاد گفتگو کرتا ہے۔پہلی بات کہنے کے بعد وہ بھول جاتا ہے کہ اس نے کیا کہا اور دوسری بات زیادہ کافرانہ اداؤں سے کہہ جاتا ہے

(۱) مرزا غلام احمد محدَّث ہے۔

(۲) محدَّث جزئی نبی ہوتا ہے۔

(۳) غلام احمد جزئی نبی ہے۔

(۴) محدَّث میں تمام اجزاءِ نبوت پائے جاتے ہیں۔

(۵) غلام احمد میں تمام اجزاءِ نبوت پائے جاتے ہیں۔

(۶) میں نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔

(۷) میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں۔

(۸) جو شخص یہ کہتا ہے کہ میں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے وہ جھوٹا ہے۔

(۹) انسانوں میں سے شیطان مجھے نبی نہیں مانتے۔

(۱۰) محدَّث پر رسولوں اور نبیوں کی طرح وحی نازل ہوتی ہے۔

(۱۱) غلام احمد پر رسولوں اور نبیوں کی طرح وحی نازل ہوتی ہے۔

(۱۲)　محدّث بالقوۃ نبی ہوتا ہے۔

(۱۳)　غلام احمد بالقوۃ نبی ہے۔

(۱۴)　محدّث مأمور من اللہ ہوتا ہے۔

(۱۵)　غلام احمد مامور من اللہ ہے۔

(۱۶)　محدّث بالفعل نبی نہیں ہوتا۔

(۱۷)　غلام احمد بالفعل نبی نہیں ہے۔

(۱۸)　محدّث پر اعلان و اظہار، نبی و رسول کی طرح فرض ہوتا ہے۔

(۱۹)　غلام احمد پر اپنے وجود کا اظہار نبیوں کی طرح فرض ہے۔

(۲۰)　جو محدّث کو نہ مانے وہ سزا کا مستوجب ہے۔

(۲۱)　جو غلام احمد کو نہ مانے وہ سزا کا مستحق ہے۔

(۲۲)　سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں رسول بھیجا۔

کس قدر خوفناک لب ولہجہ ہے اس شخص کا ایک سانس میں کتنی باتیں کہہ ڈالتا ہے۔ سننے اور پڑھنے والا اگر اللہ کی طرف سے ہدایت پر قائم نہ ہو اور صراطِ مستقیم پر گامزن ہو ہو تو یہ شخص فوری زہرِ قاتل پلا دیتا ہے اور ایک ہی منہ سے متضاد باتیں کہنے میں بری طرح پھنس جاتا ہے ''میں نبی نہیں، جو مجھے نبی نہیں مانتا' وہ شیطان ہے، جو مجھے نبی کہتا ہے وہ جھوٹا ہے'' آخر یہ کیا گفتگو ہے......؟ کیا یہ معقول اور صحیح الفکر آدمی کی گفتگو ہے......؟ اور کیا یہ نبوت کا دعویدار نہیں......؟

مرزائیوں سے آخری بات:

ہم نے اپنی طرف سے اپنی عقل کے مطابق آپ کو سمجھانے کی شرعی حجت پوری کر دی ہے۔ مانیں نہ مانیں سمجھیں نہ سمجھیں، یہ آپ کی مرضی ہے......!　　　(مارچ ۱۹۸۹ء)

حواشی

(۱)......بحوالہ ''قادیانی مذہب'' ص ۱۵۰، پانچواں ایڈیشن۔ ''توضیح مرام'' ص ۱۸ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی مطبوعہ قادیان

(۲)......بحوالہ ''قادیانی مذہب'' ص ۱۴۹ ''حمامۃ البشریٰ'' ص ۹۹، مصنفہ مرزا غلام احمد، مطبوعہ قادیان

(۳)......بحوالہ ''قادیانی مذہب'' ص ۱۸۲، خط مرزا غلام احمد قادیانی بنام ''اخبار عدم لاہور'' ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء

(۴)......''دافع البلاء'' ص ۱۰، مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی بحوالہ ''قادیانی مذہب'' ص ۱۸۲۔

(۵)......''چشمۂ معرفت'' ص ۳۱۷، مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی بحوالہ ''قادیانی مذہب'' ص ۱۸۲، ۱۸۳۔

قادیانیوں کی درپردہ مہم

مولانا زاہدالراشدی

اخباری اطلاعات کے مطابق انڈ نیشیا کے دارالحکومت جکارتہ میں ہزاروں مسلمانوں نے صدارتی محل کے باہر مظاہرہ کیا اور حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ ملک میں قادیانیوں کی سرگرمیوں پر پابندی عائد کی جائے۔ خبر میں بتایا گیا ہے کہ اس سے قبل ایک حکومتی پینل کی طرف سے بھی یہ تجویز آچکی ہے کہ خلافِ اسلام عقائد کی وجہ سے قادیانیوں پر پابندی عائد کی جانی چاہیے جب کہ قادیانی جماعت کی طرف سے کہا گیا ہے کہ انھیں دوسری کمیونیٹیز کی طرح انڈونیشیا کے دستور کے مطابق تحفظ حاصل ہے لیکن مسلم اکثریت کے ممالک میں انھیں اس سلسلہ میں پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

قادیانی اس سال دنیا بھر میں اپنے مذہب کی صدسالہ تقریبات منانے میں مصروف ہیں۔ اس حوالہ سے کہ ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کو قادیانی مذہب کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی کا لاہور میں انتقال ہوگیا تھا اور اس کے بعد قادیانی مذہب کو ایک صدی مکمل ہوگئی ہے۔ قادیانیوں کی یہ صدسالہ تقریبات دنیا کے مختلف حصوں میں منعقد کی جارہی ہیں اور انھیں یہ شکوہ ہے کہ پاکستان میں ان کی سرگرمیوں پر پابندی کی وجہ سے انھیں ایسی تقریبات منعقد کرنے میں دشواری پیش آرہی ہے۔

جہاں تک قادیانیوں کے مذہب کے ایک سوسال مکمل ہونے کا تعلق ہے، یہ بات تاریخی طور پر درست ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے نئی نبوت اور نئی وحی کے دعوے کے ساتھ ایک نئے مذہب کی داغ بیل ڈالی تھی اور دنیا بھر کے مسلمانوں نے اسی مذہب پر قادیانیت کو اسلام سے الگ بلکہ اس کے انحراف پر مبنی ایک نیا مذہب قرار دے کر اس سے لاتعلقی کا واضح اعلان کردیا تھا۔ اسے ایک صدی کا عرصہ بیت گیا ہے، لیکن قادیانی گروہ اس بات کو جس طرح اپنی سچائی کی دلیل کے طور پر پیش کررہا ہے وہ نہ صرف غلط بلکہ مضحکہ خیز بات ہے۔ اس لیے کہ کسی مذہب پر سوسال کا عرصہ گزرجانا اور اس کے پیروکاروں کا دنیا میں اتنے عرصے کے بعد بھی موجود ہونا اس کی صداقت اور حقانیت کی دلیل نہیں بن جاتا، ورنہ بہاء اللہ ایرانی کے ایجاد کردہ بہائی مذہب کی عمر قادیانیت سے زیادہ ہے اور اس کے پیروکار بھی دنیا میں مختلف ملکوں میں سرگرمیوں میں مصروف ہیں بلکہ بلوچستان میں ذکری فرقہ کی تاریخ تو اس سے بھی زیادہ پرانی ہے جس کے بانی ملا محمد اٹکی نے غلام احمد قادیانی اور بہاء اللہ ایرانی کی طرح ہی مہدی ہونے کے دعوے کے ساتھ اپنے مذہب کا آغاز کیا تھا اور پھر

نبوت اور وحی کا خودساختہ مقام حاصل کر کے اپنے اردگرد پیروکاروں کا اچھا خاصا ہجوم اکٹھا کر لیا تھا، جو کم وبیش چار صدیاں گزرنے کے باوجود اب بھی موجود ہیں اور اپنی مذہبی سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہیں۔

صد سالہ تقریبات کے نام پر اپنے پیروکاروں کو نفسیاتی تسلی دینے کی کوشش کر کے قادیانی امت کے راہ نما اپنے عزائم میں کوئی کامیابی حاصل نہیں کر سکیں گے۔ اس لیے کہ ان کی تمام تر کوششوں اور ان کے مغربی آقاؤں کے تمام تر دباؤ کے باوجود دنیا کے کسی بھی حصے کے مسلمان قادیانی کو اپنے وجود کا حصہ تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں اور نہ ہی مستقبل میں اس کا کوئی امکان نظر آتا ہے۔

قادیانیوں کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ نئی نبوت اور نئی وحی کے دعوے کے باوجود انھیں مسلمانوں کا حصہ سمجھا جائے اور مسلمانوں کے داخلی فرقوں کی طرح قادیانیت کو بھی ایک مسلمان فرقے کے طور پر قبول کر لیا جائے۔ ان کی اس کوشش کو ہر دور میں مغربی استعمار کی مکمل پشت پناہی حاصل رہی ہے اور اس وقت بھی مغربی ممالک اور بین الاقوامی لابیوں کا حکومتِ پاکستان سے مطالبہ ریکارڈ پر موجود ہے کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا دستوری فیصلہ واپس لیا جائے اور یہ بات بعید از قیاس نہیں ہے کہ پاکستان کی نومنتخب قومی اسمبلی سے کسی حیلے بہانے کے ساتھ اس نوعیت کا کوئی فیصلہ اسی سال لینے کی کوشش کی جائے۔

ہماری معلومات کے مطابق اس سلسلہ میں پیپر ورک ہو رہا ہے اور مغربی ممالک کے سفارت خانے اس کے لیے لابنگ کر رہے ہیں، لیکن کیا ایسی کوئی بھی کوشش کامیاب ہو جائے گی؟ تمام تر بین الاقوامی دباؤ اور اندرون خانہ سازشوں کے باوجود اس سوال کا جواب اثبات میں دینا آسان نہیں ہے اور قادیانی گروہ کے ترجمان نے اسی پریشانی کا مذکورہ بالا بیان میں اظہار کیا ہے۔

قادیانی گروہ کے قائدین نے جن پریشانیوں اور دشواریوں کا ذکر کیا ہے، ہمیں اس سے کوئی انکار نہیں ہے، لیکن یہ پریشانیاں اور دشواریاں خود ان کی اپنی پیدا کردہ ہیں اور اس کا علاج بھی اِنھی کے پاس ہے، وہ اپنے ہی دعوے اور عمل کے منطقی نتائج کو قبول کرنے سے انکار کرتے رہیں گے اور دنیا بھر کے مسلمانوں سے اپنے کو تسلیم کرانے کی ضد نہیں چھوڑیں گے تو ان پریشانیوں سے آخر کس طرح نجات حاصل کر سکیں گے؟

مرزا غلام احمد قادیانی کا دعویٰ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا نبی ہے، اس پر باقاعدہ وحی بھی آتی ہے اور اس نبوت اور وحی پر ایمان نہ لانے والے دنیا بھر کے مسلمان کافر ہیں، تو اس صورت میں قادیانیوں کا خود کو مسلمانوں کا حصہ اور ایک مسلمان فرقہ کے طور پر پیش کرنے اور دنیا سے اپنی اس خودساختہ حیثیت کو ہر حال میں تسلیم کرانے کے مؤقف کو آخر کس منطق اور دلیل سے جائز قرار دیا جا سکتا ہے؟ اور جب دنیا بھر کے مسلمان متفقہ طور پر قادیانیوں کو ملتِ اسلامیہ سے الگ

ایک جداگانہ مذہب قرار دے کر اس مذہب سے لاتعلق اور برأت کا اعلان کرتے ہیں تو ان کے مؤقف کو غلط قرار دینے اور قادیانیوں کو بہرصورت مسلمان فرقہ تسلیم کرانے کی مہم کا کیا جواز ہے؟

ان معروضی حقائق سے قطع نظر قادیانی گروہ اس سال دنیا بھر میں صد سالہ تقریبات میں مگن ہے اور اس کے راہ نماؤں کو یہ امید ہے کہ وہ اسی سال پاکستان میں اپنے خلاف پارلیمنٹ کے دستوری فیصلے کو تبدیل کرانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اس پس منظر میں دنیا میں آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑے مسلمان ملک انڈونیشیا کے دارالحکومت جکارتہ کے صدارتی محل کے باہر ہزاروں مسلمانوں کا مظاہرہ اور ان کی طرف سے قادیانیوں پر پابندی عائد کرنے کا مطالبہ ایک اچھی خبر ہے ، جسے اس سلسلہ میں مسلمانوں کی بیداری کی علامت قرار دیا جا سکتا ہے۔

کچھ عرصہ قبل انڈونیشیا میں قادیانیوں کا مضبوط نیٹ ورک موجود تھا، قومی سیاست میں ان کا مؤثر کردار تھا اور پارلیمنٹ میں انھیں نمائندگی بھی حاصل تھی۔ حتیٰ کہ قادیانیوں کے سابق سربراہ مرزا طاہر احمد نے چند سال قبل انڈونیشیا کی پارلیمنٹ سے خطاب بھی کیا تھا اور قادیانی یہ توقع کیے ہوئے تھے کہ شاید وہ انڈونیشیا جیسے مسلم ممالک میں اقتدار تک مؤثر رسائی حاصل کر سکیں گے، لیکن ان کی سرگرمیوں پر پابندی کے عوامی مطالبہ اور اس کے لیے ہزاروں مسلمانوں کے پرجوش مظاہرہ سے محسوس ہوتا ہے کہ دنیا کے سب سے بڑے مسلمان ملک میں بھی قادیانیوں کی سرگرمیوں کے بارے میں بیداری پیدا ہو رہی ہے جو خوش آئند ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ پاکستان میں تحفظِ عقیدۂ ختم نبوت کے محاذ پر کام کرنے والے ادارے اور جماعتیں بھی متحرک ہوں اور انڈونیشیا کی تحریک ختم نبوت کو سپورٹ مہیا کرنے کے ساتھ ساتھ پاکستان میں عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے سلسلہ میں دستوری اور قانونی فیصلوں کو تبدیل کرانے کی درپردہ مہم پر نظر رکھیں تاکہ قادیانی گروہ مسلمانوں کے متفقہ عقیدہ اور تحریک ختم نبوت کی کامیابیوں پر شب خون مارنے کی کسی کوشش کو پروان نہ چڑھا سکے۔

ہے زندہ فقط وَحدتِ افکار سے ملت
وَحدت ہو فنا جس سے وہ اِلہام بھی اِلحاد

[اقبالؔ: ''ضربِ کلیم'']

قادیانیوں کے صد سالہ جشن کی اصل حقیقت

مولانا مشتاق احمد چنیوٹی

قادیانیوں کی یہ عادت ہے کہ وہ سیاہ کو سفید، رات کو دن اور باطل کو حق ثابت کرنے کے لیے بے پناہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں۔ اتنا پروپیگنڈہ کہ کم علمی کی وجہ سے کچھ نہ کچھ لوگ متاثر ہو ہی جاتے ہیں۔ اس کی چند مثالیں پیشِ خدمت ہیں:

(۱) ۱۹۰۰ء میں مرزا قادیانی نے حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ کو تفسیر نویسی کی دعوت دی جو کہ انھوں نے قبول کر لی اور بادشاہی مسجد لاہور میں تشریف لے آئے۔ ہزاروں علماء آپ کے ہمراہ تھے لیکن مرزا قادیانی میدان میں نہ آیا۔ کافی دیر انتظار کرنے کے بعد جب سب لوگ باہر نکلے تو انھیں بہت حیرانی ہوئی کہ تمام شہر میں قادیانیوں نے بڑے بڑے اشتہار چسپاں کر رکھے تھے، جن پر لکھا تھا ''پیر مہر علی شاہ کا امام آخر الزماں کے مقابلہ سے فرار''

(۲) مباحثہ دہلی اور مباحثہ لدھیانہ میں مرزا کا شکست کھانا ہر ایک کو معلوم ہے لیکن تاریخ احمدیت پڑھیں تو کچھ اور نظر آئے گا۔

(۳) پنڈت لیکھرام اور ڈپٹی عبداللہ آتھم کے ہاتھوں مرزا کی تاریخی رسوائی ہوئی لیکن مرزا قادیانی اپنی کتابوں میں حقائق مسخ کر کے اپنی فتح ظاہر کرتا رہا۔

(۴) علماء لدھیانہ، مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا گنگوہی، مولانا کرم الدین بھیں والے، مولانا نذیر حسین دہلوی، مولانا عبدالحق غزنوی، مولانا غلام دستگیر قصوری، مولانا ثناء اللہ امرتسری وغیرہ حضرات کی ایک لمبی فہرست ہے جن کے متعلق مرزا قادیانی، مرزا محمود، بشیر احمد ایم اے اور دوست محمد شاہد وغیرہ نے غلط بیانیوں کے وہ ریکارڈ قائم کیے ہیں کہ الامان والحفیظ۔

(۵) اسی طرح مجلس احرار اسلام اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ سے لے کر دورِ حاضر تک تمام اہم شخصیات اور تنظیموں کے متعلق غلط بیانی کا ایک طوفان برپا کیا گیا ہے۔ یقین نہ آئے تو قادیانی لٹریچر کھنگال لیجیے۔ ماضی قریب میں قادیانی سربراہ مرزا طاہر نے مولانا چنیوٹی کے متعلق دو جھوٹ بولے اور قادیانی چینل کے ذریعے ان کی وسیع پیمانے پر تشہیر کی۔

(الف) مولوی منظور چنیوٹی قادیانی ہونے والے ایک گھرانہ کو سمجھانے کے لیے انڈیا گیا۔ اس نے بہت کوشش کی لیکن

وہ لوگ ثابت قدم رہے۔ مولوی منظور ناکام واپس آ گیا۔

(۲) مولوی منظور نے یہ بیان کیا کہ فلاں تاریخ تک احمدیت صفحۂ ہستی سے مٹ جائے گی۔ دیکھ لو وہ تاریخ گزر گئی لیکن احمدیت زندہ ہے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی مرحوم نے ہر دو الزامات کی کھلے لفظوں میں تردید کی، اشتہار چھاپے، مرزا طاہر کو چیلنج کیا کہ اپنے الزامات کو ثابت کرو، لیکن وہ دلائل مہیا کرنے کی بجائے اپنی ہانکتا رہا۔

جملہ معترضہ کے طور پر عرض ہے کہ تحریک احمدیت اور دیگر قادیانی لٹریچر میں اصل حقائق کو جس طرح مسخ کر کے لکھا گیا ہے۔ اس کا جواب لکھنا ضروری ہے۔ قادیانی جھوٹ کو سچ کے روپ میں بلاخوف وخطر پیش کر رہے ہیں اور کوئی شورش کاشمیری نہیں جو ان پر مضبوط گرفت کرے۔ ہمارے فاضل احباب محمد طاہر عبدالرزاق اور محمد متین خالد ردّ قادیانیت پر اتنا کچھ لکھ چکے ہیں کہ ان کی نئی کتابیں ان کی پرانی کتابوں کاری پرنٹ محسوس ہوتی ہیں۔ اگر یہ حضرات اس موضوع کی طرف توجہ فرمائیں تو یہ ان کی بہت بڑی خدمت ہوگی۔ دیگر قلم کار حضرات بھی توجہ فرمائیں اور قادیانیوں کا یہ ادھار چکا دیں۔ جن حضرات کے پاس وسائل، فرصت اور قلم کی طاقت ہے، ان کی یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے۔

آمدم برسر مطلب! قادیانیوں کی غلط بیانیوں اور غلط پروپیگنڈہ کا ذکر چل رہا تھا۔ قادیانیوں نے جن حضرات کو بدنام کیا ہے، ان میں علامہ اقبال مرحوم بھی شامل ہیں۔ اقبال قادیانیوں کی ہٹ لسٹ پر اس لیے ہیں کہ قادیانیت کے خلاف ان کے تاریخی بیانات وہ کبھی نہیں بھول سکتے۔ جدید تعلیم یافتہ طبقہ پر اقبال کے ان تاریخی بیانات نے بے مثال اثر دکھایا ہے۔ اقبال پر قادیانی نوازشات کیوں ہیں۔ ڈاکٹر جاوید اقبال نے ''زندہ رود'' میں اس پر کچھ اشارات دیئے ہیں۔ اقبال کے نام پر چلنے والے ادارے اور اقبال کے نام پر شکم پروری کرنے والے محققین اس موضوع کی جانب توجہ کریں تو بہت بہتر ہوگا۔

مئی ۲۰۰۸ء میں قادیانیت کے سو سال پورے ہو گئے۔ وہ اس دوران خلافت کی ''برکات'' کا عالمی سطح پر پروپیگنڈہ کر رہے ہیں۔ اور اس پر بہت شاداں وفرحاں ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کی رسی بہت لمبی ہے جب وہ پکڑنے پر آتے ہیں تو دیر نہیں لگاتے۔

قادیانیوں کو سوچنا چاہیے کہ زن، زر، زمین اور استعماری طاقتوں کے سہارے وہ سو سال گزارنے میں کامیاب ہو گئے لیکن تابکے؟ استعماری طاقتیں اور ان کے ایجنٹ انھیں کب تک تحفظ فراہم کریں گے؟ انھیں غور کرنا چاہیے کہ گزشتہ ادوار کے تاریخی مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حسن بن صباح کا فتنہ کتنا بڑا تھا؟ مسیلمہ کذاب کی فوج مسلمانوں کے مقابلہ میں کئی گنا تھی، لیکن آج ان کا نام ونشان بھی نہیں ملتا۔

قادیانیوں کو اپنے طرزِ فکر وعمل پر غور کرتے ہوئے دیکھنا ہوگا کہ:

☆ قادیانی سربراہوں اور ان کے خاندانوں کا عام قادیانیوں کے ساتھ طرزِ زندگی معیشت ومعاشرت میں اتنا فرق کیوں ہے؟

☆ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سو سال کی مہلت قادیانیوں کو حق و باطل کا فیصلہ کرنے اور توبہ تائب ہونے کے لیے دی گئی ہے لیکن وہ الٹا اس مہلت کو اپنی صداقت کا نشان ٹھہرا رہے ہیں۔ کیا وہ ختم اللہ علی قلوبہم کا مصداق تو نہیں بن گئے؟

☆ قادیانیوں کو چاہیے کہ وہ خلافت کا سو سالہ جشن منانے کی بجائے درج ذیل قرآنی آیات پر غور کریں۔

(۱) وَ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُھُمْ مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ o وَ اُمْلِیْ لَھُمْ اِنَّ کَیْدِیْ مَتِیْنٌ (الاعراف:۱۸۲،۱۸۳)

ترجمہ: اور وہ لوگ جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں، ہم ان کو عنقریب پکڑیں گے جہاں سے انھیں علم نہ ہوگا۔

(۲) اَوَ لَمْ یَرَوْا اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُھَا مِنْ اَطْرَافِھَا وَ اللّٰہُ یَحْکُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُکْمِہٖ وَ ھُوَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ o وَ قَدْ مَکَرَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ فَلِلّٰہِ الْمَکْرُ جَمِیْعًا یَعْلَمُ مَا تَکْسِبُ کُلُّ نَفْسٍ وَ سَیَعْلَمُ الْکُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَی الدَّارِ (الرعد:۴۱،۴۲)

ترجمہ: کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو اس کے کناروں سے گھٹاتے چلے جاتے ہیں اور اللہ حکم کرتا ہے اور کوئی اس کے حکم کو پیچھے نہیں کر سکتا اور وہ جلد حساب لینے والا ہے اور اُن سے پہلے لوگ بھی فریب کر چکے ہیں، سو اللہ ہی کے لیے سب تدبیر ہے، ہر شخص جو کماتا ہے وہ جانتا ہے اور اب منکر معلوم کریں گے کہ آخری گھر کس کے لیے ہے۔

(۳) بَلْ مَتَّعْنَا ھٰٓؤُلَآءِ وَ اٰبَآءَ ھُمْ حَتّٰی طَالَ عَلَیْھِمُ الْعُمُرُ اَفَلَا یَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُھَا مِنْ اَطْرَافِھَا اَفَھُمُ الْغٰلِبُوْنَ (الانبیاء:۴۴)

ترجمہ: بلکہ ہم نے ان کو اور ان کے بڑوں کو مہلت دی۔ حتیٰ کہ ان کی عمریں لمبی ہو گئیں۔ کیا وہ نہیں دیکھتے ہم زمین کو اس کے کناروں سے گھٹا رہے ہیں پس کیا وہ جیتنے والے ہیں۔

(۴) اَفَمَنْ زُیِّنَ لَہٗ سُوْٓءُ عَمَلِہٖ فَرَاٰہُ حَسَنًا. (فاطر:۸)

ترجمہ: بھلا ایک شخص جس کے لیے اس کے بُرے عمل خوبصورت بنا دیئے گئے ہیں پس وہ انھیں اچھا سمجھتا ہے۔

(۵) وَ لَا تَحْسَبَنَّ اللّٰہَ غَافِلًا عَمَّا یَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنَّمَا یُؤَخِّرُھُمْ لِیَوْمٍ تَشْخَصُ فِیْہِ الْاَبْصَارُ o مُھْطِعِیْنَ مُقْنِعِیْ رُءُ وْسِھِمْ لَا یَرْتَدُّ اِلَیْھِمْ طَرْفُھُمْ وَ اَفْئِدَتُھُمْ ھَوَآءٌ (ابراہیم:۴۲،۴۳)

ترجمہ: اور مت خیال کرو کہ اللہ ظالموں کے کاموں سے بے خبر ہے۔ البتہ تحقیق وہ ان کو مہلت دیتا ہے، اس دن کے لیے جس میں نظریں اوپر لگ جائیں گی، ڈرتے ہوں گے، سر اٹھائے ہوئے ان کی آنکھیں نہیں پھریں گے اور ان کے دل اڑ رہے ہوں گے۔

ہمارا مقصد فرموداتِ الٰہی کا احاطہ کرنا نہیں ہے۔ اگر کھلے دل و دماغ سے مطالعہ کرنا ہو تو آیاتِ مذکورہ بھی سو سالہ جشن کی حقیقت سمجھنے کے لیے کافی ہیں۔ ضد اور ہٹ دھرمی کا کوئی علاج نہیں ہے۔ قادیانی دوستو! ذرا غور تو کرو کیا تم

آیاتِ مذکورہ کا مصداق تو نہیں، اس لیے کہ درج ذیل حقائق تمہارے علم میں ہیں، ''روحانی خزائن'' اور دوسرے قادیانی لٹریچر میں صاف الفاظ میں لکھے ہوئے ہیں۔تم وہ کتابیں چھاپتے ہو، پڑھتے ہو اور سمجھتے نہیں۔ **ولھم قلوب لایفقھون بھا ولھم اذان یسمعون بھا ولھم اعین لایبصرون بھا** کا مصداق بن رہے ہو۔اگر تم اندھی عقیدت اور معاشی مفادات کی پٹی آنکھوں سے اتار کر غیر جانبدار ہو کر دیکھتے تو تم راہِ ہدایت پا جاتے۔اس لیے کہ:

☆ مرزا صاحب کا سودی رقم اور طوائف کی کمائی قبول کرنا، غیر محرم عورتوں سے اختلاط کرنا، ٹانک وائن پینا وغیرہ امور کوئی تہمت نہیں، سب کچھ تمہارے اپنے طبع کردہ لٹریچر میں موجود ہے۔علماء دنیا بھر کے ہر فورم اور ہر سٹیج پر یہ امور ثابت کر چکے ہیں۔

☆ تبلیغ کی آڑ میں برطانوی مفادات کو تحفظ فراہم کرنے کے لیے غیر ملکی مشن جو مرزا محمود نے شروع کیے تھے۔ان میں کام کرنے والے تمہارے ہی باپ دادا تھے۔

☆ تم پر زمین اپنی وسعتوں کے باوجود تنگ ہوتی جا رہی ہے۔پاکستان، بنگلہ دیش، سعودی عرب، شام، ترکی، مصر، متحدہ عرب امارات، جنوبی افریقہ، گیمبیا وغیرہ کی عدالتیں اور دیگر اعلیٰ فورمز تمھیں غیر مسلم قرار دے چکی ہیں۔

☆ آپ کا یہ عجیب مذہب اور دین ہے جو غیر مسلم عالمی طاقتوں کی سرپرستی میں پروان چڑھ سکتا ہے، اس کے بغیر نہیں۔حتیٰ کہ وہ طاقتیں پاکستان کو اسلحہ کی فراہمی کے لیے شرط لگاتی ہیں کہ قادیانیوں کے متعلق قوانین ختم کیے جائیں۔تاریخِ عالم میں کسی سچے مذہب کے متعلق یہ پڑھنے کو نہیں ملتا کہ کافر اس کے سرپرست رہے ہوں۔ایسا ممکن ہی نہیں۔آپ اپنے بقول مسلمان ہیں تو ایمان اور کفر کا یہ اتحاد آپ کے لیے لمحۂ فکریہ ہے۔

مالی معاملات:

قادیانی جماعت احمدیہ کی طرف سے عائد کردہ چندوں کی چکی میں کس طرح پس رہے ہیں۔اس سلسلہ میں ان چندوں کو بھگتنے والے ایک سابق قادیانی مرزا منور احمد ملک کا تجزیہ پیش خدمت ہے۔وہ لکھتے ہیں:

> ''جماعتِ احمدیہ میں چندوں کی بھرمار ہے۔ایک احمدی پر اس کی ماہوار آمدن کا چھے فیصد چندہ عام لاگو ہے۔اس کی ادائیگی لازمی ہے۔عدم ادائیگی پر وہ چندہ اس آدمی کے کھاتے میں بطور بقایا نام ہو جاتا ہے۔اگر ایک احمدی چندہ دینے سے انکار کر دے تو وہ احمدی نہیں رہ سکتا۔حالانکہ چندہ ایک اختیاری مد ہے جس کی شرح مخصوص نہیں ہوتی۔آدمی حسبِ توفیق ادا کر سکتا ہے۔جبکہ ٹیکس کی شرح مخصوص ہوتی ہے اور اس کی ادائیگی لازم ہوتی ہے۔عدم ادائیگی پر بقایا نام رہ جائے گا ختم نہیں ہوگا۔
>
> چندہ عام کے ساتھ چندہ جلسہ سالانہ، چندہ تحریک جدید، چندہ وقف جدید، چندہ صد سالہ جوبلی، چندہ خدام الاحمدیہ (چندہ مجلس) یہ نوجوانوں پر لاگو ہے۔چندہ تعمیر ہال (یہ ہال ۱۹۷۳ء کے قریب تعمیر ہوا تھا مگر چندے کی وصولی اب تک جاری ہے)، چندہ بوسنیا، افریقہ، چندہ ڈش انٹینا (احمدی ٹی وی نیٹ ورک کا)، چندہ

لجنہ اماء اللہ (یہ خواتین پر لاگو ہے)، چندہ اطفال (یہ بچوں پر لاگو ہے)، چندہ انصار (یہ ۴۰ سال سے زائد عمر کے افراد پر لاگو ہے) وغیرہ۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ ایک احمدی کو اپنی آمدنی کا کم از کم دس فیصد ماہوار چندہ دینا پڑتا ہے۔ چندوں کی وصولی کا رضا کارانہ نظام موجود ہے جس میں وصولی کرنے والے کا کوئی کمیشن نہیں۔ جماعتِ احمدیہ کا یہ مالی نظام شاید ہی کہیں اور ہو۔ سال میں دو تین بار مختلف چندوں کے مختلف انسپکٹر مرکز سے آکر حساب وغیرہ چیک کرتے ہیں اور کل وصول شدہ رقم مرکز (چناب نگر) میں پہنچانا یقینی بناتے ہیں۔ اس مالی نظام کی بناء پر جماعتِ احمدیہ پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ یہ بڑی منظّم جماعت ہے۔ حالانکہ اس کا کام نظام نہیں، قواعد وضوابط، اصول وغیرہ نہیں ہیں۔ صرف چندہ اکٹھا کرنے کا نظام ہے۔ اگر اس منظّم طریقہ سے چندہ وصول نہ ہوتا تو آج مرزا صاحب کے خاندان کے ہر شہزادے کے نام کئی کئی مربع اراضی نہ ہوتی اور نہ ہی عیش وعشرت کی زندگی گزار رہے ہوتے۔ یہ سب اسی مالی نظام کی ''برکات'' ہیں۔ خیر اس پر بعد میں کسی اور موقع پر بات کی جائے گی۔ جب احمدی جذبات میں آکر ان ''برکات'' سے انکار کریں گے؟

چندہ تحریکِ جدید میں ہر مرد اور عورت، جوان، بوڑھا اور بچہ شامل کیا جاتا ہے۔ جماعت اس بات پر پورا زور لگاتی ہے کہ ہر ذی روح تحریک جدید میں شامل ہو بلکہ کچھ بے روح بھی اس میں شامل ہیں۔ یعنی فوت شدہ افراد کے نام کا چندہ ان کے لواحقین سے لیا جاتا ہے۔ اب اگر کسی بستی سے تحریک جدید میں شامل ۲۰۰ افراد ہوں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہاں کی آبادی زیادہ سے زیادہ ۲۰۰ افراد پر مشتمل ہے حالانکہ اس میں فوت شدہ افراد بھی شامل ہیں۔'' (''مرزا طاہر احمد کی لاکھوں کروڑوں بیعتیں''، از مرزا منور احمد ملک، ص ۳، ۴)

ایسا مضبوط معاشی بندوبست، چندوں کی بھرمار یہ ہر دور میں باطل کی خصوصیت رہی ہے۔ کیا کبھی قادیانیوں نے غور کیا ہے کہ اسلام میں تو اتنا جبر نہیں ہے۔ قادیانیوں کے ہاں اتنا جابرانہ نظام کیوں ہے؟ انھوں نے اس سو سال کے عرصہ میں کیا کھویا؟ کیا پایا؟ وہ لا اکراہ فی الدین کی غلط تفسیر بیان کر کے مسلمانوں کو تو گمراہ کرتے ہیں لیکن یہ نعرہ کیوں نہیں لگاتے۔ لا اکراہ فی القادیانیۃ۔

قادیانی سربراہوں کا کردار:

مثل مشہور ہے درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ مرزا قادیانی کے صدق وکذب کو پرکھنے کے لیے اس کی آل اور اولاد کو پرکھ لینا کافی ہے۔ مرزا محمود کے زخم خوردہ قادیانیوں کی ایک کثیر تعداد آج بھی موجود ہے۔ یقین نہ آئے تو راحت ملک اور شفیق مرزا سے پوچھ لیجیے۔ حقیقت پسند پارٹی کیوں بنی؟ مرزا ناصر نے بڑھاپے میں دوسری شادی کیوں رچائی؟ حکیم نورالدین کے بیٹوں سے کیا سلوک کیا گیا؟ رفیق باجوہ، شفیق مرزا، زیڈ اے سلہری، حافظ بشیر احمد جیسے لوگوں نے قادیانیت کیوں چھوڑی؟ مرزا رفیع احمد کو کیوں اغوا کیا گیا؟ ''شہرِ سدوم'' اور ''ربوہ کا مذہبی آمر'' جیسی کتابیں کیوں لکھی گئیں؟ امریکہ وبرطانیہ قادیانیوں کی کیوں سرپرستی کرتے ہیں؟

یہ سلگتے ہوئے سوالات قادیانیت کی حقانیت اور صد سالہ جشن کی قلعی کھولنے کے لیے کافی ہیں۔ صرف خدا خوفی اور انصاف شرط ہے۔

چوتھی قسط

قادیانیوں کا صد سالہ جشن......حقیقت کے آئینے میں

پروفیسر خالد شبیر احمد

مرزا بشیر الدین محمود کی اسلام دشمن سرگرمیوں کا سیاسی و تاریخی پس منظر:

بیسویں صدی کا اختتام ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا لیکن انیسویں صدی کا اختتام اور بیسویں صدی کا آغاز ہم نے کتابوں میں پڑھا اور اپنے بزرگوں سے سنا۔ یہ اختتام و آغاز ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے کسی بھی لحاظ سے حوصلہ افزاء نہیں تھا۔ حوصلہ شکن، دلخراش اور ناگفتہ بہ سیاسی، معاشرتی، تعلیمی حالات مسلمانانِ ہند کے سروں پر منڈلا رہے تھے جیسے کسی نعش پر گدھ۔ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بعد انگریزوں کی جملہ حکمت عملیوں کا بنیادی نکتہ صرف ایک تھا کہ مسلمانوں کو جنگ آزادی کی سزا ملے۔ اور ان کا جذبہ حُریت و جہاد سرد خانے کی نذر ہو کر رہ جائے۔ قادیانیت کا کھڑاک بھی اس لیے رچایا گیا کہ مسلمانوں میں جذبۂ جہاد ختم ہو، مسلمانوں کا ملی تشخّص مجروح اور بین الاقوامی سطح پر مسلمانوں کے درمیان اتحاد کی راہیں مسدود کر کے رکھ دی جائیں۔ ویسے بھی جب کسی قوم پر زوال آتا ہے تو آندھی اور سیلاب کی طرح اسے اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ ہندو ہم سے بہتر تھے کیونکہ وہ جنگِ آزادی میں ہمارے معاون تو کسی حد تک تھے، محرک نہیں تھے۔ انھیں یہ بھی فائدہ تھا کہ وہ مسلمانوں کی غلامی سے انگریزوں کی غلامی میں آگئے، غلام تھے، غلام رہے۔ ہم حکمرانی سے غلامی تک پہنچے اور انگریزوں کے ہاں موردِ الزام اور گردن زنی ٹھہرے۔ اس لیے ہماری حالت کو ہی دگرگوں ہونا تھا۔ چنانچہ مولانا الطاف حسین حالؔی جب ۱۸۶۹ء میں ''مسدس حالی'' لکھی تو یہ کتاب بھی مسلمانوں کی زبوں حالی کا ہی مرثیہ تھی:

نہ ثروت ہی ان کی قائم نہ عزت　　　گئے چھوڑ ساتھ ان کا اقبال و دولت
ہوئے علم و فن ان سے ایک ایک رخصت　　　مٹی خوبیاں ساری نوبت بہ نوبت
ہوئے زیورِ آدمیت سے عاری　　　معطل ہوئیں قوّتیں ان کی ساری

ہندوستانی مسلمانوں کی اس وقت کی تاریخ کا ایک انتہائی پہلو یہ بھی ہے کہ وہ سیاسی طور پر مفلوج ہو کر رہ گئے۔ قدم قدم پر انگریزوں کی اطاعت کا دم بھرنے لگے۔ اور یوں معلوم ہوتا کہ گویا وہ انگریزوں کی اطاعت پر راضی ہو گئے ہوں انھوں نے قرآنی آیات سے انگریزوں کی اطاعت کا جواب تلاش کرنا شروع کر دیا۔

مسلمان اگرچہ، جرأت اور بہادری میں دوسری اقوام سے بہت آگے تھے۔ لیکن انگریز کے جبر وتشدد جو ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے دوران ان پر انگریزی فوج کی جانب سے روا رکھا گیا اور وہ ظلم وستم جو اس دوران ان پر ڈھائے گئے ان سے مسلمانوں کے قواء مضمحل اور دماغ مفلوج ہوکر رہ گئے تھے۔ ۱۹۰۱ء میں مسٹر حامد علی خاں بیرسٹر کی کوٹھی پر مسلمانوں کا ایک اجلاس ہوا، جس کی صدارت سید محمد شرف الدین بیرسٹر نے کی اور مقررین میں نواب وقار الملک شامل تھے جنہوں نے جلسے کے اغراض ومقاصد بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ ''آج مسلمانوں کو اپنے تمدنی اور سیاسی معاملات کے لیے ایک ایسی جماعت کی ضرورت ہے جو مسلمانوں کو اس عقیدے پر پختہ کرے کہ ان کی سود و بہبود کا راز ہندوستان کے اندر انگریزی راج کے استحکام اور دوام میں ہے۔'' چنانچہ اس وقت کے مسلمانانِ اربابِ علم اور احبابِ فکر نے انگریزوں کے ساتھ تعاون کی حکمت عملی اختیار کی۔ اس نوع کے تمام لوگ صاحبِ حکمت تو ضرور تھے لیکن ان کی سیاست کا دائرہ انگریزوں کی تابعداری کا یقین دلانے اور ان کی خدمت میں عرضداشت پیش کرنے تک ہی محدود تھا۔ یہ تمام حضرات اگرچہ قومی عروج وفروغ کے متمنی تھے مگر مجاہدانہ عزم وہمت سے محروم تھے۔ ؎

قوم کے غم میں ڈنر کھاتے ہیں حکام کے ساتھ
رنج لیڈر کو بہت ہیں مگر آرام کے ساتھ

۱۹۰۶ء میں جب سرسید احمد خان کی واضح ہدایت کے باوجود ڈھاکہ میں مسلم لیگ کا قیام عمل میں لایا گیا تو اس کے مقاصد میں بھی ایک واضح مقصد انگریز کی اطاعت کا تھا۔ مسلمانوں کی طرف سے اگر کہیں کوئی مطالبہ پیش بھی کرنا ہوتا تو بڑے نرم ونازک الفاظ میں آئین کے دائرے کے اندر رہ کر کیا جاتا۔ یہ لوگ اپنے تمام تر کمالاتِ علم وحکمت، فضل وکمال، دانائی وپارسائی کے حاکم وقت کے ساتھ آویزش یا تصادم کا حوصلہ نہیں رکھتے تھے اور نہ ہی انگریزوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اپنے قومی مسائل کا اظہار کرسکتے تھے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ مولانا شبلی نعمانی نے مسلم لیگ پر تنقید کرتے ہوئے لکھا:

لیگ کی عظمت و جبروت سے انکار نہیں ملک میں غلغلہ، شور بھی، کہرام بھی ہے
ربط ہے اس کو گورنمنٹ سے بھی، ملک سے بھی جس طرح صَرف میں اِک قاعدۂ ادغام بھی ہے
مختصر اس کے فضائل کا کوئی پوچھے ہم سے محسنِ قوم بھی ہے، خادمِ حکام بھی ہے
مجھ سے آہستہ میرے کان میں ارشاد ہوا یہ سال بھر حضرت والا کو کوئی کام بھی ہے

ایسے حالات میں ایک جعلی نبوت کا اعلان انگریزی مفادات کی نگرانی اور آئندہ آنے والے حالات کی پیش بندی کے لیے مفید اور کارآمد ہوسکتا تھا۔ سرسید احمد خان اور مولوی چراغ علی کے رشحاتِ قلم مسلمانوں میں ایسی فضا پیدا کرچکے تھے کہ غلام احمد قادیانی سے نبوت کا وعدہ ۱۹۰۱ء میں کرایا گیا۔ مسلمانوں کی سیاسی زبوں حالی اور اقتصادی پستی میں اس نبوت کو آب ودانہ میسر آنا لازمی امر تھا۔ انگریز سیاست دانوں نے اپنی سیاست کا یہ حربہ مسلمانوں کے خلاف صحیح وقت

استعمال کرنے کا فیصلہ کیا۔ کہتے ہیں کہ کامیاب سیاست دان وہ ہے جو صحیح وقت پر وقت کے تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے صحیح فیصلہ کرے اور پھر اس پر ڈٹ جائے۔ انگریزوں کی یہ منصوبہ بندی اپنی جگہ ایک مضبوط منصوبہ بندی تھی۔ مگر قربان جایئے اللہ تعالیٰ کے جو سب سے بڑا منصوبہ بندی کرنے والا ہے اور جس کی منصوبہ بندی کے آگے کسی بھی فرعون وقت کی منصوبہ بندی نہیں ٹھہرتی۔ اسی تخریبی ماحول سے تعمیرِ نو کی کرنیں پھوٹنا شروع ہوئیں۔ مولانا حسرت موہانی کی سودیشی مال بائیکاٹ کی تحریک، ۱۹۰۵ء میں تقسیمِ بنگال اور پھر ۱۹۱۱ء میں اس کی منسوخی کے اعلان نے حالات کو یکسر تبدیل کر کے رکھ دیا۔ یہ اعلان اگر چہ بظاہر مسلمانوں کی تذلیل اور توہین کا باعث تھا لیکن یہی اعلان بعد میں مسلمانوں کی تعمیر کا باعث اور وسیلہ بن گیا۔ ۱۹۱۳ء میں کانپور کی مچھلی بازار کی مسجد کو شہید کرنے کا واقعہ پھر اس کے بعد اٹلی کی طرف سے ترکوں کے خلاف جنگِ بلقان نے مسلمانوں کی آنکھیں کھول دیں۔ قومی حمیت جاگ اٹھی اور اخوت کی روح بیدار ہونا شروع ہوگئی۔ شبلی نعمانی ترکوں کی حمایت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

زوالِ دولتِ عثمان ، زوالِ شرع و ملت ہے
عزیز و فکرِ فرزند و عیال و خانماں کب تک

پرستانِ خاکِ کعبہ دنیا سے اگر اُٹھے
تو پھر یہ احترام سجدہ گاہِ قُدسیاں کب تک

کہیں اُڑ کر دامانِ حرم کو بھی نہ چُھو آئے
غبارِ کفر کی یہ بے محابا شوخیاں کب تک

حرم کی سمت بھی صید آبگینوں کی نگاہیں ہوں
تو پھر سمجھو کہ مرغانِ حرم کے آشیاں کب تک

کہاں تک ہم سے لو گے انتقامِ فتحِ ایوبی
دکھاؤ گے ہمیں جنگ صلیبی کا سماں کب تک

یہ مانا تم کو شکوہ ہے ملک میں خشک سالی کا
ہم اپنے خوں سے سینچیں گے تمہاری کھیتیاں کب تک

مراکش جا چکا ، فارس گیا اب دیکھنا یہ ہے
کہ جیتا ہے یہ ٹرکی کا مریضِ نیم جاں کب تک

جیسے ڈرامے کے دوران سین تبدیل ہوتا ہے۔ ہندوستان کی اس سیاسی کہانی کا ایک سین بدلا تو دوسرا اس سے بالکل مختلف اور جدا تھا۔ نہ وہ عجز وانکساری، نہ وہ تابعداری کی التجائیں، نہ سطوتِ شاہی کے ترانے، نہ ہی وہ منت وسماجت کی فضائیں۔ ایک درد، ہمت، للکار، عزم، اخوت، درسِ حُریت کا سبق، اک انوکھا رنگ روپ، رمق دمق۔ سین کیا بدلا فضا ہی بدل گئی اور اس فضا میں کردار بھی بدلے۔ رہنما بھی بدل گئے، سرسید احمد خان، نواب وقار الملک، نواب محسن الملک، مولوی چراغ علی کی جگہ اب شیخ الہند مولانا محمود حسن، مولانا عبیداللہ سندھی، مولانا محمد علی جوہرؔ، مولانا شوکت علی، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا حسرت موہانی، علامہ اقبال، مولانا شبلی نعمانی، مولانا الطاف حسین حالی اور سید سلیمان ندوری سامنے آگئے۔

۱۹۱۴ء میں مولانا شوکت علی نے انجمن خدام کعبہ کی بنیاد رکھی۔ مسلمانوں میں روح جہاد پیدا کرنے کی کوشش کی۔ ۱۹۱۵ء شیخ الہند مکہ تشریف لے گئے۔ وہاں کے ترک گورنر غالب پاشا کو برطانیہ کے خلاف صف آرا ہونے کی ترغیب

دلائی۔مولانا سندھی کابل گئے اور امیر کابل کو برطانیہ کے خلاف جہاد کی طرف توجہ دلائی۔یہی تحریک بعد میں ریشمی رومال کے نام سے منسوب ہوئی جب برطانیہ کو ایسی سرگرمیوں کا علم ہوا تو بہت جلد یہ تمام اکابر پسِ دیوارِ زنداں ڈال دیئے گئے۔

۱۹۱۸ء میں اتحادیوں کو فتح نصیب ہوئی اور فتح کے پردے میں جو ذلت آمیز شرائط ترکوں سے طے ہوئی تھیں، ان شرائط کی وجہ سے انگریزوں کو ہندوستان کے مسلمانوں سے خوف تھا کہ کہیں ملک میں مظاہرے اور ہنگامے نہ شروع ہوجائیں۔چنانچہ ''رولٹ ایکٹ'' پاس کیا گیا۔جس کے تحت پولیس کو بے شمار ایسے اختیار دے دیئے گئے کہ جن کا استعمال کر کے پولیس جس وقت، جس کو چاہے گرفتار کرسکتی تھی۔اس ایکٹ کے تحت گرفتار ہونے والے سے اپیل کا حق بھی چھین لیا گیا۔اس رولٹ ایکٹ کے خلاف جا بجا مظاہرے شروع ہوگئے۔مسلمانوں میں خصوصاً اضطراب کی لہر دوڑ گئی۔ملک کی فضا انگریزوں کے اس کالے قانون کی وجہ سے مظاہروں سے لرز اٹھی۔لاہور، قصور میں خون خرابہ ہوا۔گوجرانوالہ کا ریلوے اسٹیشن جلا دیا گیا۔امرتسر میں جلیانوالہ باغ کا سانحہ پیش آیا۔سینکڑوں انسانوں کی لاشیں جلیانوالہ باغ کے جلسہ گاہ سے اٹھیں۔ظلم واستبداد اپنی انتہا کو پہنچا، بے چینی نے ایک نئی شکل اختیار کرلی۔جسے عرف عام میں نفرت کہتے ہیں۔نفرت سے ہی انتقام کا جذبہ ابھرتا ہے اور اسی انتقام کا ایک حسین عکس تاریخ کے اوراق پر ثبت ہے۔جسے رام محمد سنگھ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔جس نے انگلستان جا کر جلیانوالہ باغ کے سانحۂ خونچکاں کا انتقام ۲۰ سال بعد جنرل ڈائر کے سینے میں اپنے پستول سے گولیاں داغ کر لے لیا۔اس مردِ حُر کا نام اودھم سنگھ تھا۔مگر جب عدالت میں اس کا نام پوچھا گیا کہ تیرا نام کیا ہے تو جواب میں اس نے اپنا نام رام محمد سنگھ بتایا اور کہا کہ میں تینوں حریت پسند قوموں (ہندو، سکھ اور مسلمان) کا نمائندہ ہوں۔یہ تو ہندوستان کے حالات تھے۔لیکن ان حالات سے پہلے بلادِ اسلامیہ میں جو کچھ انگریزوں نے مسلمانوں کے ساتھ کیا وہ ایک الگ لرزہ خیز داستانِ رنج والم ہے۔

۱۹۱۴ء میں ترک سلطنتِ عثمانیہ پہلی جنگِ عظیم میں شریک ہوئے تو ۴رنومبر ۱۹۱۴ء کو برطانوی حکومت نے اعلان کیا کہ اس جنگ کے دوران مقاماتِ مقدسہ یعنی مکہ اور مدینہ محفوظ رہیں گے اور ان کے تقدس کو مجروح نہیں کیا جائے گا۔مگر وہ وعدہ کیا جو وفا ہوجائے۔۱۹۱۶ء بارہ جنگی جہازوں کے ذریعے جدہ پر گولہ باری کی گئی۔اسے فتح کرلیا گیا تو بعد میں کرنل ولسن کی قیادت میں برطانوی فوجیں مکہ معظّمہ پر حملہ آور ہوئیں اور ''جبل ابوقبیس'' پر اپنی توپیں نصب کر کے قلعہ ''جیاد'' پر گولہ باری شروع کردی گئی، قلعہ کی دیواریں ٹوٹ گئیں اور ترک فوج شہید ہوگئی۔اس قلعہ کی فتح کے بعد جدہ کا ترکی قلعہ محصور کرلیا گیا اور فاران کی مقدس چوٹیوں پر توپیں نصب کردی گئی اور جب ترکی کا یہ قلعہ بھی پیوند خاک ہوگیا تو ترک سپاہی مسجد بیت الحرام میں پناہ گزین ہوگئے لیکن انھیں بیت الحرام میں بھی پناہ نہ مل سکی اور انھیں عین کعبۃ اللہ کے اندر غلافِ کعبہ کے پاس شہید کردیا گیا۔

جدہ، مکہ معظّمہ اور طائف کی تسخیر کے بعد جدہ کی طرف سے برطانوی فوجوں نے مدینہ منورہ کا رخ کیا۔مدینہ

کے اس وقت ترکوں کی جانب سے فخری پاشا گورنر تھے جو اپنی تقریباً دو ہزار فوج کے ساتھ قلعہ بند ہوگئے۔ برطانوی فوج نے مدینہ منورہ کا محاصرہ کرلیا اور گولہ باری کر کے مدینہ منورہ کے سینکڑوں شہریوں کو شہید کردیا۔ اسی واقعہ پر ضلع اعظم گڑھ کے مفتی منیر الحسن نے اپنے جذبات کا اس طرح اظہار کیا:

تجھ سے فریاد ہے اے گنبدِ خضریٰ والے　　کہ تیرے رحم کے شایان تیری امت نہ رہی
للعجب دیں تیرا نرغۂ تثلیث میں ہے　　اپنی توحید کی تجھے یارب ضرورت نہ رہی
اب نہ بغداد ہے باقی نہ حجاز اور نہ شام　　حرمِ حضرتِ باری کی بھی حُرمت نہ رہی

جنوری ۱۹۱۸ء کو برطانیہ کے وزیراعظم جارج لائیڈ نے سرکاری طور پر اعلان کیا کہ ہم ترکوں سے اس لیے نہیں لڑ رہے کہ انہیں ان کے دارالحکومت یا ایشیائے کوچک اور تھریس کی زرخیز زمین سے محروم کردیں، لیکن جب ۳ رنومبر ۱۹۱۸ء کو ترکوں نے التواء جنگ کے معاہدے پر دستخط کردیئے تو انگریزوں نے اپنے وعدے کے خلاف موصل کی طرف پیش قدمی شروع کردی اور قسطنطنیہ پر قبضہ کرلیا اور ۱۵ رمئی ۱۹۱۹ء کو یونانیوں نے جو انگریزوں کے اس جنگ میں اتحادی تھے نے ایشیائے کوچک اور تھریس کی زمینوں کو تاراج کرنا شروع کردیا۔ مولانا ظفر علی خان نے اس موقعہ پر اپنے تأثرات اس طرح بیان کیے:

جاگ اے یثرب کی میٹھی نیند کے ماتے کہ آج
لٹ رہا ہے آنکھوں، آنکھوں میں تیری امت کا راج
سر چھپانے کو ٹھکانا بھی انھیں ملتا نہیں
لے چکی ہے جن کی ہیبت ایک عالم سے خراج

علامہ اقبال نے ترکوں کی بربادی اور یہودیوں کی ابھرتی ہوئی طاقت سے متاثر ہوکر یوں کہا ؎

ہوگئی رسوا زمانے میں کلاہِ لالہ رنگ
جو سراپا ناز تھے ہیں آج مجبورِ نیاز
لے گئے تثلیث کے فرزند میراثِ خلیل
خشتِ بنیادِ کلیساء بن گئی خاکِ حجاز

انھی حالات میں ۲۲ رنومبر ۱۹۱۹ء کو دہلی میں آل انڈیا خلافت کمیٹی کا قیام عمل میں لایا گیا۔ چونکہ علمائے کرام نے مسئلہ خلافت کو قرآنی آیات کی روشنی میں ہندوستان کے کروڑوں مسلمانوں کے سامنے پیش کیا تھا۔ لہٰذا ہندوستان کے مسلمان ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوگئے۔ ان کے منجمد خون میں حرارت پیدا ہوگئی۔ تحریک کیا تھی انگریزوں کے خلاف نفرت کا سیلاب تھا۔ خلافت کمیٹی کی جانب سے ترکِ موالات کی اپیل پر ہزاروں مسلمانوں نے سرکاری سکولوں، کالجوں، عدالتوں

اور ولایتی مال کا بائیکاٹ کیا۔ ہندوستان میں بڑے وسیع پیمانے پر احتجاج کی لہر دوڑ گئی۔ انگریزوں سے عدم تعاون کی بنا پر آغا محمد صفدر، مولانا عبدالقادر قصوری، احرار رہنما مولانا مظہر علی اظہر، ڈاکٹر محمد عالم، ڈاکٹر سیف الدین کچلو، رانا فیروز الدین اور مولانا مظہر الحق نے بطور وکیل سرکاری عدالتوں میں پیش ہونا ترک کردیا۔ مفکر احرار چودھری افضل حق نے اسی تحریکِ خلافت میں سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی سحر انگیز خطابت سے متأثر ہوکر پولیس کی نوکری سے استعفیٰ دیا۔ ان کے علاوہ سلیم خان، محمد اکبر سیالکوٹی بھی پولیس کی نوکری چھوڑ کر تحریک میں شامل ہوگئے۔ احرار لیڈر صاحبزادہ فیض الحسن کے والدِ محترم سید محمد حسین شاہ نے آنریری مجسٹریٹی سے استعفیٰ دیا اور نہ جانے کتنے دوسرے لوگوں نے ان لوگوں کی تقلید میں ترکِ موالات کے فیصلے پر عمل کرتے ہوئے سرکاری ملازمتوں کو خیر باد کہا۔ خلافت کمیٹی کی رضا کارانہ تنظیم تشکیل دی گئی۔ سول نافرمانی کی اس تحریک میں اَسی ہزار مسلمان گرفتار ہوئے۔ تحریک کا آغاز اگرچہ دسمبر ۱۹۱۹ء سے ہو چکا تھا اور تحریکِ خلافت بڑی کامیابی کے ساتھ چل رہی تھی۔ تاہم اس تحریک میں شدت اس وقت پیدا ہوئی، جب مولانا محمد علی جوہرؔ کا مشن انگلستان سے ناکام لوٹا۔ ۲۸ رمئی ۱۹۲۰ء کو الہ آباد کے مقام پر خلافت کمیٹی کے اجلاس میں فیصلہ ہوا کہ حکومت سے باقاعدہ عدم تعاون کیا جائے۔ یکم اگست ۱۹۲۰ء کو مجلس خلافت کی اپیل پر ہندوستان بھر میں انگریزی استبداد کے خلاف اظہارِ نفرت کے لیے ہڑتال کی گئی۔ چھے ستمبر کو ایک اجلاس کلکتہ میں ہوا جس میں سرکاری تقریبات کا بائیکاٹ، قانون ساز اداروں سے استعفیٰ دینا، تمام سرکاری خطابات واپس کرنے اور سرکاری سکولوں اور کالجوں میں تعلیم حاصل کرنے کی ممانعت کردی گئی۔ کیونکہ حکومت نے مسلمانوں کے درج ذیل مطالبات تسلیم کرنے سے انکار کردیا تھا۔

(۱)　ترکی کے سلطان کی حکومت مسلمانوں کے خلیفہ کی حیثیت سے برقرار رکھی جائے۔

(۲)　حجاز، شام، فلسطین جہاں مسلمانوں کے مقدس مقامات ہیں، غیر مسلم اقتدار سے محفوظ رکھے جائیں۔

۸ رجولائی ۱۹۲۱ء کو کراچی میں مولانا محمد علی جوہر کی صدارت میں جلسہ ہوا۔ اسی کانفرنس میں مولانا نے اپنا تاریخی خطبہ دیا جس کی تائید میں ہندوستان بھر کے ۵۰۰ علماء کا فتویٰ بھی آپ نے پڑھ کر سنایا کہ انگریزی فوج میں بھرتی ہونا حرام ہے۔ آپ کی تقلید میں مولانا حسین احمد مدنی، پیر غلام مجدّد، مولانا نثار احمد نے بھی تقاریر کیں۔ بعد میں ان پر بغاوت کے الزام میں مقدمات قائم ہوئے اور انھیں دو، دو سال کے لیے قیدِ تنہائی کی سزا دی گئی۔ تحریکِ خلافت ہی وہ تحریک ہے جس میں ایک انوکھا اور نرالا قافلۂ حریت سروں پر کفن باندھے اپنے گھروں سے نکلا اور بہت جلد مطلعٔ سیاست پر ایک ایسے جذبۂ حریت کی شناخت بن گیا کہ جس کے بارے میں نظیریؔ نے کیا خوب کہا ہے:

گریزد از صفِ ما آنکہ مردِ غوغا نیست

کسے کہ کشتہ نہ شُد از قبیلۂ ما نیست

اور علامہ اقبالؔ نے اس شعر پر نظیریؔ کو یوں داد دی:

بہ ملکِ جم نہ دہم مصرعۂ نظیری را
کسے کہ کشتہ نہ شد از قبیلۂ ما نیست

اسی قبیلۂ حریت میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ بھی ہیں جنھیں تحریکِ خلافت میں مسجد خیر الدین امرتسر میں ایک باغیانہ تقریر پر ۳ سال قید بامشقت کی سزا سنائی گئی۔ ان کے تمام ساتھی مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ، مولانا مظہر علی اظہرؒ، شیخ حسام الدینؒ، مولانا داؤد غزنویؒ، ماسٹر تاج دین انصاریؒ، چودھری افضل حقؒ تحریک خلافت میں پہلی بار پابند سلاسل ہوئے اور یہی لوگ تھے جنھوں نے قادیانیوں کے خلاف تبلیغ کی شکل کو تحریک کی صورت میں تبدیل کر کے رکھ دیا۔ اِنھی حریت پسندوں نے ۲۹ ردسمبر ۱۹۲۹ء کو مجلس احرارِ اسلام کی بنیاد رکھی کہ جن کے کارناموں سے تحریکِ حریت کا دامن بھرا ہوا ہے۔ جن کی داستانِ حریت ایک ایسی داستان ہے جو کئی کتابوں پر محیط ہے۔ یہ سبھی لوگ سراپا صفات، اپنے اعمال و کردار میں یکتا و منفرد تھے۔ اِنھی لوگوں کے بارے میں کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ ''ایسے لوگ صرف پیدا ہوتے ہیں مرتے نہیں۔''

ورنہ سقراط مر گیا ہوتا
اُس پیالے میں زہر تھا ہی نہیں

عمر بھر سراپا جذب و شوق اور عشق و جنوں کا عنوان بنے رہے۔ جن کے دل میں امتِ مسلمہ کے زوال کا درد موجزن تھا۔ جو انھیں ہر لحہ بے چین و مضطرب رکھتا، وہ خود ہی درد کا درماں بنے رہے، اُن کے عزم و استقلال، شرافت و دیانت کی قسم کھائی جا سکتی ہے۔ وہ دشمنوں کے لیے طوفانِ بے پناہ اور اپنوں کے لیے سراپا مہر و محبت تھے۔ انھوں نے خود اپنے لیے ایک کٹھن راہ چُن لی تھی، وہ اس کٹھن راہ پر بڑے حوصلے کے ساتھ رواں دواں رہے:

چُن لی تھیں میں نے آپ کٹھن منزلوں کی راہ
کاٹی ہے قیدِ زیست بڑے حوصلوں کے ساتھ

جنھیں کھلے پانیوں میں موجِ حوادث سے کھیلنے کا شوق ہوتا ہے، وہ کب ساحلوں سے آشنا ہوتے ہیں۔ سکون ان کے لیے موت اور اضطراب زندگی بن جاتا ہے۔ اکابرِ احرار کو اپنے مؤقف کی صداقت پر لازوال یقین تھا جو انھیں بے پناہ اعتماد کی دولت سے مالا مال کر گیا۔ اُن کے ضمیر مطمئن تھے، تبھی وہ برطانوی استبداد اور اُس کی پیدا کردہ خباثت ''قادیانیت'' سے ٹکرا گئے۔ یہ ٹکراؤ اتنا شدید، اتنا وسیع اور اتنا انوکھا ٹکراؤ ہے کہ آنے والی مسلمان نسلوں کے لیے نشانِ منزل بن گیا ہے۔ ان لوگوں کا خیال و سخن ہی نورِ ایمانی سے منور نہ تھا بلکہ دل و دماغ بھی اسی نور سے درخشاں تھے۔ ان کا حرف حرف گلِ پیرہن تھا۔ ان کے لب جب تلاوت فشاں ہوتے تو حور و طیور بھی وجد میں آ جاتے تھے۔ ان کے پیار کی خوشبو سے حریت پسند احرار کارکنوں کی نس نس مہک اٹھی تھی۔ ان کے خیال سرورِ آمد اور الفاظ گلاب و نسترن تھے۔ ان کے منہ سے نکلے ہوئے حروف کہکشاں بن کے سننے والوں کے دل و دماغ پر دمکتے تھے۔ یقیناً یہ قبیلۂ احرار صدق و صفا، مہر و وفا، جذب و عشق کا ایک استعارہ ہیں۔ جن کی نگاہ کی

کرنوں نے بے کمال لوگوں کو حسنِ کمال عطا کیا۔ جن کے مسلک میں عرضِ طلب گناہ ٹھہری، جن کی پوری زندگی فقر و غنا کے آسمان پر ماہِ منور کی طرح چمکتی دمکتی نظر آتی ہے۔ طالب آملی نے شاید اسی قبیلۂ حریت کے لیے کہا تھا:

بے نیازانہ ز اربابِ کرم می گزرم
چوں سیاہ چشم کہ بر سرمہ فروشاں گزرد

یہ سب درویشِ فکر مست تھے، جن کے بارے میں اقبال نے کہا:

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں ، بیگانے بھی ناخوش　　میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند
کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق　　نے ابلۂ مسجد ہوں ، نہ تہذیب کا فرزند
درویشِ خدا مست نہ شرقی ہے ، نہ غربی　　گھر میرا نہ دلّی ، نہ صفاہاں ، نہ سمرقند

یہ وہ درویشِ خدا مست تھے کہ جن کی آستینوں میں تابشِ مہر و ماہ ، جن کے پاؤں کی ٹھوکر میں سطوت کج کلاہ اور لب پہ صدائے لا الٰہ ہوتی ہے۔

یہ چند سطور آنے والی کہانی کے پس منظر کے طور پر تحریر کی گئی ہیں، تاکہ قارئین حضرات بخوبی اس حقیقت سے آگاہ ہوسکیں کہ امتِ مسلمہ پر کس قدر کٹھن مرحلہ تھا اور خصوصیت کے ساتھ پاک و ہند کے مسلمان کس قدر مضطرب اور پریشان تھے۔ خلافتِ اسلامیہ کو بچانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے۔ جب کہ قادیانی اس خلافت کو ڈھانے کے لیے یہودیوں اور نصرانیوں کے دست و بازو بنے ہوئے تھے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے بعد حکیم نور الدین اور پھر ۱۹۱۴ء میں مرزا بشیر الدین محمود کی سربراہی میں بھی قادیانیوں کی خلافِ اسلام سرگرمیاں نہ صرف جاری رہیں بلکہ اپنے عروج پر پہنچ گئیں۔ جن کا تذکرہ اگلی قسطوں میں آپ بڑی تفصیل کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں گے۔ خصوصاً اس سیاسی اور تاریخی پس منظر کے بعد قادیانیوں کی امتِ مسلمہ کے خلاف سرگرمیاں زیادہ اُبھر کر آپ کے سامنے آئیں گی۔ جن پر یہ آج جشنِ صد سالہ منا رہے ہیں۔ اس کی اصل حقیقت آپ پر واضح ہوجائے گی:

آئینہ کیوں نہ دوں کہ تماشہ کہیں جسے

(جاری ہے)

محکوم کے اِلہام سے اللہ بچائے
غارت گرِ اقوام ہے وہ صورتِ چنگیز
[اقبالؔ: ''ضربِ کلیم'']

مجلس احرارِ اسلام اور محاسبۂ قادیانیت
(۱۹۳۱ء۔۱۹۵۳ء)

ڈاکٹر محمد عمر فاروق

مجلس احرار اسلام کی قادیانیت شکن تاریخی جدوجہد کے تذکرے کے بغیر محاسبۂ قادیانیت کی تاریخ کی حیثیت محض الفاظ کی ہیرا پھیری اور بے مصرف کاغذات کے پلندے کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اکابرِ احرار کا یہ منفرد کارنامہ ہے کہ انھوں نے اپنے تدبر اور بصیرت کے ساتھ قادیانیت کے مذہبی لبادے کو تار تار کر پھینکا اور اُس کی مکروہ سیاسی اصلیت کو یوں آشکارا کیا کہ قادیانیت کی مذہبی فریب کاری کا ملمع اتر گیا اور برعظیم کے مسلمان عوام پر یہ واضح ہوگیا کہ قادیانی مقام مذہب کی آڑ میں دراصل برطانوی سامراج کے سکہ بند ایجنٹ ہیں جو مسلمانوں میں مہدی، مجدد اور ختم نبوت کے مناصب کو متنازعہ بنا کر اِفتراق و اِنتشار کا بیج بونا چاہتے ہیں۔ تاکہ انجام کار مسلمانوں کے بنیادی عقیدہ ''ختم نبوت'' کے مقدس پر نقب لگا کر مسلمانوں کی اجتماعیت کو پارہ پارہ کیا جائے اور انگریزوں کے خلاف جہاد کا دروازہ بند کر دیا جائے، اور فرنگی سامراجیت کا عرصۂ اقتدار طویل تر کر دیا جائے۔ مجلس احرار اسلام نے اس گھناؤنی اینگلو اِنڈین سازش کو طشت از بام کر کے عالم اسلام کو اپنا احسان مند کیا۔

مجلس احرار اسلام کے زعمائے کرام میں سے صفِ اوّل کے دو رَہنماؤں رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی اور اَمیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو یہ شرف حاصل ہے کہ انھوں نے مجلس احرار اسلام کے قیام سے پیشتر ہی قادیانیت کی سرکوبی کے لیے اپنی زندگیوں کو وقف کر رکھا تھا۔ احرار کے بانی رہنما مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کے خانوادے کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ جب ۱۸۸۴ء میں آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی قادیانیت کی تبلیغ کے لیے لدھیانہ آیا اور اُس نے وہاں مجدد ہونے کا دعویٰ کیا تو مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کے دادا جان حضرت مولانا محمد لدھیانویؒ نے مرزا قادیانی کے مستقبل کے ارتدادی عزائم کو بھانپ کر اُس کے خلاف سب سے پہلا فتویٰ تکفیر جاری کیا۔ مرزا قادیانی کو نہ صرف اُس کی زندگی میں ہی اُسے دلائل و براہین کے ہتھیاروں سے لاجواب کر کے بے بسی سے دوچار کیے رکھا، بلکہ مرزا قادیانی کی عبرت ناک موت کے بعد بھی وہ اُس کے جانشینوں کے دجل و فریب کو قوتِ ایمانی سے واشگاف کرتے رہے۔ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ نے قادیانی نبوتِ کاذبہ کے خلاف اپنے خاندان کی جاری کی ہوئی بے مثال جدوجہد کو

مزید توانائی عطا کی اور محاسبۂ قادیانیت اُن کی حیاتِ مبارکہ کا ماحصل ٹھہرا۔

مجلس احرارِ اسلام کے دوسرے بانی رہنما حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ بھی اپنی عملی قومی و دینی زندگی کے آغاز سے ہی قادیانیت کے خلاف شمشیر بکف تھے۔ انھوں نے سب سے پہلے ۱۹۱۶ء میں امرتسر میں مرزا بشیر الدین محمود کے ایک جلسے میں کھڑے ہو کر اُسے للکارا اور حدیث مبارکہ میں تحریف کرنے پر سرِ عام ٹوکا۔ جس کی تاب نہ لا کر مرزا بشیر الدین کو فرار ہوتے ہی بنی۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے پیہم قادیانیت کے ارتدادی ارادوں کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کیں، جس سے قادیانی اُمت اپنے زخم چاٹنے پر مجبور ہو گئی۔

محدث العصر حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ قادیانی ارتداد کے پھیلاؤ اور اس فرقۂ ضالہ کے خطرناک تخریبی عزائم پر کڑی نظر رکھے ہوئے تھے۔ جب انھوں نے مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے قادیانیت شکن جہاد میں اُن کے خلوص، للّٰہیت، بے غرضی اور بے مثال و منفرد خداداد صلاحیتوں کے اظہار و استعمال کا بغور مشاہدہ فرمایا تو انھوں نے ۱۹۳۰ء میں انجمن خدام الدین لاہور کے سالانہ جلسہ میں سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو قادیانیت کے فتنہ کی روک تھام کے لیے ''امیر شریعت'' مقرر فرما دیا اور اس موقع پر پانچ سو سے زائد علماء کرام نے مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے اپنے اس منصب کی لاج رکھتے ہوئے برعظیم کے اکناف و اطراف میں عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور قادیانیت کے استیصال کے لیے دن رات ایک کر دیا۔ جس سے مسلمانوں کو فتنۂ قادیانیت سے بخوبی آگاہی ہوئی اور بلا مبالغہ ہزاروں مسلمانوں کے ایمان اُن کی زبردست تبلیغی مساعی کی بدولت قادیانیت کے مذموم اثرات سے متاثر ہونے سے محفوظ ہو گئے۔

جب زعماء احرار نے ۱۹۲۹ء میں مسلمانوں کی الگ دینی و سیاسی جماعت مجلس احرار اسلام کی نیو اُٹھائی تو اُن کے اس اقدام کے پس منظر میں جہاں امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ کا اصولی مشورہ کارفرما تھا، وہیں علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ کی یہ بنیادی تجویز بھی شریکِ کار تھی کہ:

> ''پنجاب میں ایک ایسی منظّم عوامی تنظیم کا قیام عمل میں آئے جو قادیانیت کے محاذ پر سرفروشانہ کام کرے اور استخلاصِ وطن کے لیے بھی جدوجہد کرے۔''[۱]

بزرگانِ احرار نے اِنھی عظیم المرتبت اکابر کے حکم پر ۱۹۲۹ء میں مجلس احرار اسلام کا ابتدائی خاکہ ترتیب دیا۔ مجلس احرار اسلام کے بانیوں میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، چودھری افضل حق، شیخ حسام الدین، مظہر علی اظہر، اور مولانا سید محمد داؤد غزنوی وغیرہ شامل تھے۔

تحریک آزادیٔ کشمیر:

۱۹۳۱ء میں جب مہاراجۂ کشمیر نے کشمیری مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا تو وادیٔ کشمیر میں بغاوت کی

چنگاری سلگ اٹھی۔ اسی اثناء میں مسلمانانِ کشمیر کی دادرسی کے لیے ۲۵/ جولائی ۱۹۳۱ء کو ہندوستان کے مسلمان رہنما شملہ میں اکٹھے ہوئے اور آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی بنیاد رکھی گئی، مگر بدقسمتی سے کشمیر کمیٹی کا صدر مرزا بشیرالدین محمود قادیانی اور جنرل سیکرٹری عبدالرحیم دردؔ قادیانی کو منتخب کیا گیا۔ کمیٹی کے دیگر اراکین میں نواب ذوالفقار علی خان، ڈاکٹر علامہ محمد اقبال، نواب ابراہیم علی خان، خواجہ حسن نظامی، خان بہادر رحیم بخش، سید محسن علی شاہ، مولانا محمد اسماعیل غزنوی، مولانا سید حبیب ایڈیٹر ''سیاست'' اور خان بہادر مولوی نورالحق ایڈیٹر ''مسلم آؤٹ لک'' لاہور شامل تھے۔ کشمیر کمیٹی کے بنتے ہی قادیانیوں نے اپنی طے شدہ حکمتِ عملی کو بروئے کار لایا۔

جیسے کہ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ لکھتے ہیں کہ:

''مسٹر عبدالرحیم دردؔ (قادیانی، جنرل سیکرٹری کشمیر کمیٹی) نے ہندوستان کے تمام مشہور علماء، فضلاء، اور ڈاکٹروں کو خطوط لکھے کہ آپ کو کشمیر کمیٹی کا ممبر بنالیا گیا ہے۔ ہندوستان کے تمام لوگ حقیقتِ حال سے ناواقف تھے۔ کسی نے کشمیر کمیٹی کی طرف توجہ نہ کی، سوائے مجلس احرار اسلام کے رہنماؤں کے، کسی نے بھی عبدالرحیم درد پرائیویٹ سیکرٹری مرزا محمود احمد کو انکار کا خط نہ لکھا۔''[۲]

جبکہ قدرت اللہ شہاب کے بقول:

''کشمیر کمیٹی کے ساتھ ہی ''مرزا بشیرالدین نے یہ تاثر دینا شروع کر دیا کہ اُن کی صدارت میں اس کمیٹی کو قائم کر کے ہندوستان بھر کے سرکردہ مسلمان اکابرین نے اُن کے والد میرزا غلام احمد قادیانی کے مسلک پر مہرِ تصدیق ثبت کر دی ہے۔ اس شرانگیز پروپیگنڈے کے جلو میں قادیانیوں نے نہایت عجلت کے ساتھ اپنے مبلغین کو جموں وکشمیر کے طول وعرض میں پھیلانا شروع کر دیا۔ تاکہ وہ ریاست کے سادہ لوح عوام کو ورغلا کر انھیں اپنے خودساختہ نبی کا حلقہ بگوش بنانا شروع کر دیں۔''[۳]

مجلس احرار اسلام کے رہنما کشمیر کمیٹی پر قادیانیوں کے تسلط کو بتیس لاکھ کشمیری مسلمانوں کے حق میں سراسر نقصان دہ جانتے تھے، کیوں کہ انھیں یقینِ کامل تھا کہ قادیانی کشمیری مسلمانوں کی امداد کے نام پر اُن کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کے خواہاں ہیں۔ لہٰذا امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، چودھری افضل حق اور مولانا داؤد غزنوی پر مشتمل احرار رہنماؤں کے ایک وفد نے ۸/ اگست ۱۹۳۱ء کو علامہ محمد اقبال سے ملاقات کی۔ اراکینِ وفد نے علامہ اقبال سے کہا کہ:

''کیا آپ نے بھی قادیانی قیادت کو تسلیم کر لیا ہے۔ اگر آپ کی دیکھا دیکھی کشمیر کے بتیس لاکھ مسلمان قادیانی ہوگئے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ مجرم ہوں گے۔ نیز قادیانی دوسرے مسلمانوں پر بھی گمراہ کن اثر کریں گے۔ لہٰذا آپ اُن سے علیحدگی کا اعلان کریں۔''

اس ملاقات کے اگلے روز ۹/ اگست کو کشمیر مسلمانوں سے اظہارِ یکجہتی کے لیے علامہ اقبال کی صدارت میں منعقدہ ایک نمائندہ اجتماع میں مجلس احرار اسلام کے رہنما اجتماع کا فیصلہ اپنے حق میں کرانے میں کامیاب ہوگئے اور ۱۴، ۱۵/ اگست

۱۹۳۱ء کو ہونے والے جلوسوں اور جلسوں کا تمام انتظام مجلس احرار پنجاب کے سپرد کرنے کا فیصلہ ہوا۔[۴]

مجلس احرارِ اسلام نے کشمیری مسلمانوں کے لیے ہندوستان گیر تحریک چلائی۔ اس عظیم تحریک کے دوران مجلس احرار کے پچاس ہزار کارکن گرفتار اور اُنیس مجاہدینِ احرار شہید ہوئے۔ اس تحریک نے جہاں کشمیری مسلمانوں میں آزادی کا شعور پیدا کیا اور قادیانی گماشتوں کی تبلیغی سازشوں کا پردہ چاک کر کے اُن کے ناپاک ارادوں کو خاک میں ملا دیا، وہیں ہندوستانی مسلمانوں کو کشمیریوں کے جان لیوا مسائل سے بھی روشناس کرایا۔ احرار رہنماؤں کی مسلسل محنت کے نتیجہ میں ۷؍مئی ۱۹۳۳ء کو مرزا بشیر الدین قادیانی کو کشمیری کمیٹی سے مستعفی ہونا پڑا اور اُس کی جگہ علامہ محمد اقبال کشمیر کمیٹی کے صدر بنائے گئے، لیکن انھوں نے بھی قادیانیوں کی اصلیت ظاہر ہونے پر بالآخر جون ۱۹۳۳ء میں کمیٹی کی صدارت سے استعفیٰ دے دیا اور انھوں نے اپنے استعفیٰ دینے کے پس منظر میں قادیانی سربراہ اور اُس کے خواجہ تاشوں کی سازشوں کا پردہ چاک کیا۔ مجلس احرار اسلام نے اپنے ایک اجلاس میں ایک قرارداد کے ذریعے علامہ اقبال کو کمیٹی کی صدارت سے الگ ہونے پر خصوصی مبارک باد پیش کی۔

قادیان میں داخلہ:

احرار کشمیر کے محاذ سے فارغ ہوئے ہی تھے اور ابھی اُن کی جیلوں سے رہائی عمل میں آ ہی رہی تھی کہ اُنھی دنوں قادیان کے غریب مسلمانوں کی بے کسی کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ قادیان میں آنجہانی مرزا بشیر الدین قادیانی نے اپنے انگریز آقا کی سرپرستی میں اپنی سٹیٹ قائم کر رکھی تھی۔ قادیانیوں کا اپنا عدالتی نظام قائم تھا۔ پولیس اُن کی کنیز تھی۔ مسلمانوں کی عزت وآبرو اور مال ودولت محفوظ نہ تھی۔ تجارت اور خرید وفروخت پر قادیانیوں کے ظالمانہ ٹیکس رائج تھے۔ الغرض برطانوی حکومت کی آشیر باد پر قادیان میں ظلم وتشدد کی اندھیر نگری قائم تھی اور وہاں مرزا بشیر الدین اِندر سبھا کا راجہ بنا ہوا تھا۔

ایک طرف قادیان کے مسلمان قادیانیوں کے ظلم وسفاکی کے عذاب سہہ رہے تھے اور دوسری طرف علماء کا ایک گروہ مناظروں کے نام پر اپنی دکانداری چمکانے میں مصروف تھا۔ جس کا نتیجہ یہ تھا کہ عام مسلمان بھی قادیانیوں کے کفریہ عقائد کو فروعی اختلافات جان کر نظر انداز کر دیتا تھا۔ کسی میں اتنی جرأت نہ تھی کہ وہ قادیانیوں کے کفر کا برملا اعلان کر کے اُن کے سامنے سینہ تان کر کھڑا ہو سکے۔

۱۹۳۳ء کے ایام کا ذکر ہے کہ مولانا عبدالکریم مباہلہؒ، مفکرِ احرار چودھری افضل حقؒ سے دفتر احرار لاہور میں آ کر ملے۔ (مولانا مباہلہ سابق قادیانی تھے۔ مرزا بشیر الدین نے اُن کے ناموس پر ہاتھ ڈال کر اپنی فطری خباثت کا مظاہرہ کیا۔ جس کے نتیجے میں مولانا مباہلہ نے مرزا بشیر کو دعوتِ مبارزت دی، جس کا سامنا نہ کر سکنے پر مرزا نے مولانا کے خاندان کا مقاطعہ کر دیا اور انھیں مجبوراً قادیان سے نکلنا پڑا۔) مجلس احرار اسلام کے رہنماؤں نے مولانا عبدالکریم مباہلہ سے قادیان کے واقعات سن کر یہ فیصلہ کیا کہ قادیان میں مسلمانوں کو درپیش حالات سے آگاہی کے لیے ابتدائی

طور پر دو احرار کارکنوں کو قادیان بھیجا جائے، چنانچہ ۶/ اکتوبر ۱۹۳۳ء کو حبیب الرحمٰن اور سید غریب شاہ کو قادیان روانہ کیا گیا۔ ان نو وارد کارکنوں کو قادیان میں گھومتا دیکھ کر قادیانیوں کو شبہ ہوا تو اُن پر ظلم وتشدد کا بازار گرم کر دیا گیا۔ جس سے غریب شاہ کی حالت غیر ہوگئی۔ دونوں کارکن بڑی مشکل سے لاہور پہنچے اور قادیان کے ناگفتہ بہ حالات کی رپورٹ احرار رہنماؤں کے سامنے پیش کی۔ جس پر مہینوں کے غور وخوض کے بعد قادیان میں مجلس احرار اسلام کا دفتر کھول دیا گیا اور ۱۹۳۴ء کے آغاز میں مجاہدِ ختم نبوت حضرت مولانا عنایت اللہ چشتیؒ کو قادیان میں مبلغِ احرار کی حیثیت سے تعینات کر دیا گیا، جنھوں نے کئی سال تک مجلس احرار اسلام کی ہندوستان گیر تنظیم کے سہارے قادیان میں تحفظ ختم نبوت کا مقدس کام بڑی جرأت ودلیری اور ہمت واستقامت کے ساتھ کیا۔

۲۳/ مارچ ۱۹۳۴ء کو رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ صدر آل انڈیا مجلس احرار اسلام، قادیان تشریف لے گئے۔ صدرِ احرار کی قادیان میں آمد قادیانیوں کے لیے کسی بڑے صدمے سے کم نہ تھی کہ وہ زمین کہ جہاں کسی مسلمان کو دم مارنے کی اجازت نہ تھی، وہاں قادیانیوں کی سب سے بڑی مخالف جماعت کے سربراہ بلاخوف وخطر تشریف لا چکے تھے اور اُن کی آمد سے حوصلہ پا کر قادیان کے قرب وجوار کے نواح گورداس پور، پٹھان کوٹ اور بٹالہ وغیرہ کے ہزاروں مسلمان اُن کے استقبال کے لیے قادیانیوں کے رعب ودہشت کو خاطر میں لائے بغیر قادیان میں پہنچ گئے اور وہاں پوری جرأت وحوصلہ کے ساتھ مولانا حبیب الرحمٰنؒ نے خطاب فرمایا۔ آپ کی ولولہ انگیز تقریر نے قادیان اور نواح کے مسلمانوں میں زندگی کی لہر دوڑا دی۔ مولانا حبیب الرحمٰنؒ کی تقریر کے بعد ایک قادیانی نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنے کی سعادت حاصل کی۔

مجلس احرار اسلام نے قادیانیوں کی بڑھتی ہوئی ارتدادی سرگرمیوں اور انگریز کی مکمل سرپرستی میں اُن کے تخریبی سیاسی عزائم کی مستقلاً روک تھام کے لیے ۲۱، ۲۲/ جولائی ۱۹۳۴ء کو مجلس عاملہ کے ایک اجلاس میں جماعت کے شعبۂ تبلیغ کا باقاعدہ قیام عمل میں لایا، جس کا حسب ذیل منشور طے پایا:

''(۱)　شعبۂ تبلیغ مجلس احرار اسلام خالص مذہبی شعبہ ہے۔ سیاسیاتِ ملکی سے اس کا کوئی تعلق نہ ہوگا۔

(۲)　ارتداد ودہریت کی روک تھام کے پیش نظر مسئلہ ختم نبوت کی ہر ممکن حفاظت کرنا۔

(۳)　مسلمانوں میں تبلیغِ اسلام کا شوق پیدا کرنا اور اُس کے لیے مبلغوں کی ایک سرگرم جماعت تیار کرنا۔

(۴)　ہندوستان اور بیرون ہند میں اسلام کی اشاعت کرنا۔

(۵)　خدمتِ خلق اور اسلامی اخلاق کی عملی کیفیت پیدا کرنا۔'' [۵]

اسی دوران میں خبر آئی کہ سرظفر اللہ خان قادیانی کو وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل میں مسلمان نمائندہ کے طور پر لیا جا رہا ہے تو مجلس احرار نے اس پر شدید ردّ عمل کا اظہار کیا اور مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، میر احمد حسین شملہ اور محمد احمد کاظمی ایڈووکیٹ پر مشتمل احرار وفد نے وائسرائے سے مل کر چودھری ظفر اللہ کی مسلمانوں کی سیٹ پر نامزدگی کے

خلاف احتجاج ریکارڈ کرایا، لیکن حکومتِ برطانیہ کو اپنے مفادات عزیز تھے۔ اس لیے ۱۰را کتوبر ۱۹۳۴ء کو ظفر اللہ خان کو مجلس احرار اسلام کے احتجاج کے برعکس وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کا رکن نامزد کر دیا گیا۔

مفکرِ احرار چودھری افضل حقؒ کے حکم پر مجلس احرار اسلام کے مرکزی رہنما ماسٹر تاج الدین انصاریؒ بھی قادیانیت کی گوشمالی کے لیے قادیان پہنچ گئے۔ انھوں نے وہاں قیام پذیر ہو کر قادیانی پوپ پال مرزا بشیر الدین کے خاندان کے افراد کے جعلی وقار کو مٹی میں اس طور ملا دیا کہ اُن کا رہا سہا رعب و دبدبہ بھی زمیں بوس ہو گیا۔ قادیان میں بعد ازاں مولانا محمد حیاتؒ، مولانا عتیق الرحمٰنؒ، خواجہ عبدالحمید بٹؒ بھی مولانا عنایت اللہ چشتیؒ کے ہمراہ تحفظ ختم نبوت کے محاذ پر دادِ شجاعت دیتے رہے۔

قادیانیوں کی سازشوں کو ہندوستان گیر سطح پر منکشف کرنے اور قادیانی سامری کا طلسم توڑنے کے لیے مجلس احرار اسلام نے ۲۱، ۲۲، ۲۳را کتوبر ۱۹۳۴ء کو قادیان میں ''احرار کانفرنس'' منعقد کرنے کا اعلان کر دیا۔ جس سے ہندوستان بھر کے مسلمانوں کا دینی جوش و جذبہ اپنی انتہاؤں کو چھونے لگا۔ اگرچہ مجلس احرار سے پہلے بھی علمائے کرام قادیان آ کر عقیدۂ ختم نبوت بیان کیا کرتے تھے، لیکن اُس وقت تک اُن کی یہ انفرادی کوششیں کوئی برگ و بار لانے میں کامیاب نہ ہو سکی تھیں۔ مجلس احرار اسلام ہندوستانی مسلمانوں کے متوسط طبقے کی مقبول ترین جماعت تھی۔ جس کی جڑیں پورے ملک میں مضبوطی سے قائم تھیں، چونکہ مجلس احرار اب قادیانی قادیانیوں کی سرکوبی کا مکمل تہیہ کر چکی تھی۔ اس لیے اُس کے وسیع جماعتی نظام کی بدولت پورے ملک سے اس کے ہزاروں کارکنوں سمیت دو لاکھ مسلمان احرار کانفرنس میں شرکت کے لیے قادیان پہنچ گئے۔ یہ نظارہ بھی قادیان کی زمین پر چشمِ فلک نے پہلی بار ہی دیکھا کہ وہ خطۂ زمین جہاں کسی بھی غیر قادیانی کے اونچی آواز میں بات کرنے پر بھی پابندی تھی، وہاں برِعظیم کے بے مثال و آتش نفس خطیب عقیدۂ ختم نبوت کو جرأت و بے باکی سے بیان کرنے کے لیے تشریف لا چکے تھے۔ اُن کی جرأتِ گفتار اور شعلۂ کردار پر قادیان کا ہر مسلمان نازاں دکھائی دیتا تھا۔

مجلس احرار اسلام کے صفِ اوّل کے رہنماؤں کے علاوہ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، مفتیٔ ہند مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ، مولانا ابوالوفا شاہ جہان پوریؒ، مفتی عبدالرحیم پوپلزئیؒ، مولانا ظفر علی خانؒ اور مولانا ظہور احمد بگویؒ بھی قادیان میں پہنچ گئے۔ احرار کانفرنس ڈی اے وی ہائی سکول کے احاطہ میں رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ جس میں دیگر مقررین کے علاوہ حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے تاریخی خطاب فرمایا۔ آپ کی تقریر نے قادیانیت کے وجود میں سراسیمگی کی لہر دوڑا دی۔ مجلس احرار اسلام کے قادیان میں فاتحانہ داخلے اور سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی قادیان میں شعلہ بار تقریر سے قادیانیوں کے حوصلے پست ہو گئے اور مسلمانوں کو ایک نیا ولولہ ملا۔ شاہ جی کی تقریر سے بوکھلا کر انھیں ایک مقدمہ کے تحت ۷، دسمبر ۱۹۳۴ء میں گرفتار کر لیا گیا، لیکن ۸ر دسمبر کو انھیں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداس پور دیوان سکھانند نے ضمانت پر رہا کر دیا۔

۲۱؍جنوری ۱۹۳۵ء کو پولیس نے دفتر احرار لاہور پر چھاپہ مار کر شاعرِ احرار احمد یار خان رزمی کی پنجابی نظموں کا ایک مجموعہ (جس میں مرزا قادیانی کے خلاف ایک نظم شامل تھی) برآمد کر کے ضبط کر لیا۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ پر قادیان والی تقریر پر مقدمہ چلتا رہا۔ ۲۰؍اپریل ۱۹۳۵ء کو مجسٹریٹ گورداس پور نے شاہ جی کو چھ ماہ قید بامشقت کی سزا سنائی، جس کے خلاف سیشن کورٹ میں اپیل کی گئی اور سیشن کورٹ نے ابتدائی سماعت میں ہی شاہ جی کو ضمانت پر رہا کرنے کا حکم دے دیا۔ عدالت نے ۶؍جون ۱۹۳۵ء کو اس مقدمے کا تاریخی فیصلہ دیا، جس نے سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے مؤقف اور مجلس احرار کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ سیشن جج جی۔ ڈی کھوسلہ نے امیر شریعت کے جرم کو محض اصطلاحی قرار دیتے ہوئے تابرخواستِ عدالت قیدِ محض کی سزا سنائی۔ اس تاریخی فیصلہ نے قادیانیت کے تار و پود بکھیر کر رکھ دیے۔

قادیانی مجلس احرار کے تابڑ توڑ حملوں سے گھبرائے ہوئے تھے، چنانچہ ۳؍ستمبر ۱۹۳۵ء کو قادیانیوں نے اپنے اخبار ''الفضل'' میں مجلس احرار کے رہنماؤں کو قادیان میں مباہلہ کی دعوت دے دی۔ اُن کی توقع کے برعکس احرار رہنماؤں نے بلا تاخیر اس دعوت کو قبول کر لینے کے ساتھ ہی مباہلہ کے لیے مولانا مظہر علی اظہر جنرل سیکرٹری مجلس احرار اسلام ہند کے ۱۳؍ستمبر ۱۹۳۵ء کو قادیان پہنچنے کے فیصلے کو مشتہر کر دیا۔ جب مقررہ تاریخ کو مولانا مظہر علی اظہر احرار رہنماؤں صاحبزادہ سید فیض الحسن، ماسٹر تاج الدین انصاری، مولانا محمد حیات، حاجی عبدالرحمٰن بٹالہ، خواجہ عبدالرحیم عاجز اور جانباز مرزا کی معیت میں قادیان پہنچے تو وہاں اُن کا شاندار استقبال کیا گیا۔ قادیانی احرار کی اس جرأتِ رندانہ سے اس حد تک خوف زدہ ہوگئے کہ وہ مباہلہ کے لیے میدان میں آنے کی جرأت ہی نہ کر سکے۔ جس سے قادیان میں احرار کانفرنس کی کامیابی کے بعد قادیانیوں کو دوسری مرتبہ اپنے ہی گھر میں پھر ہزیمت اٹھانا پڑی۔

اس خفت کو مٹانے کے لیے قادیانیوں نے نومبر ۱۹۳۵ء کو دوبارہ دعوتِ مباہلہ دے دی اور پھر خود ہی اُس سے انکاری ہوگئے، مگر احرار نے اُن کی دعوت قبول کر کے ۱۸؍نومبر کو مباہلہ کی تاریخ مقرر کر دی۔ جس پر قادیانی گماشتوں کی مدد کے لیے حکومت نے قادیان اور اُس کے نو میل کے فاصلے تک احرار رہنماؤں کے اجتماع اور داخلہ پر پابندی عائد کر دی۔ بعد ازاں ایک دوسرے نوٹس کے ذریعے بعض احرار رہنماؤں کے قادیان اور اُس کے چار میل کے فاصلے تک داخلے اور اجتماعات کے انعقاد سمیت ۵؍دسمبر ۱۹۳۵ء کو دفعہ ۱۴۴ کے تحت غیر معینہ مدت کے لیے نمازِ جمعہ کی ادائیگی پر پابندی عائد کر دی۔ اس حکم کے اگلے ہی روز (۶؍دسمبر کو) سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے اس غیر شرعی پابندی کو توڑنے اور قادیان میں (۶؍دسمبر کو) جمعہ پڑھانے کا اعلان فرما دیا۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ قادیان پہنچے تو انھیں گرفتار کر لیا گیا اور انھیں تین ماہ قید سخت اور پچاس روپے جرمانہ کی سزا دی گئی۔ جس پر مجلس احرار اسلام نے سول نافرمانی کا آغاز کر دیا۔ اگلے جمعہ (۱۳؍دسمبر) کو مولانا ابوالوفا شاہ جہان پوری کو مجلس احرار نے جانباز مرزا کے ساتھ نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے لیے قادیان روانہ کیا،

لیکن انھیں بٹالہ سٹیشن پر ہی گرفتار کر کے گورداس پور جیل بھیج دیا گیا۔ جہاں حضرت امیر شریعتؒ پہلے سے ہی قید تھے۔ ۲۰ر دسمبر کو مجلس احرار اسلام لاہور کے رہنما محمد حسین سیفی جماعتی حکم کے تحت قادیان میں جمعہ پڑھانے کے لیے روانہ ہوئے تو انھیں قادیان کے قریب گرفتار کرلیا گیا۔ ۲۷ر دسمبر کو نومسلم مولوی بشیر احمد (سابق قادیانی) احرار کے حکم کی پاسداری میں بٹالہ سٹیشن پر گرفتار ہوئے۔ ۳ر جنوری ۱۹۳۶ء کو احرار کے رہنما قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ کو قادیان پہنچنے پر حراست میں لے کر ڈپٹی مجسٹریٹ نے انھیں چھ ماہ قید اور ایک ہزار روپے جرمانے کی سزا سنائی۔ قاضی صاحب کی گرفتاری کے فوراً بعد ۵ر جنوری ۱۹۳۶ء کو حکومت پنجاب نے قادیان میں نمازِ جمعہ پر پابندی اٹھالی، جس پر احرار رہنما اور سابق قادیانی مبلغ مولانا لال حسین اخترؒ جنوری میں ہی قادیان تشریف لے گئے اور اجتماعِ جمعہ سے خطاب فرمایا۔ اس موقع پر ماسٹر تاج الدین انصاریؒ اور حاجی عبدالرحمٰن بٹالہ نے بھی تقاریر کیں اور حضرت امیر شریعتؒ کی رہائی کا مطالبہ کیا۔

۳۱ر جنوری ۱۹۳۶ء کو مجلس احرار اسلام نے ہندوستان کی مسلمان جماعتوں اور انجمنوں سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنی انجمنوں سے قادیانیوں کا اخراج کریں۔ اس مطالبہ کا سب سے زیادہ اثر انجمن حمایت اسلام پر پڑا، کیوں کہ اُس میں قادیانی گھسے ہوئے تھے۔ احرار انجمن کے سالانہ اجلاس کے موقع پر یہ قرارداد پیش کرنے میں کامیاب ہوگئے کہ:

''قادیانیوں کو بوجہ کفر، انجمن حمایت اسلام سے خارج کردیا جائے، کیوں کہ کوئی غیر مسلم انجمن کا ممبر نہیں بن سکتا۔''

۱۹ر مارچ ۱۹۳۷ء کو مجلس احرار کے پنجابی شاعر حافظ محمد ابراہیم خادمؔ کی پنجابی نظم ''مرزے دی بول گئی، ککڑوں کُوں''، یونینسٹ گورنمنٹ نے ضبط کر کے قادیانیوں کو دلاسہ دینے کی کوشش کی۔ مجلس احرار کی تحریک ختم نبوت کے منہ زور تھپیڑوں سے قادیانیوں کی کشتی ہچکولے کھا رہی تھی، لہٰذا وہ بار بار اپنے انگریز سرپرستوں سے اپیلیں کر کے احرار رہنماؤں پر پابندیوں اور مقدمات کے احکام جاری کرا رہے تھے۔ اسی سلسلے میں ۳ر جنوری ۱۹۳۷ء کو حکومتِ پنجاب نے سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے قادیان میں داخلے پر ایک سال کے لیے پابندی لگادی۔ قادیانیوں نے اسی پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ انھوں نے ۲۷، ۲۸ر فروری ۱۹۳۸ء کی درمیانی رات کو قادیان کے مسلمانوں کے اہم ترین معاون حاجی عبدالغنی (رئیس بٹالہ وصدر مجلس احرار اسلام گورداس پور) کو شہید کردیا۔ اُن کی شہادت پر ہندوستان بھر میں شدید احتجاج کیا گیا۔

جولائی ۱۹۴۴ء میں قادیان کی باسی کڑاہی میں پھر اُبال آیا اور مرزا بشیر الدین نے مجلس احرار کے رہنماؤں کو قادیان میں آنے کا چیلنج دیا، جس پر مجلس احرار نے ۲۷ تا ۲۹ر اکتوبر ۱۹۴۴ء کو قادیان میں احرار کانفرنس منعقد کرنے کا اعلان کردیا۔ مرزا بشیر الدین کو یقین تھا کہ احرار چونکہ انگریز سے آزادی کی فیصلہ کن لڑائی لڑنے میں مصروف ہیں اور اُس کے بیشتر رہنما اور کارکن قید و بند کی صعوبتوں سے گزر رہے ہیں، لہٰذا احرار اُن کا چیلنج قبول نہیں کریں گے، لیکن یہ مرزا بشیر الدین کی بھول تھی۔ احرار مصائب وآلام سے گزرنے کے باوجود تحفظ ختم نبوت کے محاذ سے غافل نہیں تھے۔ جب احرار نے حالات کی سختی کے باوجود چیلنج قبول کرتے ہوئے احرار کانفرنس قادیان کا اعلان کیا تو مرزا بشیر الدین کے اوسان

خطا ہوگئے اور وہ معبودانِ فرنگ کی چوکھٹ پر سربسجود ہوکر احرار کانفرنس رکوانے کے لیے آہ وزاریاں کرنے لگے، جس پر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداس پور نے ۱۴ر اکتوبر ۱۹۴۴ء کو قادیان اور اُس کے نواح کے دس میل کے علاقے میں دفعہ ۱۴۴ نافذ کر کے اجتماعات پر پابندی عائد کردی۔ جس پر مجلس احرار نے کانفرنس کی متعینہ تواریخ ۲۷ تا ۲۹ر اکتوبر ۱۹۴۴ء کو ہندوستان کے مختلف شہروں میں اپنے اجتماعات میں اس حکومتی اقدام پر احتجاج کیا اور حکومت کی قادیانیت نوازی کی شدید مخالفت کی۔

مجلس احرار کی اس تحریک کی بدولت قادیان کے مسلمانوں میں قادیانی غنڈوں کے سامنے کھڑا ہونے کا حوصلہ پیدا ہوا۔ قادیانی رعب ودبدبہ کے غبارے سے ہوا نکل گئی۔ قادیان میں مسجد احرار اور دینی مدرسہ جامعہ محمدیہ کے قیام سے مسلمانوں کی اولادیں دینی تعلیم اور عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت سے روشناس ہوئیں۔ قادیانی ارتدادی تبلیغ کا ریلا رک گیا۔ احرار نے قادیان میں کھڈیاں قائم کیں۔ جس سے غریب مسلمان قادیانی معاشی تسلط سے کافی حد تک آزاد ہوگئے۔ مجلس احرار اسلام نے قادیانیوں کی سیاسی اصلیت کو الم نشرح کیا اور ہندوستان کے گلی، کوچوں میں قادیانیوں کی شاطرانہ چالوں اور سامراجی وفاداری کے قصے عام ہوتے گئے۔ مجلس احرار کی ایسی ہی سرفروشانہ جدوجہد کے صلے میں ناموسِ رسالت کا تحفظ ہوا اور قادیانی عوام الناس میں ایک گالی ہوکر رہ گئے۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء:

قیامِ پاکستان کی تحریک آخری مراحل میں تھی، لیکن قادیانی اُس کی راہ میں مسلسل روڑے اٹکا رہے تھے۔ اکھنڈ بھارت کے قادیانی منصوبے باؤنڈری کمیشن میں عیاں ہوگئے۔ سرظفر اللہ خان نے باؤنڈری کمیشن کی کارروائی کے دوران ایسا گھناؤنا کھیل کھیلا کہ علاقوں کی غیر منصفانہ تقسیم سے کشمیر دولخت ہوگیا، جس کی بدولت ہندوستان آج بھی ہمارے دریاؤں کے پانی روک لینے کی قوت رکھتا ہے۔

پاکستان بننے کے بعد مرزا بشیر الدین محمود نے رتن باغ لاہور میں عارضی رہائش اختیار کی۔ بعد میں پنجاب کے انگریز گورنر سرفرانسس موڈی کی خصوصی مہربانی سے انھیں ۱۹۴۸ء کے آخر میں چنیوٹ کے قریب ۱۰۳۴، ایکڑ اراضی کوڑیوں کے مول الاٹ ہوگئی۔ جسے ظلّی قادیان کی حیثیت سے ''ربوہ'' (اب چناب نگر) کا نام دیا گیا۔ پاکستان میں کمین گاہ میسر آتے ہی مرزا بشیر الدین نے اکھنڈ بھارت کے خواب دیکھتے ہوئے پاک وہند کی تقسیم کے عارضی ہونے اور دونوں ملکوں کے ایک ہوجانے کے الہامات جاری کیے۔ جب کہ سرظفر اللہ خان کی بطور وزیر خارجہ پاکستان کے تقرر نے قادیانیت کو نہ صرف پاکستان بلکہ وزارتِ خارجہ کے ذریعے بیرونی ممالک میں بھی قدم جمانے کے مواقع میسر کیے۔ مرزا بشیر الدین نے کشمیر اور بلوچستان میں تخریبی سرگرمیوں کو اس قدر تیز کردیا کہ ملکی صورتِ حال انتہائی حساس دکھائی دینے لگی۔ حتیٰ کہ مرزا بشیر الدین نے ۱۹۴۸ء میں کشمیر کو قادیانی صوبہ بنانے کے منصوبہ کا اعلان کردیا۔

مجلس احرار اسلام نے جنوری ۱۹۴۹ء میں ایک قرارداد کے ذریعے جلسۂ عام میں انتخابی سیاست سے دستبرداری

اور آئندہ ایک دینی جماعت کی حیثیت سے کام کرنے کا فیصلہ کرلیا تھا۔ لہٰذا مجلس احرار نے سیاسی امور میں مسلم لیگ کے ساتھ تعاون کا اعلان کیا۔ نیز ۱۹۵۰ء کے عام انتخابات میں مسلم لیگ کی حمایت کا اعلان اس شرط پر کیا گیا تھا کہ مسلم لیگ کسی قادیانی کو انتخابات میں ٹکٹ نہیں دے گی، لیکن اس کے باوجود مسلم لیگ نے متعدد سیٹوں پر قادیانیوں کو ٹکٹ دے دیے۔ قادیانی امیدواروں کے خلاف مجلس احرار نے بھرپور مہم چلائی، جس کی بدولت کوئی قادیانی انتخابات میں کامیاب نہ ہوسکا۔ لہٰذا احرار نے اپنی اس کامیابی پر مارچ تا مئی ۱۹۵۱ء پورے ملک میں ’’یومِ تشکر‘‘ کے عنوان سے کانفرنسوں کا انعقاد کیا۔ اب مجلس احرار کی تمام تر توجہ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور اسلام کی تبلیغ پر صرف ہو رہی تھی۔ جسٹس منیر کے مطابق:

’’فروری ۱۹۵۲ء تک احراری، احمدیوں کے خلاف رائے عامہ کو منظّم کرنے میں کامیاب ہوگئے۔‘‘[۶]

نوزائیدہ مملکتِ پاکستان قادیانی سازشوں کی آماجگاہ بنی ہوئی تھی۔ مرزا بشیر الدین کے مختلف شہروں کے پے در پے دورے، حکومتی وسیاسی رہنماؤں سے مذاکرات اور کھلے بندوں قادیانیت کی تبلیغ نے عوام کی آنکھوں سے پردے ہٹا دیے تھے۔ قادیانیوں کی دیدہ دلیری اس حد تک جا پہنچی تھی کہ ۱۷، ۱۸/ مئی ۱۹۵۲ء کو سر ظفر اللہ خان وزیر خارجہ نے اپنے ہم مسلک قادیانیوں کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے اسلام کو ایک سوکھے ہوئے درخت اور قادیانیت کو خدا کے لگائے ہوئے پودے سے تشبیہہ دے کر اپنے خبثِ باطن کا مظاہرہ کیا۔ ظفر اللہ خان کی اس دل آزار تقریر نے جلتی پر تیل کا کام کیا اور عوامی جذبات کا لاوا اُبلنے لگا۔

ان حالات میں مجلس احرار اسلام واحد دینی جماعت تھی، جس نے حالات کی سنگینی کا ادراک کرتے ہوئے کراچی میں مختلف مکاتبِ فکر کے علماء کرام کا اجلاس ۳/ جون ۱۹۵۲ء کو کراچی میں طلب کرلیا۔ اس اجلاس کے داعی مجلس احرار اسلام کے مرکزی رہنما مولانا لال حسین اختر تھے۔ اجلاس میں حسبِ ذیل تین مطالبات مرتب کیے گئے، جو آگے چل کر تحریک تحفظ ختم نبوت کا منشور ٹھہرے:

(۱) قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

(۲) چودھری ظفر اللہ خان کو وزیر خارجہ کے عہدے سے سبکدوش کیا جائے۔

(۳) قادیانیوں کو تمام کلیدی عہدوں سے ہٹایا جائے۔

مذکورہ مطالبات کی منظوری کے لیے ایک آل انڈیا مسلم پارٹیز کنونشن منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ یہ اجلاس مولانا سید سلیمان ندویؒ کی صدارت میں منعقد ہوا تھا۔ اجلاس میں کنونشن کے انعقاد وانتظام کے لیے گیارہ رہنماؤں مولانا سید سلیمان ندوی، مفتی محمد شفیع، مولانا سلطان احمد، مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا لال حسین اختر، الحاج ہاشم گزدر اور مفتی جعفر حسین وغیرہ پر مشتمل ایک بورڈ بنایا گیا۔ ۱۳/ جولائی ۱۹۵۲ء کو بورڈ کا اجلاس الحاج ہاشم گزدر کے مکان پر ہوا۔ جس میں مختلف اہم جماعتوں کو آل پارٹیز کنونشن میں شمولیت کے لیے دعوت نامے جاری کیے گئے۔

اسی سلسلے میں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے ۱۳ر جولائی ۱۹۵۲ء کو پنجاب میں آل مسلم پارٹیز کانفرنس برکت علی محمڈن ہال لاہور میں منعقد کی، جس میں صوبہ پنجاب کے جید علماء اور ممتاز مشائخ نے شرکت کی۔ اس کنونشن کا دعوت نامہ احرار رہنما مولانا غلام غوث ہزاروی نے جاری کیا۔ جس کے نیچے حسبِ ذیل شخصیات کے دستخط تھے:

''(۱) مولانا غلام محمد ترنم، صدر جمعیت علمائے پاکستان لاہور (۲) مولانا مفتی محمد حسن صدر جمعیت علماء اسلام پنجاب لاہور (۳) مولانا احمد علی [لاہوری] امیر انجمن خدام الدین لاہور (۴) مولانا محمد علی جالندھری ناظم اعلیٰ مجلس احرار پنجاب ملتان (۵) مولانا سید محمد داؤد غزنوی صدر جمعیت اہل حدیث پنجاب لاہور (۶) مولانا سید نور الحسن بخاری ناظم اعلیٰ تنظیم اہل سنت والجماعت پاکستان لاہور (۷) سید مظفر علی شمسی ایڈیٹر اخبار ''شہید'' وسابق جنرل سیکرٹری تحفظ حقوق شیعہ پاکستان لاہور۔'' [۷]

کنونشن میں کراچی سے مولانا احتشام الحق تھانوی، مولانا عبدالحامد بدایونی اور مولانا سید سلیمان ندوی نے بھی خصوصی شرکت کی۔ کنونشن میں درج ذیل حضرات پر مشتمل ایک مجلس عمل تشکیل دی گئی۔ تاکہ وہ آئندہ کا لائحہ عمل ترتیب دے:

''(۱) مولانا ابوالحسنات محمد احمد (جمعیت علماء پاکستان، صدر) (۲) مولانا امین احسن اصلاحی (جماعتِ اسلامی، نائب صدر) (۳) ماسٹر تاج الدین انصاری (مجلس احرار) (۴) شیخ حسام الدین (مجلس احرار) (۵) مولانا عبدالحلیم قاسمی (جمعیت علمائے اسلام) (۶) مولانا محمد طفیل (جمعیت علماء اسلام) (۷) مولانا محمد بخش مسلم (جمعیت علماء پاکستان) (۸) مولانا غلام محمد ترنم (حزب الاحناف) (۹) مولانا داؤد غزنوی (جمعیت اہل حدیث) (۱۰) مولانا عطاء اللہ حنیف (جمعیت اہل حدیث) (۱۱) مولانا غلام دین (حزب الاحناف) (۱۲) مولانا نصر اللہ خان عزیز (جماعت اسلامی) (۱۳) حافظ کفایت حسین (ادارہ تحفظ حقوق شیعہ) (۱۴) مولوی نور الحسن بخاری (تنظیم اہل سنت والجماعت) (۱۵) صاحبزادہ فیض الحسن (انجمن سجادہ نشینان پنجاب) (۱۶) مظفر علی شمسی (ادارہ تحفظ حقوق شیعہ) (۱۷) مولانا عبدالغفار ہزاروی (انجمن سجادہ نشینان پنجاب) (۱۸) علامہ علاء الدین صدیقی (نامزد) (۱۹) مولانا اختر علی خان (نامزد) (۲۰) مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش (نامزد)۔'' [۸]

کنونشن میں مسئلہ قادیانیت پر آخری مشاورت کے لیے ۱۶، ۱۷، ۱۸ر جنوری ۱۹۵۳ء کو کراچی میں تمام مکاتبِ فکر کے کنونشن کے انعقاد کا فیصلہ بھی کیا گیا۔

۱۸ر جولائی ۱۹۵۲ء کو مجلس عمل نے اپنے مذکورہ سہ نکاتی مطالبات کی منظوری کے لیے ''یومِ نجات'' منایا۔ مجلس عمل میں شامل جماعتوں کے زیر اہتمام پورے ملک میں جلسے منعقد ہو رہے تھے اور حکومت دھڑا دھڑ گرفتاریوں اور مقدمات کے ذریعے جتنا اِس مسئلہ کو دبانے کی کوشش کر رہی تھی، اُتنا ہی شیدائیانِ ختم نبوت کے جوش اور جذبات میں اضافہ ہو رہا تھا۔ ۱۸ر جولائی ۱۹۵۲ء کو ملتان میں تحفظ ختم نبوت کے سلسلہ میں ہونے والے ایک جلسہ پر سب انسپکٹر تھانہ کُپ ملتان نے پولیس کی نفری کے ہمراہ دھاوا بول دیا اور تشدد کے تمام حربے اس بری طرح آزمائے کہ انسانیت سر پیٹ

کر رہ گئی۔ جس پر ملتان کے غیور عوام نے ایک تاریخی احتجاجی جلوس نکالا اور انسپکٹر مذکورہ کی برطرفی کا مطالبہ کیا۔ جس کے جواب میں پولیس نے جلوس پر بے رحمانہ فائرنگ کر کے چھے افراد کو شہید اور درجنوں کو شدید زخمی کر دیا۔ اس بہیمانہ ظلم نے نہ صرف ملتان بلکہ پورے ملک کو آتشِ جوالہ بنا ڈالا۔ ملتان میں ہڑتال ہوگئی اور ایک لاکھ سے زائد افراد شہداء کے جنازہ میں شامل ہوئے۔ پنجاب مسلم لیگ کی مجلس عاملہ نے بھی اس درندگی کے خلاف قرارداد پاس کی۔ ملتان میں بارہ روز تک ہڑتال رہی، بالآخر مجلس عمل کے مرکزی رہنماؤں کا وفد لاہور سے ملتان آیا، جس نے کشیدگی کو کم کرنے میں مؤثر کردار ادا کیا۔

۱۶؍اگست ۱۹۵۲ء کو مجلس عمل کے رہنما مولانا ابوالحسنات محمد احمد قادری، شیخ حسام الدین، ماسٹر تاج الدین انصاری، مظفر علی شمسی اور مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش نے وزیر اعظم خواجہ ناظم الدین سے کراچی میں ملاقات کی اور قادیانیوں کے متعلق اپنے مطالبات دوہرائے، لیکن وزیر اعظم نے اُن کے مطالبات کو درخورِ اعتنا نہ سمجھا، چنانچہ مجلس عمل نے اپنے مطالبات کی منظوری کے لیے ۱۹؍اگست ۱۹۵۲ء کو ملتان اور ۲۳؍اگست کو لاہور میں جلسہ ہائے عام منعقد کیے۔ مجلس عمل نے صوبہ سرحد، سندھ اور مشرقی بنگال میں بھی عوامی بیداری کی مہم چلانے کے لیے ایک اہم فیصلے کیے۔ ان فیصلوں کی روشنی میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور قاضی احسان احمد شجاع آبادی نے صوبہ سرحد کا دورہ کیا اور قادیانیوں کے خلاف تقریروں کے ذریعے طوفان برپا کر دیا۔ منیر انکوائری کمیشن کی رپورٹ کے مطابق:

''اس گرماگرمی کا نتیجہ یہ ہوا کہ احمدی بدحواس ہونے لگے اور انھیں اپنا مؤقف بہت دشوار محسوس ہونے لگا۔''[۹]

مجلس احرار کی تبلیغی سرگرمیوں کے نتیجے میں جولائی اور اگست ۱۹۵۲ء کے دوران ایک سو پندرہ قادیانیوں نے اسلام قبول کرلیا۔[۱۰]

آل پارٹیز مجلس عمل کے فیصلے کے مطابق حکومتی قادیانیت نوازی کے خلاف ۳؍اکتوبر ۱۹۵۲ء بروز جمعہ کو پنجاب میں ''یومِ احتجاج'' منایا گیا۔

۱۱؍دسمبر ۱۹۵۲ء کو مجلس عمل کے مرکزی کنوینر مولانا احتشام الحق تھانویؒ نے پاکستان کے تمام اہم دینی رہنماؤں اور مذہبی جماعتوں کو ۱۶، ۱۷، ۱۸؍جنوری ۱۹۵۳ء کے کنونشن کے لیے دعوت نامے جاری کیے۔ کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کا اجلاس ۱۶؍جنوری ۱۹۵۳ء کو عشاء کے بعد حاجی مولا بخش سومرو کی کوٹھی پر کراچی میں منعقد ہوا۔ اجلاس میں مشرقی و مغربی پاکستان کے مختلف مکاتبِ فکر کے ڈیڑھ سو سے زائد علماء اور مشائخ نے شرکت فرمائی۔ ۱۷؍جنوری کو مجلس عمل کی سب جیکٹس کمیٹی کا اجلاس ہوا۔ ۱۸؍جنوری ۱۹۵۳ء کو کنونشن کا اہم اجلاس انعقاد پذیر ہوا۔ جس میں درج ذیل علماء کرام شریک ہوئے:

''(۱) مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، صدر جماعت اسلامی لاہور (۲) حاجی محمد امین، امیر جماعت ناجیہ (۳) خلیفہ حاجی ترنگزئی، پشاور (۴) حضرت پیر [ابوصالح محمد جعفر] سرسینہ شریف، امیر حزب اللہ ڈھاکہ، بنگال (۵) مولانا راغب حسن ایم اے، ڈھاکہ (۶) مولانا عزیز الرحمٰن، ناظم حزب اللہ ڈھاکہ (۷) مولانا اطہر علی، ڈھاکہ (۸) مولانا سخاوت الانبیاء، ڈھاکہ (۹) مولانا محمد یوسف بنوری، صدر مدرس

دارالعلوم ٹنڈو اللہ یار (۱۰) مولانا شمس الحق وزیر قلات (۱۱) مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی (۱۲) مولانا احمد علی [لاہوری] صدر جمعیت علمائے اسلام شیرانوالہ گیٹ لاہور (۱۳) مولانا (مفتی) محمد حسن، جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور (۱۴) مولانا محمد ادریس صدر مدرس جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور (۱۵) مولانا ظفر احمد عثمانی، سیکرٹری تعلیمات اسلامی بورڈ کراچی (۱۶) مولانا سید سلیمان ندوی، صدر تعلیماتِ اسلامی بورڈ کراچی (۱۷) مولانا محمد شفیع مفتیٔ دیوبند، ممبر تعلیماتِ اسلامی بورڈ کراچی (۱۸) مولانا سلطان احمد، امیر جماعتِ اسلامی کراچی وسندھ (۱۹) مولانا مفتی صاحب داد خان مدرس عربی، سندھ مدرسہ کراچی (۲۰) مولانا عبدالحامد بدایونی، صدر جمعیت علماء کراچی (۲۱) مولانا محمد یوسف کلکتوی، صدر جمعیت اہل حدیث کراچی (۲۲) مولانا محمد اسماعیل، ناظم جمعیت اہل حدیث (۲۳) مولوی محمد علی جالندھری، جنرل سیکرٹری مجلس احرار پنجاب ملتان (۲۵) مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری امیر شریعت (۲۶) مولانا متین، ناظم جمعیت علماء اسلام کراچی (۲۷) مولانا احتشام الحق تھانوی، کنویز آل پاکستان مسلم پارٹیز کنونشن کراچی (۲۸) مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری، صدر جمعیت علماء پاکستان وصدر مجلس عمل۔'' [۱۱]

اجلاس کے اختتام پر درج ذیل تاریخی قراردادوں کی متفقہ منظوری دی گئی:

''(۱)　چونکہ خواجہ ناظم الدین وزیراعظم پاکستان کے رویے کے پیش نظر اس امر کی کوئی امید نہیں کہ مرزائیوں کے متعلق مطالبات تسلیم کر لیے جائیں گے۔ اس لیے آل پاکستان مسلم پارٹیز کنونشن اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ ان حالات میں مطالبات کو تسلیم کرانے کی غرض سے راست اقدام ناگزیر ہو گیا ہے۔

(۲)　چونکہ حکومت مرزائیوں کو ایک غیر مسلم اقلیت قرار دینے پر آمادہ نہیں ہے۔ اس لیے ایسی تدابیر اختیار کرنا ضروری ہو گیا ہے کہ فرقۂ مرزائیہ کو ملتِ اسلامیہ سے خارج کر دیا جائے۔ ان تدابیر میں سے ایک یہ ہے کہ اس فرقے سے مکمل مقاطعہ کیا جائے۔

(۳)　چونکہ مرزائی وزیر خارجہ چودھری ظفر اللہ خان کی برطرفی کا مطالبہ اب تک منظور نہیں کیا گیا، اس لیے کنونشن خواجہ ناظم الدین سے استعفےٰ کا مطالبہ کرتی ہے۔ تا کہ مسلمانانِ پاکستان اپنے دینی عقائد پر عمل کرنے اور اسلامی روایات کی حفاظت کرنے کے قابل ہو جائیں۔

(۴)　مذکورہ بالا مطالبات کو عملی صورت دینے کی غرض سے کنونشن تجویز کرتی ہے کہ وہ معزز ومقتدر مسلمانوں اور مختلف مذہبی جماعتوں کے نمائندوں کو جنرل کونسل کا ممبر بنائے۔

(۵)　جنرل کونسل اپنے پندرہ ممبروں کو منتخب کرے جو مجلس عمل کے ممبر قرار پائیں۔'' [۱۲]

اجلاس کے آخر میں مجلس عمل کے رہنماؤں نے اپنا ایک چار رکنی وفد خواجہ ناظم الدین سے ملاقات کے لیے نامزد کیا۔ وفد کے اراکین یہ تھے: **رئیس وفد:** مولانا عبدالحامد بدایونی، **ممبران:** پیر ابوصالح محمد جعفر سرسینہ شریف، سید مظفر علی شمسی، ادارہ تحفظ حقوق شیعہ لاہور، ماسٹر تاج الدین انصاری، صدر مجلس احرار۔ [۱۳]

اس وفد نے خواجہ ناظم الدین سے ۲۲ رجنوری ۱۹۵۳ء کو ملاقات کی۔ اس ملاقات میں ظفر اللہ خان کے سوا تمام ممبرانِ کابینہ بھی شریک تھے۔ مذاکرات کے دوران مجلس عمل کے وفد نے آل پارٹیز مسلم کنونشن کی قراردادوں اور مطالبات کی منظوری کے لیے ایک ماہ کا نوٹس دیا۔ جس پر خواجہ ناظم الدین نے مطالبات کی منظوری سے قاصر ہونے کا عذر کیا اور کہا کہ اگر میں قادیانیوں کے خلاف آپ کا مطالبہ مان لوں تو امریکہ ہمیں ایک دانہ گندم کا نہیں دے گا۔

مجلس عمل کے وفد کی کراچی سے واپسی کے بعد ملک کے تمام بڑے شہروں سمیت گاؤں اور قصبوں میں بھی تحفظ ختم نبوت کے لیے اجتماعات کا تانتا بندھ گیا۔ تحقیقاتی عدالت کی رپورٹ کے مطابق:

> ''۶ رمارچ ۱۹۵۳ء سے پہلے صوبے بھر (پنجاب) میں ۳۹۰ جلسے منعقد ہوئے۔ جن میں سے ۱۶۷، ایسے تھے جن کا اہتمام خالصتاً احراریوں نے کیا تھا۔ سید مظفر علی شمسی، شیخ حسام الدین، صاحبزادہ فیض الحسن، ماسٹر تاج الدین انصاری اور محمد علی جالندھری نے جو مجلس احرار کے ممتاز ممبر تھے، اپنے آپ کو اس تحریک کا دائمی مبلغ بنا دیا۔'' [۱۴]

مجلس عمل کی جانب سے حکومت کو دِیے جانے والے تیس روزہ الٹی میٹم کے ایام تیزی سے ختم ہو رہے تھے۔ تحریک تحفظ ختم نبوت اپنے جوبن پر پہنچ چکی تھی۔ عوام ختم نبوت کے تحفظ کے لیے دیوانہ وار احرار کی آواز پر لبیک کہہ رہے تھے۔ ۱۶ رفروری ۱۹۵۳ء کو خواجہ ناظم الدین کے سرگودھا اور اُسی شام لاہور آنے کی خبر آئی تو مجلس عمل نے اُن کی آمد پر سرگودھا میں ہڑتال کرنے کا فیصلہ کیا۔ تاکہ وزیراعظم پر واضح ہو سکے کہ تحفظ ختم نبوت کا مسئلہ محض احراریوں اور علماء کرام کا ہی پیدا کردہ نہیں ہے بلکہ یہ تمام عامتہ المسلمین کا متفقہ مسئلہ اور اُن کے ایمان کا بنیادی تقاضا بھی ہے، چنانچہ مجلس عمل کی اپیل پر سرگودھا اور لاہور میں وزیراعظم کی آمد پر مکمل ہڑتال کی گئی اور اسی روز دہلی دروازہ لاہور میں ایک بہت بڑا جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں آخری تقریر حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے فرمائی۔ اسی اجتماع میں بابائے صحافت مولانا ظفر علی خان پیرانہ سالی اور نقاہت و بیماری کے باوجود تشریف لائے۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو دورانِ تقریر کسی نے خواجہ ناظم الدین کے لاہور پہنچ جانے کی اطلاع دی تو شاہ جی نے فرمایا:

> ''جاؤ! میری اِس ٹوپی کو خواجہ ناظم الدین کے پاس لے جاؤ۔ میری یہ ٹوپی کسی کے سامنے نہیں جھکی۔ اِسے خواجہ صاحب کے قدموں میں ڈال دو۔ اور اُس سے کہہ دو کہ ہم تجھ سے اقتدار نہیں چھینیں گے۔ ہاں، ہاں، جاؤ، اور میری ٹوپی اس کے قدموں میں ڈال کر یہ بھی کہو کہ عطاء اللہ شاہ بخاری تیرے سؤروں کا ریوڑ بھی چرانے کے لیے تیار ہے، مگر شرط یہ ہے کہ تو حضور فداہ اَبی واُمی صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم رسالت کی حفاظت کا قانون بنا دے کہ کوئی آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین نہ کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دستارِ ختم نبوت پر کوئی ہاتھ نہ ڈال سکے۔''

جلسہ کے اختتام پر شاہ جی کی ہی تجویز پر مجلس عمل کے ایک وفد نے خواجہ ناظم الدین سے یہ دریافت کرنے کے لیے ملاقات کی کہ وہ مجلس عمل کے مطالبات کے متعلق کیا رویہ اختیار کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، لیکن وزیراعظم نے حسبِ

سابق واضح کیا کہ اُن کے مطالبات تسلیم نہیں کیے جاسکتے۔ اس ملاقات نے یہ حقیقت واضح کردی کہ اب حکومت اور مجلس عمل کے مابین مصالحت کا کوئی امکان باقی نہیں ہے۔

الٹی میٹم کی مدت ختم ہوتے ہی مجلس عمل کے رہنماؤں کی کراچی تشریف آوری شروع ہوگئی۔ ۲۰رفروری کو مجلس عمل کا ایک وفد وزیر اعلیٰ پنجاب سے ملا، جب کہ ۲۱رفروری ۱۹۵۳ء کو الٹی میٹم کی ایک ماہ کی مدت گزرنے پر اتمام حجت کے لیے آخری مرتبہ مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا احتشام الحق تھانوی، مفتی محمد شفیع، مولانا اختر علی خان اور مولانا عبدالحامد بدایونی نے وزیر اعظم خواجہ ناظم الدین سے کراچی میں ملاقات کی۔ اس ملاقات میں مجلس عمل کے مطالبات دوہرائے گئے، لیکن خواجہ ناظم الدین نے اُن پر کان نہ دھرا۔ ۲۴، ۲۵، ۲۶رفروری ۱۹۵۳ء کو مجلس عمل نے آرام باغ کراچی میں ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد کی۔ ۲۴رفروری کے اجلاس کی صدارت مولانا ابوالحسنات قادری نے کی۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری، صاحبزادہ فیض الحسن، سید مظفر علی شمسی، ماسٹر تاج الدین انصاری، مولانا لال حسین اختر، مولانا محمد علی جالندھری، مولانا احتشام الحق تھانوی اور مولانا عبدالحامد بدایونی نے تقریر فرمائی۔ اس اجلاس میں رہنماؤں نے عوام کو حکومتی رویے سمیت تمام حالات سے آگاہ کیا، نیز تمام مقررین نے مجلس عمل کے مطالبات کی منظوری کی اپیل کی۔ ۲۵رفروری کو سید مظفر علی شمسی اور صاحبزادہ سید فیض الحسن نے خطاب کیا۔

۲۵رفروری ۱۹۵۳ء کو مجلس عمل کا فیصلہ کن اجلاس کراچی میں مولانا ابوالحسنات قادری کی زیر صدارت منعقد ہوا، جس میں مندرجہ ذیل زعمائے کرام نے شرکت کی:

> ”ماسٹر تاج الدین انصاری، صاحبزادہ فیض الحسن، سید نور الحسن بخاری، مولانا سلطان احمد امیر جماعت اسلامی سندھ و کراچی، مولانا سید ابوالحسنات احمد قادری، مولانا عبدالحامد بدایونی، مولانا احتشام الحق تھانوی، سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا محمد یوسف کلکتوی، سید مظفر علی شمسی۔“[۱۵]

اس اجلاس میں اس مفہوم کی ایک قرارداد بھی منظور کی گئی کہ:

> ”۱۸رجنوری کی کنونشن میں مرکزی حکومت کو جو نوٹس دینے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ وہ چونکہ مجلس عمل کے ایک وفد نے اس حکومت کے حوالے کر دیا تھا اور ۲۲رفروری کو اس نوٹس کی میعاد ختم ہوگئی ہے۔ بلکہ مزید چار دن بھی گزر چکے ہیں۔ اس لیے اب پُرامن راست اقدام کی شکل کا فیصلہ کیا جانا ضروری ہے۔ راست اقدام کی شکل کے متعلق یہ فیصلہ کیا گیا کہ پانچ رضا کار جو ایسے جھنڈے اٹھائے ہوئے ہوں گے، جن پر مطالبات ثبت ہوں گے۔ شارع عام پر سے نہیں بلکہ چھوٹی سڑکوں پر سے گزرتے ہوئے وزیر اعظم کی کوٹھی پر جائیں گے۔ اگر وہاں سنتری ان رضا کاروں کو روکے گا تو وہ اس سے کہیں گے کہ وہ وزیر اعظم کی خدمت میں مطالبات پیش کرنے اور اُن کو تسلیم کرنے کی درخواست کرنے آئے ہیں اور وہ اسی صورت میں واپس جائیں گے کہ وزیر اعظم ان مطالبات کو تسلیم کرنے کا اعلان کر دیں۔ اگر یہ رضا کار گرفتار کر لیے

جائیں گے تو مجلس عمل پانچ رضا کاروں کا ایک اور دستہ بھیج دے گی اور یہ سلسلہ پُر امن طریقے سے اس وقت تک جاری رہے گا، جب تک مطالبات تسلیم نہ کیے جائیں گے۔ گورنر جنرل کی کوٹھی پر بھی اسی قسم کا پہرہ لگایا جائے گا۔ تا کہ یہ نہ سمجھا جائے کہ اس تحریک کا رُخ خواجہ ناظم الدین کی طرف محض اس لیے ہے کہ وہ بنگالی ہیں۔ مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد اس متبرک تحریک کے ڈکٹیٹر مقرر کیے گئے اور انھیں گرفتاری کی صورت میں اپنے جانشین کی نامزدگی کا اختیار دیا گیا۔ یہ بھی قرار دیا گیا کہ اسی دن شام کو آرام باغ میں جو جلسہ عام ہو رہا ہے، اس میں عوام کو یہ مشورہ دیا جائے کہ وہ حسبِ معمول اپنے کاروبار میں مصروف رہیں اور رضا کاروں کے ساتھ نہ جائیں۔'' [۱۶]

۲۶ رفروری ۱۹۵۳ء کے اجلاس کا آغاز مولانا عبدالرحیم جوہر جہلمی کی ولولہ انگیز نظم سے ہوا۔ مولانا ابوالحسنات بھی نقاہت کے باوجود شریک ہوئے۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، ماسٹر تاج الدین انصاری، مولانا محمد علی جالندھری اور سید مظفر علی شمسی نے تقاریر فرمائیں اور حکومت پر واضح کیا کہ وہ حکومت سے الجھنے کے لیے کراچی نہیں آئے، بلکہ وہ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے پوری قوم کے متفقہ مطالبات کی منظوری چاہتے ہیں۔

راست اقدام:

مجلس عمل حکومتی سرد مہری اور اُس کی مکمل جانبدارانہ پالیسی سے مایوس ہو کر راست اقدام (ڈائریکٹ ایکشن) کا فیصلہ کر چکی تھی۔ سول نافرمانی کی تیاری مکمل تھی۔ جب حکومت پنجاب کے نمائندے ۲۷ رفروری ۱۹۵۳ء کو لاہور واپس پہنچے تو وزیر اعلیٰ پنجاب کی نگرانی میں انٹیلی جنس اور انتظامی اداروں کے حکام کے اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ:

''احراریوں کے تمام سرگرم کارکن اور دوسرے افراد جو ڈائریکٹ ایکشن کی حمایت کے ذمہ دار ہیں، آج رات صوبہ بھر میں گرفتار کر لیے جائیں۔'' [۱۷]

گویا حکومت نے پُر امن احتجاج کو بزورِ قوت کچل دینے کے فیصلے پر عمل درآمد کا آغاز کر دیا۔ ۲۶، ۲۷ رفروری ۱۹۵۳ء کی درمیانی شب کو دفتر احرار کراچی پر بھی چھاپہ مار کر مجلس عمل کے رہنماؤں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا ابوالحسنات قادری، صاحبزادہ فیض الحسن، مولانا عبدالرحیم جوہر جہلمی، نیاز لدھیانوی، مولانا لال حسین اختر، اسد نواز ایڈیٹر ''حکومت''، تاج الدین انصاری اور مولانا عبدالحامد بدایونی کو گرفتار کر لیا گیا۔ حکومت کے اس جارحانہ اقدام سے کراچی کے مسلمانوں نے عام ہڑتال کر دی۔ جس پر بڑی تعداد میں گرفتاریاں عمل میں لائی جانے لگیں۔

اگرچہ پنجاب میں بھی حکومتِ پنجاب کے فیصلے کے مطابق گرفتاریاں جاری تھیں، مگر جونہی امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور مجلس عمل کے دیگر رہنماؤں کی کراچی میں گرفتاری کی خبر لاہور پہنچی تو لوگوں کے جذبات مشتعل ہو گئے۔ احتجاجی جلسوں، جلوسوں اور ہڑتالوں کے ملک گیر سلسلہ کا آغاز ہو گیا۔

لاہور میں ۲۲ رفروری سے ہی رضا کاروں کی بھرتی کے لیے مجلس احرار اسلام کے سالار چودھری معراج الدینؒ

نے کیمپ کھول رکھا تھا۔ جہاں لوگ آتے اور کیمپ میں اپنے ناموں کا اندراج کراتے۔ ۲۷؍فروری ۱۹۵۳ء کو تحریکِ ختم نبوت میں شمولیت و گرفتاری کے لیے عوام کی ایک بڑی تعداد نے اپنے نام لکھوائے۔ یہ کام ابھی جاری تھا کہ مجلس عمل کے رہنماؤں کی کراچی میں گرفتاری کی خبر موصول ہوگئی، جس پر عوام کے جذبات کو کنٹرول کرنا مشکل ہوگیا۔ منٹوں میں یہ خبر لاہور سے ہوتی ہوئی ملحقہ اضلاع گوجرانوالہ، سیالکوٹ، شیخوپورہ اور فیصل آباد وغیرہ میں پھیل گئی، مگر تحریک کے رہنماؤں نے حالات اور جذبات کو قابو میں رکھا، لیکن حکومت کے ناروا سلوک نے عوام کو مشتعل کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ ۲۸؍فروری ۱۹۵۳ء کو دفتر احرار لاہور کے باہر قائم رضا کاروں کے کیمپ پر پولیس نے چھاپہ مار کر تمام سامان ضبط کرلیا۔ ان حالات کے پیش نظر مرکزی رہنماؤں مولانا احمد علی لاہوری، مولانا عبدالستار نیازی، مولانا بہاء الحق قاسمی، مولانا محمد طفیل اور مولانا خلیل احمد قادری پر مشتمل ایک کمیٹی بنادی گئی اور اسے کسی بھی مناسب اقدام کے کرنے کا اختیار سونپ دیا گیا۔ کمیٹی کے کنوینز مولانا خلیل احمد قادری بنائے گئے۔ کمیٹی نے احرار پارک، دہلی دروازہ میں جلسۂ عام کا فیصلہ کیا اور یہ بھی طے پایا کہ لاہور مجلس عمل کی جانب سے گرفتاری پیش کرنے کے لیے پچیس رضا کاروں کا دستہ گورنمنٹ ہاؤس کی طرف مولانا غلام دین کی قیادت میں روانہ کیا جائے۔ چنانچہ رضا کاروں کا ایک دستہ ایک لاکھ افراد کے جلوس کے ہمراہ دہلی دروازہ سے چیئرنگ کراس تک پہنچا۔ جہاں جلوس کو پولیس نے روک دیا۔ جہاں مولانا غلام دین نے رضا کاروں کے ہمراہ گرفتاری دے دی۔ جہاں مولانا غلام دین نے رضا کاروں کے ہمراہ گرفتاری دے دی۔ رضا کاروں کی بھرتی فراہم کرنے والے احرار رہنما سالار معراج الدین کو بھی اسی دوران حراست میں لے لیا گیا۔ اُن کی گرفتاری کے بعد احرار کے سالار محمد حسین بٹ اور سالار سعید اقبال وغیرہ نے بھرتی کے کام کو سنبھال لیا۔

یکم مارچ ۱۹۵۳ء کو مولانا احمد علی لاہوریؒ نے دفتر احرار لاہور کے سامنے ایک بہت بڑے اجتماع سے خطاب فرمایا اور رضا کاروں کے جتھے کے ہمراہ گورنمنٹ ہاؤس جانے کا فیصلہ کیا۔ اُن کے جلوس کو ابتداء میں ہی روک کر مولانا احمد علی لاہوریؒ کو بتیس رضا کاروں سمیت گرفتار کرلیا گیا۔ ایک دوسرے جلوس کو ہائیکورٹ کے قریب روک کر اُنیس افراد کی گرفتاری عمل میں لائی گئی۔ اُسی روز تیسرا جلوس مال روڈ پر برآمد ہوا جہاں پر تیس افراد نے گرفتاری دی۔ چوتھا بڑا جلوس دفتر احرار سے گورنمنٹ ہاؤس کی طرف روانہ ہوا، لیکن اُسے چیئرنگ کراس پر روک دیا گیا، جہاں بڑی تعداد میں رضا کاروں نے اپنے آپ کو گرفتاری کے لیے پیش کیا۔ جنھیں ٹرکوں میں سوار کر کے لاہور سے میلوں دور چھوڑ دیا گیا۔

مجلس عمل کے رہنماؤں نے اپنی حکمتِ عملی کے تحت تحریک کا ہیڈ کوارٹر احرار پارک بیرون دہلی دروازہ سے مسجد وزیر خان منتقل کرلیا۔ ۲؍مارچ ۱۹۵۳ء کو مولانا اختر علی خان مسجد وزیر خان سے دس ہزار افراد کا جلوس لے کر نکلے تو چیئرنگ کراس پر پولیس نے جلوس کو روک کر اُس پر شدید لاٹھی چارج کیا، جس سے عوام کی بڑی تعداد زخمی ہوئی اور ایک سو کے لگ بھگ رضا کاروں کو حراست میں لے لیا گیا۔ اس تشدد کے دوران جلوس کے شرکاء بپھر گئے اور ردِّ عمل میں پولیس کے گیارہ افسر بھی زخمی ہوگئے۔

ملک کے دیگر حصوں میں بھی اگر چہ تحریک ختم نبوت اپنے عروج پر تھی، لیکن لاہور تحریک کا مرکزی مقام ہونے کی وجہ سے منفرد حیثیت رکھتا تھا اور وہاں تحریک تشدد کے باوجود شدت اختیار کرتی جا رہی تھی، جس کی تاب نہ لا کر حکومتِ پنجاب اور پولیس افسران نے فوج کو طلب کرنے کی بابت فیصلے کیے۔ ۳/ مارچ ۱۹۵۳ء کو فوج جناح گارڈن میں پہنچ گئی اور عملاً شہر کرفیو کی زد میں آ گیا۔ شہر میں دفعہ ۱۴۴ کے نفاذ کے باوجود جلوس نکلتے رہے اور سیکڑوں رضا کاروں کو گرفتار کر لیا گیا۔

۴/ مارچ ۱۹۵۳ء کو دیگر شہروں سے بھی رضا کاروں کے ان گنت جتھے لاہور پہنچنے لگے، جنھیں ریلوے سٹیشن اور مختلف راستوں سے گرفتار کیا جانے لگا۔ اُسی روز رضا کاروں کا ایک پُر امن جلوس چوک دالگراں کے راستے ریلوے سٹیشن جانے کے لیے روانہ ہوا، لیکن چوک دالگراں میں ہی پولیس نے جلوس کا راستہ روک کر اندھا دھند لاٹھی چارج شروع کر دیا۔ پولیس گردی کی انتہا کر دی گئی، مگر ختم نبوت کے پروانے جان کی بازی لگا کر آئے تھے۔ اُن کے منتشر ہونے سے انکار پر پولیس نے ایک ایک رضا کار کو بے تحاشا پیٹا اور انھیں گھسیٹ گھسیٹ کر ٹرکوں میں پھینکتے رہے۔ ایک بوڑھے رضا کار کے گلے میں قرآن مجید لٹک رہا تھا۔ ڈی ایس پی فردوس شاہ نے اُس معمر شخص کو زدوکوب کیا تو قرآن مجید زمین پر گر گیا۔ جس پر فردوس شاہ نے (نعوذ باللہ) قرآن مجید کو پاؤں سے ٹھوکریں ماریں۔ قرآن مجید کی توہین کے اس واقعہ نے پورے شہر میں غم وغصہ کی لہر دوڑا دی۔ مختصر یہ کہ جب ڈی ایس پی فردوس شاہ طاقت کے نشے میں مسجد وزیر خان پہنچا تو عوام فردوس شاہ کو دیکھتے ہی مشتعل ہو گئے اور قرآن پاک کی توہین کے بدلے میں اُس کے جسم کے پرخچے اڑا دیے۔

لاہور میں کرفیو کے باوجود جلوس نکل رہے تھے۔ پولیس ختم نبوت زندہ باد کہنے کے جرم میں عاشقانِ رسول پر گولیاں اور ڈنڈے برسا رہی تھی۔ سارا دن گولیوں کی برسات رہی اور ساقیٔ کوثر صلی اللہ علیہ وسلم کے پروانے سینوں پر گولیاں کھا کر ناموسِ رسالت کے لیے جانیں وارتے رہے۔

۵/ مارچ ۱۹۵۳ء کو گوالمنڈی لاہور میں پولیس کے دو افسروں نے مسلسل فائرنگ کر کے بے حساب افراد کو شہید کر دیا۔ جس سے عوام کے جذبات مزید بھڑکے اور سول نافرمانی بغاوت میں بدلتے صاف دکھائی دینے لگی۔ پورے شہر میں شہدائے ختم نبوت کے پاک جسموں کے ڈھیر لگ چکے تھے، جنھیں ٹرکوں میں لاد کر چھانگا مانگا کے جنگل میں اجتماعی قبریں کھود کر ڈال دیا جاتا اور اُن کے اوپر تیل چھڑک کر آگ لگا دی جاتی تھی، تا کہ شہیدانِ عشقِ رسالت کا نام ونشان مٹ جائے، لیکن ان ہلاکوؤں اور چنگیزوں کو یہ معلوم ہی نہ تھا کہ جاں نثارانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو مر کر بھی زندہ رہتے ہیں۔ انھیں کیا خبر تھی کہ ان بے گناہوں کا خونِ مقدس کتنی جلدی رنگ لائے گا اور سنگ دل قاتل بے نام ونشاں ہو کر خاک میں مل جائیں گے۔

لاہور کی تاریخ کا یہ نازک ترین دور تھا۔ جب پابندیاں، تعزیریں، ظلم وتشدد اور گولیاں بھی احرار رضا کاروں اور تحفظِ ختم نبوت کے مجاہدوں کے متلاطم جذبات کے آگے بند باندھنے میں کُلی طور پر ناکام ہو رہی تھیں۔ سیکرٹریٹ کے ملازمین نے احتجاجاً کام چھوڑ دیا۔ بجلی کے محکمے نے ہڑتال کی دھمکی دے دی۔ ٹیلی گراف آفس اور ایکسچینج کے ملازموں نے

ہڑتال کردی، تعلیمی اداروں کے طلباء بھی تحریک کا ہراول دستہ بن گئے۔ الغرض پوری قوم سراپائے احتجاج تھی اور قومی یک جہتی نے اس حقیقت کو آشکارا کردیا تھا کہ ختم نبوت کا مسئلہ احراری، قادیانی تنازع نہیں، بلکہ جناب نبی کریم علیہ السلام کے ناموس کے تحفظ کا مسئلہ ہے جو ہر مسلمان کی رگِ جان ہے۔

لاہور عملاً انتظامیہ کی گرفت سے نکل چکا تھا۔ لوگ مشتعل تھے۔ ان ناگفتہ بہ حالات میں اگر اُمتِ مسلمہ کے مسلّمہ عقائد کا احترام کرتے ہوئے اُن کے متفقہ مطالبات کو تسلیم کرکے رائے عامہ کا پاس کیا جاتا تو حالات کو بآسانی قابو میں کیا جاسکتا تھا، لیکن فرعونی قوت اور اقتدار کے نشے میں بدمست غدارِ قوم و وطن میر صادق کا حقیقی پڑپوتا سکندر مرزا (ڈیفنس سیکرٹری) کا کہنا تھا کہ ”مجھے یہ نہ بتاؤ کہ فلاں جگہ ہنگامہ فرو ہوگیا، فلاں جگہ مظاہرہ ختم کردیا گیا، مجھے یہ بتاؤ، وہاں کتنی لاشیں بچھائی گئی ہیں، کوئی گولی بیکار تو نہیں گئی۔“ غرض ایسے ہی بدبختوں کے اشارے پر لاشوں کے انبار لگ رہے تھے اور ہزاروں کارکنوں کو رہنماؤں سمیت جیلوں میں وحشیانہ تشدد سے دوچار کیا جارہا تھا۔ پُرامن تحریک کو پُرتشدد تحریک کی راہ دکھائی جارہی تھی۔

۶/ مارچ کو جنرل اعظم خان نے لاہور میں مارشل لا نافذ کردیا۔ مسجد وزیر خان تحریک کا مرکز تھی۔ جہاں مارشل لا کے ہوتے ہوئے بھی تحریک زندہ تھی۔ مارشل لا کے دو دن بعد فوج نے مسجد کا محاصرہ کرلیا، مگر مقررین خفیہ راستوں سے مسجد میں آکر خطاب کرتے اور فوج کی آنکھوں میں دھول جھونک کر واپس چلے جاتے تھے۔ جس سے تحریک میں مزید تیزی آرہی تھی۔ یہ صورت حال پولیس اور فوج کے لیے ناقابل برداشت تھی۔ مسجد کی بجلی کاٹ دی گئی اور پانی کی فراہمی بند کردی گئی تو مسجد میں محصور مجلس عمل کے رہنماؤں اور رضا کاروں نے جب یہ محسوس کیا کہ پولیس اور فوج اُن کی جانیں لیے بغیر نہیں ٹلیں گے تو انھوں نے خون خرابہ سے بچنے کے لیے انھوں نے فیصلہ کیا کہ پانچ، پانچ رضا کار مسجد سے باہر جاکر گرفتاری دے دیں۔ اس طرح تمام رضا کاروں نے پُرامن انداز میں گرفتاری دے دی۔ بعد اَزاں مجلس عمل کے رہنما مولانا خلیل احمد قادری، مولانا بہاء الحق قاسمی اور مولانا عبدالستار نیازی بھی گرفتار کرلیے گئے۔

فوج اور پولیس کے ظلم و تشدد کا اندازہ کیجیے کہ اُن کے ہاتھوں تحریک تحفظ ختم نبوت کے دوران دس ہزار سے زائد فرزندانِ اسلام نبی علیہ السلام کی ختم نبوت کی حفاظت کے جرم میں خاک و خون میں نہلا دیئے گئے اور ہزاروں بے گناہ مسلمانوں کو جیلوں میں ٹھونس کر پولیس کے درندوں کے آگے ڈال دیا گیا۔

تحریک کے خاتمے پر حکومت نے تحقیقات کے لیے ایک عدالتی انکوائری کمیشن قائم کیا۔ جس کے صدر جسٹس محمد منیر اور رُکن جسٹس محمد رستم کیانی تھے۔ اس تحقیقات میں درج ذیل ادارے شامل کیے گئے:

”(۱) حکومتِ پنجاب (۲) صوبہ مسلم لیگ (۳) مجلس احرار (۴) مجلس عمل (۵) جماعتِ اسلامی
(۶) صدر انجمن احمدیہ ربوہ (۷) احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور۔“ [۱۸]

مجلس احرار اسلام کی طرف سے مولانا مظہر علی اظہر بحیثیتِ وکیل انکوائری کمیشن کے سامنے پیش ہوئے اور مولانا

محمد علی جالندھری نے (بحیثیت جنرل سیکرٹری مجلس احرار اسلام پنجاب) کمیشن کو مجلس احرار اسلام کا تحریری مؤقف جمع کرایا۔

[۱۹] یہ الگ بات ہے کہ جسٹس منیر نے اپنی رپورٹ میں قادیانیوں کا حقِ نمک ادا کرتے ہوئے مجلس احرار اسلام کا گوشت چورا ہے میں لٹکا لٹکا دیا اور اس رپورٹ میں اسلام دشمن خرافات کا ملغوبہ جمع کر کے دشمنانِ اسلام کی خوشی کا سامان میسر کیا۔

اگرچہ تحریک مقدس تحفظ ختم نبوت کو ریاستی جبر وقوت کے بل بوتے پر کچل دیا گیا اور قادیانیوں کو مکمل تحفظ کے ساتھ کلیدی آسامیوں پر برقرار رکھ کر قوم وملک کے مستقبل کو داؤ پر لگا دیا گیا، لیکن آنے والے عہد نے شہدائے ختم نبوت کی صداقت، بے غرضی، اخلاص اور جرأتِ بے پناہ کو سلام پیش کیا۔ اُن کا خونِ بے گناہی رنگ لایا اور جن تین مطالبات کی منظوری کے لیے انھوں نے اپنی ناتواں جانوں کا نذرانہ پیش کیا تھا۔ ایک ایک کر کے وہ تینوں مطالبات کافی حد تک پورے ہو گئے۔ سر ظفر اللہ خان کو وزارتِ خارجہ سے ہاتھ دھونا پڑے اور پھر ساری زندگی وہ اقتدار کو ترستا رہا۔ قادیانی غیر مسلم اقلیت ہو گئے۔ اگرچہ کلیدی عہدوں سے قادیانیوں کی مکمل برطرفی عمل میں نہیں آئی، لیکن یہ شہدائے ختم نبوت کے مقدس خون کا ہی صدقہ ہے کہ اب قادیانیوں کی سرکاری محکموں میں وہ حیثیت باقی نہیں رہی ہے جو انھیں قیامِ پاکستان سے ۱۹۵۳ء تک کے دورانیے میں حاصل ہوگئی تھی۔ مجلس احرار اسلام کو مٹانے کے لیے حکومت اور قادیانی یکجان ہو گئے تھے، لیکن اللہ کے فضل وکرم سے مجلس احرار اسلام اب بھی پوری تندہی سے سرگرمِ عمل ہے اور قادیانیت کی سرکوبی کے لیے پاک وہند میں مصروفِ کار ہے۔

تحریک تحفظ ختم نبوت کے سرخیل رہنمایانِ احرار تھے۔ جب منیر انکوائری کمیشن کے سامنے بعض جماعتوں کے کوتاہ دل لیڈروں نے حکومت کے رعب اور قادیانیوں کی دہشت کے خوف سے یہ سفید جھوٹ بولا کہ وہ اس تحریک میں شامل ہی نہیں تھے اور نہ ہی وہ تحریک کے ذمہ دار ہیں تو اُن کی اس دیدہ دلیری اور کذب بیانی نے شہدائے ختم نبوت کے ورثا کے دل ودماغ کو ہلا ڈالا۔ جس پر امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کمال بے خوفی کے ساتھ میدانِ عمل میں نکلے اور خیبر سے کراچی تک کے جلسہ ہائے عام میں شہدائے ختم نبوت کے خون کی ذمہ داری کو قبول کیا اور اُن گندم نما جو فروش رہنماؤں کی اس نامناسب روش کے پیشِ نظر دوٹوک الفاظ میں فرمایا کہ:

> ''جو لوگ تحریک ختم نبوت میں جہاں تہاں شہید ہوئے، اُن کے خون کا جوابدہ میں ہوں۔ وہ عشقِ رسالت میں مارے گئے۔ اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ اُن میں جذبۂ شہادت میں نے پھونکا تھا۔ جو لوگ اُن کے خون سے دامن بچانا چاہتے ہیں اور ہمارے ساتھ رہ کر اب کنی کترا رہے ہیں۔ ان سے کہتا ہوں کہ میں حشر کے دن بھی ان کے خون کا ذمہ دار ہوں گا۔ وہ عشقِ نبوت میں اسلامی سلطنت کے ہلاکو خانوں کی بھینٹ ہو گئے، لیکن ختم نبوت سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی سات ہزار حافظِ قرآن اس مسئلے کی خاطر شہید کرا دیے تھے۔'' [۲۰]

آغا شورش کاشمیریؒ نے تحریک ختم نبوت کے ضمن میں مجلس احرار کی خدمات کے متعلق تحریر کیا تھا کہ:

’’بہر حال ختم نبوت کی تحریک احرار کی انتھک جدو جہد کا نتیجہ تھی۔ انھوں نے اسلام کے بنیادی مسئلے پر تمام مکاتبِ فکر کے علماء کو یکجا کیا اور ایک ایسی تحریک کی نیو اُٹھائی جو اُس وقت کے لادین وزراء اور عیاش افسروں کے ستم کا شکار ہو گئی، لیکن مسلمانوں کے دل و دماغ میں ہمیشہ کے لیے قادیانیت سے تنفر راسخ ہو گیا۔ فی الجملہ احرار کے اس امتیاز کو سلب کرنا ناممکن ہے کہ وہ اس تحریک کے سرخیل تھے۔[۲۱]

حواشی

(۱) انٹرویو مولانا سید انظر شاہ کشمیری، روزنامہ ’’جنگ‘‘ میگزین، ۱۸؍جولائی ۱۹۸۴ء
(۲) عزیز الرحمٰن جامعی، ’’رئیس الاحرار‘‘، تعلیمی سماجی مرکز، چاندنی چوک دہلی، ۱۹۶۱ء، ص ۱۵۸
(۳) قدرت اللہ شہاب، ’’شہاب نامہ‘‘، جنگ پبلشرز، لاہور، ۱۹۸۷ء، ص
(۴) روزنامہ ’’انقلاب‘‘ لاہور، ۱۲؍اگست ۱۹۳۱ء
(۵) جانباز مرزا، ’’کاروانِ احرار‘‘ (جلد دوم)، مکتبہ تبصرہ لاہور، جون ۱۹۷۷ء، ص ۵۵
(۶) ’’رپورٹ تحقیقاتی عدالت برائے تحقیقات فساداتِ پنجاب ۱۹۵۳ء‘‘، حکومتِ پنجاب، ۱۹۵۴ء، ص ۱۷۴
(۷) ایضاً، ص ۸۱
(۸) ایضاً، ص مذکورہ بالا
(۹) ایضاً، ص ۱۱۲
(۱۰) ایضاً، محولہ بالا
(۱۱) ایضاً، ص ۱۳۲
(۱۲) ایضاً، ص ۱۳۵
(۱۳) ایضاً، ص ۱۰۰
(۱۴) ایضاً، ص ۱۳۹
(۱۵) ایضاً، ص ۱۳۹
(۱۶) ایضاً، محولہ بالا
(۱۷) ایضاً، ص ۱۴۷، ۱۴۸
(۱۸) ایضاً، ص ۳
(۱۹) مولانا اللہ وسایا، ’’تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء‘‘، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ملتان، ۱۹۹۱ء، ص ۶۶۷
(۲۰) شورش کاشمیری، ’’تحریک ختم نبوت‘‘، مطبوعات لاہور، جنوری ۱۹۷۶ء، ص ۱۴۴
(۲۱) ایضاً، ص ۹۵

سر ظفر اللہ خان کے پاکستان پر ''احسانات''

ڈاکٹر محمد عمر فاروق

سر ظفر اللہ خان ماضی کی ایک نام ور شخصیت تھے۔ جنھوں نے برطانوی دورِ حکومت میں ایک مخصوص پلیٹ فارم سے فعال کردار ادا کیا۔ پاکستان بنا تو وہ ملک کے پہلے وزیر خارجہ مقرر ہوئے۔ ان کی یادداشتوں کے حوالے سے ۲۳ر اپریل کے روزنامہ ''پاکستان'' میں جناب خالد حسن نے قلم اٹھایا ہے۔ ان کے تحریر کردہ بعض جملہ ہائے معترضہ پڑھ کر ہی رہوارِ قلم کو جنبش دینے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ جناب خالد حسن نے اپنے کالم میں سر ظفر اللہ خان کی پاک دامنی اور عبادت گزاری کا ذکر کیا ہے، لیکن اسی کالم میں ان کے بیان کردہ مخرب اخلاق لطائف سے سر ظفر اللہ خان کی اصل شخصیت سے نہ چاہتے ہوئے بھی پردہ اٹھ ہی جاتا ہے۔ ہمیں فی الوقت سر ظفر اللہ خان کی ذاتی زندگی کی بجائے ان کے سیاسی کردار کا تجزیہ کرنا مقصود ہے، کیوں کہ جناب خالد حسن نے پاکستانی قوم سے یہ گلہ کیا ہے کہ ہم بحیثیت قوم سر ظفر اللہ خان کی قیام پاکستان سے پہلے اور بعد کی خدمات اس لیے تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہیں کہ ان کا تعلق ''احمدیہ فرقہ'' سے تھا۔ حالانکہ پاکستانی قوم نے کبھی غیر مسلم شخصیت کی خدمات سے اس لیے صرفِ نظر نہیں کیا کہ وہ مخصوص مذہبی نظریات رکھتی ہے، جس کی ایک بڑی مثال جسٹس کارنیلس (عیسائی) کی ہے، جن کی اصول پسندی، بے غرضی اور بے طمعی کو سراہنے میں آج بھی کسی پاکستانی کو کچھ بھی تامل نہیں ہے۔ اسی طرح بے شمار غیر مسلم پاکستانیوں کے کارناموں پر اب تک انھیں تمغوں، اعزازات اور اسناد سے نوازنے کی روایات جاری ہیں۔ حیرت ہے کہ جناب خالد حسن جیسے دانشور نے تجاہل عارفانہ کا ثبوت دیتے ہوئے ایسی غیر دانشمندانہ بات لکھ کر پاکستانی قوم کی توہین کی جسارت کا ارتکاب کیا ہے۔

ہمیں تسلیم ہے کہ سر ظفر اللہ خان کی پاکستان کے لیے ''خدمات'' اور ''احسانات'' کا دائرہ بے حد وسیع ہے، جنھیں اس مختصر مضمون میں گنوانا ممکن نہیں ہے۔ البتہ نمونے کے طور پر ان کے کارناموں کی روداد پڑھنے سے پہلے یہ ملحوظ رہے کہ سر ظفر اللہ خان کا خمیر برطانوی استعمار سے تخلیق ہوا تھا، اسی لیے انھوں نے اپنے بال سفید آقاؤں کی خدمت کرتے کرتے سفید کر لیے تھے۔ پہلی حقیقت تو یہ ہے کہ سر ظفر اللہ خان قادیانی مذہب کے علی الاعلان مبلغ تھے۔ یہ مذہب انگریز ۱۸۵۷ء کے بعد مسلمانوں کے جذبۂ جہاد کو ختم کرنے اور مسلمانوں کے بنیادی اور اجتماعی عقیدے ''ختم نبوت'' کو زک پہنچانے کے لیے وجود میں لائے تھے، جس کے پھیلاؤ کے لیے مرزا غلام احمد قادیانی سے نبوت کا اعلان کرا کے امت مسلمہ میں رخنہ ڈالنے کی کوششوں کی ابتداء ہوئی۔ حتیٰ کہ ایک وقت میں مرزا غلام احمد قادیانی کی دیدہ دلیری یہاں تک پہنچ گئی کہ اس نے

قادیانیوں کے سوا تمام عالم اسلام کے مسلمانوں کو کافر قرار دے ڈالا۔ مرزا قادیانی کے اس عقیدے پر عمل کرتے ہوئے سرظفر اللہ خان نے ۱۹۴۸ء میں قائداعظم محمد علی جناح کا جنازہ پڑھنے سے انکار کر دیا تھا، جن کی کابینہ میں وہ وزیر خارجہ تھے۔

یہ سرظفر اللہ خان ہی تھے جنھوں نے تشکیل پاکستان سے پہلے خلافتِ عثمانیہ کی بربادی میں انگریزوں کے لیے خدمات پیش کیں۔ گول میز کانفرنسوں میں فرنگی وفاداری کے ایسے نذرانے پیش کیے کہ انھیں ''سر'' کے اعزاز سے سرفراز کیا گیا اور سیکرٹری آف سٹیٹ برائے ہند سرسیموئل ہور نے سرظفر اللہ خان کی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے توقع ظاہر کی کہ ''وہ مستقبل میں بھی برطانیہ سے اپنی وفاداریاں جاری رکھیں گے۔''

۱۹۳۵ء میں جب علامہ محمد اقبالؒ نے پنڈت نہرو کے جواب میں قادیانیوں کو اسلام اور ملک دونوں کا غدار قرار دیا تو اس کے ردّعمل میں جب پنڈت نہرو لاہور آئے تو قادیانیوں نے ان کا شاندار استقبال کیا۔ اِنھی خدمات کا نتیجہ تھا کہ پنڈت نہرو نے برطانوی ہند کی طرف سے سرظفر اللہ خان کا نام بین الاقوامی عدالت انصاف کی صدارت کے لیے پیش کر دیا۔ جس کی برطانوی حکومت نے بھی بھرپور تائید کی۔ یہ الگ بات ہے کہ آخری وقت میں امریکی حمایت پولینڈ کے پلڑے میں پڑنے سے سرظفر اللہ خان کے لیے پنڈت نہرو کا یہ خواب شرمندۂ تعبیر ہونے سے رہ گیا۔ حالانکہ سرظفر اللہ خان کے بقول نہرو کے ذہن میں سرظفر اللہ خان کا نام ہندوستان کے مستقبل کے چیف جسٹس کے طور پر بھی تھا۔'' (تحدیثِ نعمت'' از سرظفر اللہ خان)

جب مسلم لیگ نے ۳؍ جون ۱۹۴۷ء کو تقسیم پنجاب اور تقسیم بنگال کے منصوبے کی منظوری دے دی تو ۳۰؍ جون ۱۹۴۷ء کو سر ریڈ کلف کی سربراہی میں ایک حد بندی کمیشن عمل میں آیا۔ کمیشن کے پنجاب کے ارکان میں دو مسلمان جسٹس دین محمد اور جسٹس محمد منیر اور دو غیر مسلم مہر چند مہاجن اور جسٹس تیجا سنگھ شامل ہیں۔ سرظفر اللہ خان بھی مسلم مشیر کی حیثیت سے قانون دانوں کی ایک جماعت کے ہمراہ شامل تھے۔ کمیشن کی کارروائی کے دوران ضلع کی بجائے تحصیل کی حد بندی اکائی کے طور پر منتخب کر کے سرظفر اللہ خان نے اپنے قادیانی سربراہ مرزا بشیر الدین محمود کے حکم کی تعمیل کی۔ اسی بناء پر ممتاز مسلم لیگی رہنما میاں امیر الدین نے کہا تھا کہ ''سرظفر اللہ خان کی تعیناتی مسلم لیگی قیادت کی فاش غلطی تھی۔'' اس سازش سے پٹھان کوٹ کی تحصیل مشرقی پنجاب کو ملنے سے ہندوستان کو جموں و کشمیر تک رسائی حاصل ہوگئی، جہاں ہندوستان سے پاکستان آنے والے دریائی پانی کا منبع تھا۔ پٹھان کوٹ ہندو اکثریتی تحصیل تھی جو ضلع گورداسپور میں شامل تھی جب کہ گورداسپور مسلمان اکثریتی آبادی کا ضلع تھا مگر سرظفر اللہ خان نے یہاں ایک تیر سے دو شکار کیے۔ ایک یہ کہ کشمیر کو پلیٹ میں رکھ کر ہندوستان کو پیش کر دیا اور دوسرا قادیان کو جو ضلع گورداسپور کا قصبہ تھا، پاکستان میں شامل ہونے سے بچا لیا، تاکہ مرزا بشیر الدین کے اکھنڈ بھارت الہام کے مطابق قادیان کا ہیڈ کوارٹر مستقبل میں پاک بھارت سرحدیں ختم کرنے میں اپنا کردار ادا کر سکے۔

پاکستان کے قیام کے بعد جب وزارتِ خارجہ کی باگ ڈور سرظفر اللہ خان کے ہاتھ میں آئی تو پاکستان کی بیرونی سفارت خانے قادیانی مذہب کی تبلیغ کے مراکز بن کر رہ گئے۔ سرظفر اللہ خان کی آشیر باد پا کر پاکستان میں قادیانیوں کی

تخریبی سرگرمیاں قانون کی حدود و قیود سے آزاد ہوگئیں، خود سرظفر اللہ خان نے مئی ۱۹۵۲ء کو کراچی میں قادیانیوں کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے یہ درفنطنی چھوڑی کہ: ''احمدیت وہ پودا ہے جسے خدا نے اپنے ہاتھوں سے لگایا ہے اور یہ پودا اس قدر جڑیں پکڑ چکا ہے کہ جس سے اسلام کے تحفظ کی وہ ضمانت مہیا ہوگئی ہے، جس کا وعدہ قرآن میں ہے کہ اگر اس پودے کو ختم کر دیا گیا تو اسلام مزید زندہ نہیں رہ سکے گا بلکہ اس سوکھے ہوئے درخت کی طرح ہو جائے گا، جس کی دوسرے مذاہب پر کوئی قابل ذکر بالادستی نہیں ہوگی۔'' (منیر انکوائری رپورٹ، صفحہ ۷۶)

سرظفر اللہ خان کی اس تقریر نے مسلمانوں کے جذبات کو آگ لگا دی اور پاکستان بھر میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے اور سرظفر اللہ خان کو وزارت خارجہ سے برطرف کرنے کے مطالبات نے زور پکڑ لیا۔ بالآخر ۱۹۵۳ء میں تحریک مقدس تحفظ ختم نبوت جاری ہوئی، جس میں اِنھی مطالبات کی منظوری کی خاطر دس ہزار سے زائد فدائیانِ ختم نبوت کے سینوں کو گولیوں سے چھلنی کر دیا گیا۔ ۱۹۵۴ء میں روس کے اثرات کو فروغ کو روکنے کے لیے امریکہ نے ایک علاقائی فوجی اتحاد ''سیٹو'' بنایا۔ اس اتحادی معاہدے پر ظفر اللہ خان نے نہ صرف حکومتِ پاکستان کو اعتماد میں لیے بغیر دستخط کر دیئے بلکہ ایم ایس وینکٹے رامانی کے بقول: ''برطانوی'' امریکی دباؤ کے تحت سرظفر اللہ خان حالات کو واپس اس ڈگر پر لے آئے کہ پاکستان کے لیے ''سیٹو'' کو قبول کرنے کے سوا کوئی چارۂ کار نہ رہا......'' (پاکستان میں امریکہ کا کردار'' ص ۲۳۸)......اسی طرح سرظفر اللہ نے ''سینٹو'' پر بھی دستخط کر کے پاکستان کو امریکہ کی کالونی بنا دینے میں کوئی کسر نہ چھوڑی، سرظفر اللہ خان جیسے افراد کی بنائی ہوئی ملک دشمنی خارجہ پالیسیوں کے نتیجے میں سوویت یونین پاکستان کا جانی دشمن بن گیا اور پاکستان میں امریکی مداخلت کا رستہ کھل گیا، جس کے واضح اثرات اس خطے میں روز بروز بڑھتے ہوئے امریکی اثر و نفوذ کی صورت میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ امریکہ کا اتحادی ملک بننے کا جو اعزاز ہمیں ''سیٹو اور سینٹو'' کے معاہدوں کی بدولت سرظفر اللہ خان نے دلوایا تھا، آج ان کے اثرات و نتائج نیٹو کے اتحادی ہونے پر پاکستان کو بھگتنا پڑ رہے ہیں اور پاکستان آج امریکہ کے نرغے میں ہے اور ہمارے ایٹمی ہتھیاروں پر امریکی استعمار کی منحوس نظریں گڑی ہوئی ہیں۔ پاکستان امریکی غلامی کی جس دلدل میں پھنسا دیا گیا ہے۔ یہ دراصل سرظفر اللہ خان جیسے ہمارے ''محسنوں'' کی ''خدمات'' اور ان کے ''احسانات'' کے ثمرات ہیں۔ ان روزِ روشن کی طرح صاف اور بین حقائق کے باوجود جناب خالد حسن، سرظفر اللہ خان کے متعلق لکھتے ہیں کہ: ''اس قوم کو ابھی یہ توفیق نہیں ملی کہ جو اس کے اصل ہیرو ہیں، ان کا تشکر ادا کرے اور ان کی خدمات و احسانات تسلیم کرے، کیا اس ملک میں ایسا کبھی ہوگا؟'' انسان صرف سوچ سکتا ہے۔ تُف ہے ایسی دانشوری پر کہ جو دوست اور دشمن کی تمیز سے ہی محروم ہو۔ وہ اقبال کی زبان میں اپنے نادان دوستوں سے کہہ رہی ہے:

میں نے تو کیا پردۂ اسرار کو بھی چاک
دیرینہ ہے تیرا مرضِ کور نگاہی

مرزا جی کا بڑھاپا اور ظالم عشق کا سیاپا

مولانا عنایت اللہ چشتی رحمہ اللہ
سابق خطیب جامع مسجد ختم نبوت قادیان

مولانا عنایت اللہ چشتی رحمہ اللہ مجاہدین احرار کی باقیات میں سے تھے۔ آپ قادیان میں مجلس احرار اسلام کے پہلے مبلغ تھے اور مرکزِ احرار جامع مسجد ختم نبوت قادیان میں بحیثیت خطیب و منتظم خدمات سرانجام دیتے رہے۔ آپ نے اپنی یادداشتوں پر مشتمل کتاب ''مشاہداتِ قادیان'' بھی تحریر فرمائی۔ زیرِ نظر مضمون ۱۹۳۴ء سے بھی پہلے کا تحریر کردہ ہے، لیکن اپنی افادیت، نوعیت اور جدت و تنوع کے اعتبار سے آج بھی تر و تازہ ہے۔ ہمارے رفیقِ فکر جناب ڈاکٹر محمد عمر فاروق نے ''نقیبِ ختم نبوت'' کے قارئین کے لیے ارسال کیا ہے۔

مضمون میں آنجہانی مرزا اعلام قادیانی کے ''سوزِ دروں'' کو موضوع بنایا گیا ہے اور مولانا نے کہیں کہیں بریکٹ میں تیز و طرار اور شوخ فقرے بھی اس فرنگی نبی کی ''ذاتِ بے برکات'' پر چُست کیے ہیں، لیکن ایسے فقروں کا نوکِ قلم پر آجانا کوئی فکر و اندیشہ کی بات نہیں؟ اگر کاروانِ حیات کے ایسے ہنگامہ خیز دور میں مرزا ایسا ''مریضِ مراق و فراق'' ان دیوانوں کے ہتھے چڑھ جائے تو پھر بنتی نہیں بادہ و ساغر کہے بغیر۔ (ادارہ)

مرزا جی کے سوانح حیات پر غور کرنے سے پتا چلتا ہے کہ جناب ابتداءً مفلس و نادار تھے مگر دماغ عیاش و شاہانہ رکھتے تھے۔ ساتھ ہی عشقِ مجازی کے دل جلے، حسنِ بُتاں کے دلدادہ اور بھلے مانس آدمی تھے۔ عیاشی کے اسباب مہیا نہ ہونے کی وجہ سے ہمیشہ منغص و مغموم رہا کرتے تھے۔ قسما قسمی کی عیاریاں و حیلہ سازیاں کیں، لیکن نامراد رہے۔ پندرہ روپے کی ملازمت کی۔ حد سے زیادہ کند طبع و غباوت کی وجہ سے امتحانِ مختاری میں بری طرح ناکام رہے۔ آخر تنگ آکر مجددیت، مسیحیت و مہدویت کا ڈھونگ رچایا۔ جو کمپنی کے بعض سمجھ دار ممبروں کی وجہ سے ایک حد تک کامیاب رہا۔ اب مرزا جی تھے اور عیش و رنگ رلیاں۔ لیکن جونہی عمر نے پلٹا کھایا، سن شریف پچاس سے گزرا، مسیحیت و مجددیت نے ڈاڑھی کو بڑھایا تو اس کم بخت قوم صنفِ نازک نے کنارہ کر لیا بس وہی مرزا اور وہی غم و الم:

شبِ وعدہ کسی کی انتظاری کیا قیامت ہے
کھٹکتی خار بن کر ہے مہک پھولوں کے بستر کی

الہاموں سے ڈرایا، بہشت کے وعدے لیے، روپے سے ملاقات چاہی لیکن کیا کہوں؟ ڈاڑھی اور بڑھاپے سے اس ذات کو کچھ ایسی نفرت ہے کہ نہ ملی اور نہ ہی ملی۔

پہلا الہام:

اللہ نے میری طرف وحی کی ہے کہ تیری (احمد بیگ) بڑی لڑکی کا رشتہ اپنے لیے طلب کروں۔ اگر تو راضی ہے تو تجھے وہ زمین جو تو چاہتا ہے اور اس کے ساتھ دوسری زمین بھی تجھے دوں اور تیرے لیے برکت ہو۔ ورنہ تو بھی دو برس میں مرجائے گا اور تیری لڑکی کا خاوند بھی تین برس میں مرجائے گا۔ (ملخصاً ''آئینہ کمالاتِ اسلام'' ص۵۷۲،۵۷۳) مگر مرزا احمد بیگ نے انکار کیا اور قادیانی کی آرزو کو بُری طرح ٹھکرا دیا۔ اس کے بعد مرزا جی متعدد اشتہار ڈراوے اور دلاسے کے شائع کیے مگر مرزا احمد بیگ کچھ ایسا مستقل ایمان رکھتے تھے کہ کسی کی پروا نہ کی اور جہاں چاہا لڑکی کو بیاہ دیا۔

اب میں ان خطوط کے چند اقتباسات ناظرین کے سامنے رکھتا ہوں جس میں مرزا جی نے احمد بیگ کو گونا گوں لالچوں میں پھانسنا چاہا مگر وہ نہ پھنسا۔ قسم قسم کے ڈراووں سے ڈرایا مگر خدا نے اس کے دل کو مضبوط رکھا مگر وہ خداداد بصیرت سے مکروفریب کو تاڑ گیا۔

اقتباس خط مرزا بنام احمد بیگ والد محمدی بیگم، مورخہ ۱۷؍جولائی ۱۸۹۰ء:

مشفقی مکرمی اخویم مرزا احمد بیگ سلمہ اللہ تعالیٰ

میں نہایت عاجزی اور ادب سے آپ کی خدمت میں ملتمس (۱) ہوں کہ اس رشتہ سے آپ انحراف نہ فرماویں۔ میں نے لاہور میں جا کر معلوم کیا کہ ہزاروں مسلمان مساجد میں نماز کے بعد اس پیش گوئی کے ظہور کے لیے بصدق ودل دعا کرتے ہیں (صاف جھوٹ، اس وقت لاہور میں ہزاروں مرزائی کہاں تھے اور غیر مرزائی تمہارے خیال میں مسلمان کیسے اور ان کی دعائیں کیسی، مؤلف) خدا تعالیٰ اب آپ کے دل میں وہ بات ڈالے جس کا اس نے آسمان پر سے مجھے الہام کیا ہے۔

خاکسار عباد اللہ غلام محمد

خط بنام علی شیر بیگ پھوپھڑ محمدی بیگم، مورخہ مئی ۱۸۹۱ء

مشفقی مرزا علی شیر بیگ سلمہٗ تعالیٰ

السلام علیکم! میں آپ کو نیک خیال آدمی اور اسلام پر قائم سمجھتا ہوں (اس سے مرزائیوں کی باطل تاویل اڑ گئی کہ محمدی بیگم کے رشتہ دار بے دین ومذہب تھے۔ اس لیے مرزا صاحب نے ان کو مسلمان بنانے کے لیے سلسلہ جنبانی کی۔ مؤلف) مگر آپ کو معلوم ہے کہ مرزا احمد بیگ کی لڑکی کے بارے میں ان کے ساتھ کس قدر میری عداوت ہو رہی ہے۔ اب سنا ہے کہ عید کی دوسری یا تیسری تاریخ کو اس لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے اور اللہ رسول کے دین کی کچھ پروا نہیں رکھتے (خوب جو مرزا کی رنگ رلیوں میں بھنگ ڈالے وہ خدا رسول کی کوئی پروا نہیں رکھتا۔ حاشا وکلاّ وہ صحیح معنوں میں مسلمان تھے۔ ایک بوڑھے پھوپھڑ مفتری علی اللہ کے حوالے معصوم لڑکی کا کرنا جس کی وجہ دنیاوی لالچ ہو، گناہِ کبیرہ ہے۔ مؤلف) اگر آپ کے گھر کے لوگ سخت مقابلہ کرکے اپنے بھائی کو سمجھاتے، تو کیوں نہ سمجھ سکتا۔ کیا میں چوہڑا یا چمار تھا۔ یوں تو مجھے کسی کی لڑکی سے کیا غرض۔ کہیں جائے۔ مگر یہ تو آزمایا گیا کہ جن کو میں خویش سمجھتا تھا (معلوم ہوا کہ اس سے پہلے کوئی دینی یا دنیوی رنجش

(۱)　نبی، مجدد لوگوں کو عاجزی سے درخواستیں نہیں کرتے۔

اور مخالفت نہ تھی۔مؤلف) اوران کی لڑکی کے لیے چاہتا تھا کہ اس کی اولاد ہواور وہ میری وارث ہو۔وہی میرے خون کے پیاسے ہیں۔(خوب جوغریب بوڑھے آدمی کو بلحاظ شفقتِ پدری نوجوان لڑکی نہ دے، وہ خون کا پیاسا ہوتا ہے۔یہ کہاں کی منطق اورکلام میں صریح تناقص۔اوپر لکھتے ہیں لڑکی کی وجہ سے عداوت ہورہی ہے اور یہاں لڑکی کی ضرورت نہیں۔واہ جی واہ) اور چاہتے ہیں خوار ہو، رُوسیاہ ہو، خدا بے نیاز ہے جس کو چاہے رُوسیاہ کرے۔مگر اب تو وہ مجھے آگ میں ڈالنا چاہتے ہیں(جب تجھے بذریعہ الہام معلوم ہوا تھا کہ ضرور حسرت پوری ہوگی تو پریشانی کیسی۔مؤلف) میں نے خط لکھے کہ پرانا رشتہ مت توڑو(معلوم ہوا کہ پہلے رشتہ تعلق پیار محبت موجودتھی۔مرزائیوں کی تاویل تارعنکبوت ہوکراڑگئی اوران کا یہ کہنا سراسر دھوکہ ثابت ہوا کہ مرزاصاحب کوشادی کی ضرورت نہیں تھی بلکہ ان لوگوں کومسلمان بنانا چاہتے تھے۔مؤلف) بلکہ میں نے سنا ہے کہ آپ کی بیوی نے جوش میں آکر کہا کہ ہمارا کیا رشتہ ہے۔ہم نہیں جانتے کہ یہ شخص کیا بلا ہے۔کہیں مرتا بھی نہیں۔مرتا مرتا رہ گیا۔ابھی مرا بھی ہوتا۔بے شک میں ناچیز ہوں۔ذلیل ہوں خوار ہوں (ہائے حسن کی کٹھن ایک گردن اکڑ مغل کو کیسا کمزور کردیا۔دوسری جگہ تو ڈھینگ اُچھالتے ہیں کہ زمین وآسمان میرے حکم میں ہے۔موت وحیات کا اختیار مجھے مل چکا ہے اور یہاں عشقش چناں گرفت کہ غلام غلام شد کا پورا مصداق بن گئے۔مؤلف) آپ اپنے گھر کے آدمی کوتاکید کریں تاکہ بھائی سے لڑائی کرکے ان کے ارادے کوروک دے۔(کیا کہنے مسیح ومجدد ونبی کے کہ لڑائی کی تعلیم دی جارہی ہے۔مؤلف) ورنہ مجھے خدائے تعالیٰ کی قسم ہے کہ اب ہمیشہ کے لیے رشتے ناطے توڑ دوں گا (یہ شہوت کا بخار ہے یا مجددیت کا اثر۔مؤلف)

خاکسار غلام احمد از لودھیانہ۔اقبال گنج۔۴مئی ۱۸۹۱ء

مرزا فضل احمد کے بڑے لڑکے کی ساس کو دھمکی آمیز خط:

والدہ عزت بی بی (فضل احمد کی بیوی) کو معلوم ہو کہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ چندروز تک محمدی بیگم مرزا احمد بیگ کی لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے اور میں خدائے تعالیٰ کی قسم کھا چکا ہوں کہ اس نکاح سے سارے رشتے ناطے توڑ دوں گا اور کوئی تعلق نہیں رہے گا۔(کرشن جی مہاراج کا جوش؟ مؤلف) آج میں نے مولوی نوردین اور فضل احمد (فرزند مرزا) کو خط لکھ دیا ہے کہ فضل احمد عزت بی بی کے لیے طلاق نامہ لکھ کر بھیج دیوے اور اگر فضل احمد طلاق لکھنے میں عذر کرے تو اس کو عاق کیا جاوے گا اور اپنے بعد اس کو اپنا وارث نہ سمجھا جاوے گا اور ایک پیسہ وراثت کا اس کو نہ ملے گا۔(شہوت بے شک اندھا کردیتی ہے لیکن بڑھاپے میں اس قدر غلبہ کہ اپنے فرزند کی بھی پروانہیں اور بلاقصور طلاق پر مجبور کرتے ہیں۔مؤلف)

غلام احمد از لدھیانہ۔اقبال گنج۔مؤرخہ ۴مئی ۱۸۹۱ء

جب مرزا احمد بیگ نے کچھ پروا نہ کرتے ہوئے نکاح کردیا تو مرزا صاحب نے بھی رُخ بدل کر اپنی رسوائی پر یوں پردہ ڈالا کہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے یہی مقدر اور یہی قرار یافتہ ہے کہ وہ لڑکی اس عاجز کے نکاح میں آئے گی۔خواہ پہلے ہی باکرہ ہونے کی حالت میں آجائے۔خواہ خدائے تعالیٰ بیوہ کرکے اس کو میری طرف لے آئے۔(دیکھو اشتہار ۲مئی ۱۸۹۱ء مطبوعہ حقانی پریس لدھیانہ)

اور ابوالسعید مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے جواب میں اپنے زخمی دل کو یوں تسلی دیتے ہیں۔ میری اس پیشین گوئی میں نہ ایک بلکہ چھے دعوے ہیں:

اوّل: نکاح کے وقت تک میرا زندہ رہنا۔

دوم: نکاح کے وقت تک اس لڑکی کے باپ کا ضرور زندہ رہنا۔

سوم: پھر نکاح کے بعد اس لڑکی کے باپ کا جلدی مرجانا جو تین برس تک نہیں پہنچے گا۔

چہارم: اس کے خاوند کا اڑھائی برس کے عرصہ تک مرجانا۔

پنجم: اس وقت تک کہ میں اس سے نکاح کرلوں۔ اس لڑکی کا زندہ رہنا۔

ششم: پھر آخر یہ کہ بیوہ ہونے کی تمام رسموں کو توڑ کر باوجود سخت مخالفت اس کے اقارب کے میرے نکاح میں آجانا (افسوس کہ نہ آئی اور نہ ہی آئی) (''آئینہ کمالاتِ اسلام''، ص ۳۲۵)

مرزا جی پر یہ زمانہ ایک خاص کیفیت سے گزر رہا تھا۔ دلِ زخمی پر دشمنوں کے طعنے نمک پاشی کا کام کررہے تھے۔ دل بیمار تھا۔ طبیب لہو کا پیاسا، پریشان دماغ پر تخیلات فاسدہ کا ہجوم، دل کو تسلی دیتے دیتے ذرا آنکھ لگ جاتی تو عالمِ خواب میں بھی وہ ظالم پیچھا نہ چھوڑتے۔ مرزا جی انھیں الہام سمجھ کر جھٹ شائع کرکے ذریت کو مطمئن کرتے، مجددیت و مسیحیت کا جال تارِ عنکبوت ہو رہا تھا۔ غرض اس حالت کو دیکھ کر ایک سخت سے سخت دشمن کا دل بھی موم ہوتا تھا۔ لیکن ساتھ ہی مرزا جی کی مستقل مزاجی بردباری کی تعریف کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اللہ اللہ ۱۸۸۸ء سے لے کر ۱۹۰۷ء تک کا طویل عرصہ جس صبر و استقلال سے گزرا۔ کوئی عاقل اسے نظر انداز نہیں کرسکتا۔ ان ایام میں مرزا جی جن تصورات و تخیلات سے مجروح دل کی مرہم پٹی کرتے رہے، اس کا کچھ نمونہ بھی ہدیۂ قارئین ین کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

الہام:

اس عورت کو جو احمد بیگ کی عورت کی بیٹی ہے پھر تیری طرف لاؤں گا...... پھر تیرے نکاح کے ذریعے سے قبیلہ میں داخل کی جائے گی...... ممکن نہیں کہ معرضِ التواء میں رہے۔ (انجام آتھم، ص ۲۱۶)

نفس پیشین گوئی اس عورت (محمدی بیگم) کا اس عاجز کے نکاح میں آنا تقدیر مبرم ہے جو کسی طرح (ا) ٹل نہیں سکتی۔ (اشتہار مندرجہ تبلیغِ رسالت، جلد ۳، ص ۱۱۵)

غرض اس قسم کے سینکڑوں زٹلیات سادہ لوحوں کو سنا سنا کر سینہ تھامتے رہے لیکن جب مرزا سلطان محمد صاحب شوہر محمدی بیگم مرزا کی بیان کردہ موت کے اندر نہ مرا۔ بلکہ پھلتا پھولتا گیا تو مرزا جی نے بھی تصویر کا رخ بدل دیا۔ یعنی ۷؍اپریل ۱۸۹۲ء کو محمدی بیگم کا دوسری جگہ نکاح ہوگیا۔ (آئینہ کمالاتِ اسلام، ص ۲۹۰)

اس تاریخ کو دیکھ کر حساب کرنے سے پتا چلتا ہے۔ مرزا سلطان محمد کی زندگی کا آخری دن ۸؍اکتوبر ۱۸۹۴ء تھا۔ چونکہ خدا کو منظور تھا کہ اس مفتری کو پوری طرح ذلیل کیا جائے۔ اس لیے بجائے زندہ رکھنے کے خدا نے مرزا سلطان محمد کو اس

قدر عزت بخشی کہ اولاد عطا ہوئی اور دنیاوی لحاظ سے سنا ہے کہ محمدی بیگم مرحومہ کا بڑا لڑکا میونسپل کمشنر ہے اس ذلت کو دیکھ کر مرزا جی یوں ہانپنے لگے۔

اس پیشین گوئی کا دوسرا حصہ جو اس کے داماد کی موت ہے وہ الہامی شرط کی وجہ سے دوسرے وقت پر جا پڑا اور داماد اس کا الہامی شرط سے متمتع ہوا جیسا کہ آتھم ہوا۔ کیوں کہ احمد بیگ کی موت کے بعد اس کے وارثوں میں سخت مصیبت برپا ہوئی۔ سو ضرور تھا کہ وہ الہامی شرط سے فائدہ اٹھاتے۔ اور اگر کوئی بھی شرط نہ ہوتی تا ہم وعید میں سنت اللہ یہی تھی جیسا کہ یونس کے دنوں میں ہوا۔ پس اس کا داماد تمام کنبہ کے خوف کی وجہ سے اور ان کے توبہ اور رجوع کے باعث سے اس وقت فوت نہ ہوا مگر یاد رکھو کہ خدا کے فرمودہ میں تخلف نہیں اور انجام وہی ہے جو ہم کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں۔ خدا کا وعدہ ہرگز ٹل نہیں سکتا۔ (ضمیمہ انجام آتھم، ص ۱۳) (سبحان اللہ نبی کی کلام تناقض صریح۔ اوپر وعید بتاتے ہیں اور نیچے شوق وصال میں فوت مرزا سلطان محمد کو وعدۂ الٰہی قرار دے کر اپنی دیرینہ امید کو نہیں توڑتے۔ مؤلف) سنئے صاحب اس سے بھی زیادہ واضح تسلی بخش تصور مرزا صاحب کو پیش کرتا ہوں۔ تصور کیا ہے، دل جلی چھاتی کا بخار ہے۔ اب بھی ان الفاظ سے گرمیٔ عشق محسوس ہوتی ہے۔ (مؤلف)

اس لڑکی کے باپ کے مرنے اور خاوند کے مرنے کی پیشین گوئی شرطی تھی اور شرط توبہ اور رجوع الی اللہ تھی۔ لڑکی کے باپ نے توبہ نہ کی، اس لیے وہ بیاہ کے بعد چھ ماہ کے بعد مر گیا اور پیشین گوئی کی دوسری جز و پوری ہوگئی۔ اس کا خوف اس کے خاندان پر پڑا اور خصوصاً شوہر پر پڑا جو پیشین گوئی کا ایک جز و تھا، انھوں نے توبہ کی۔ چنانچہ اس کے رشتہ داروں اور عزیزوں کے خط بھی آئے، اس لیے خدا نے اس کو مہلت دی۔ عورت اب تک زندہ ہے۔ میرے نکاح میں وہ عورت ضرور آئے گی (ہائے گندم بخار ایک بوڑھے فرتوت کو کس طرح نچار ہا ہے۔ مؤلف) امید کیسی یقینِ کامل ہے (داد دینے کے قابل ہے عاشق ہو تو ایسا جو کبھی ناامید نہ ہو۔ شاباش۔ مؤلف) یہ خدا کی باتیں ہیں ٹلتی نہیں ہو کر رہیں گی۔ (اخبار الحکم، ۱۰؍اگست ۱۹۰۱ء، مرزا صاحب کا حلفیہ بیان عدالت ضلع گورداسپور)

حضرات! اوّل تو یہ سب پکھنڈ طفل تسلیوں سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا کیوں کہ مرزا سلطان محمد آج تک زندہ ہے۔ دنیا کے ہر قسم کے اسباب سے بہرہ ور ہے۔ محمدی بیگم مرحومہ اپنی زندگی پوری کر کے اپنی خداوند عصمت کو لے کر واصل باللہ ہوئی۔ خداوند کریم اسے اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ مرزا سلطان محمد کاذب کے خوف و ہراس سے ہرگز متاثر نہیں ہوا کیوں کہ اگر اسے خوف و ہراس لاحق ہوتا تو اس کا لازمی نتیجہ یہی ہونا چاہیے تھا کہ اسلام کو خیر باد کہہ کر مرزائی ہو جاتا لیکن دنیا جانتی ہے کہ مرزا سلطان محمد صحیح مضبوط انسان ہے، یہ کس قدر دجل ہے۔ دیکھتے بھالتے دنیا کو اندھا کرنا چاہتے ہیں۔ جھوٹ سے نہیں شرماتے کہ مرزا سلطان محمد ڈر گیا۔ ہراساں ہو گیا وغیرہ وغیرہ خرافاتِ واہیہ۔

لیکن اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ وہ ڈر گیا تو مرزا جی اپنے معشوق سے بکلی ناامید ہونے کے خوف سے کچھ مہلت دے رہے ہیں اور یقین کامل رکھتے ہیں کہ رقیب کے مرنے سے وصال ہوگا۔ اصل بات یہ ہے تمام رسوائی مرزا جی کو اس کے

(۱)　مرزائیوں کا جواب کہ شرطی تھی (کسی طرح) کے لفظ سے اس کی بیخ کنی ہوگئی۔ مؤلف

خدا کی طرف سے ہوئی ۔ کیوں کہ اوّل تو فرشتہ بھیج کر ایک دوا کے ذریعے سے مرزا جی کے اندر پچاس مردوں کی قوتِ باہ (۱) جمع کر دی۔ اس کے بعد خود ہی بذریعہ الہام ایک دوشیزہ کے متعلق سلسلہ جنبانی کی تلقین کی ۔ کئی قسم کی تسلیاں دیں کہ ضرور تجھے ملے گی ۔ اس کو وعدہ سے تعبیر کیا لیکن شاید بعد میں رحم آ گیا کہ پچاس مردوں کے حوالہ ایک لڑکی کو کرنا شاید ظلم نہ ہو، اس لیے وعدہ کو پورا نہ کیا۔ کیا کہنے نبی کے اور ساتھ اس کے خدا کے دنیا سمجھ لے گی کہ ایسے نبیوں کا خدا کون ہے۔

ابوجہل کو بھی اپنے خدا نے کہا تھا:

لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَ اِنِّیْ جَارٌلَّكُمْ فَلَمَّا تَرَآءَ تِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰی عَقِبَيْهِ وَ قَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْكُمْ (انفال:۴۸)

''(بدر کے موقع پر ابواجہل کو اس کے خدا نے کہا) لوگوں میں سے آج کوئی تم پر غالب نہیں آ سکتا کیوں میں تمہارے ساتھ ہوں۔ جب دونوں لشکروں کو مقابل ہوتے دیکھا تو پیچھے کھسک کر کہنے لگا میں تم سے بیزار ہوں۔''

مرزا جی کو بھی اس کا خدا بارش کی طرح الہامات برسا کر تسلی دیتا رہا کہ ضرور تجھے ملے گی اور پچاس مردوں کی قوتِ مردمی ٹھنڈی ہو گی لیکن جب پوری شہرت و رسوائی ہو چکی تو ایک وعدہ بھی پورا نہ کیا بلکہ مرزا جی پورے اٹھارہ برس چیختے، پکارتے، جلتے سڑتے، بے نیل مرام اگلے جہان کی طرف لڑھک گئے اور رسوائی کا ڈھنڈورا آج تک اس کی ذریت سن رہی ہے۔ شرم شرم۔ غرض ۱۹۰۷ء تک تو مردانہ وار عاشقی میں ثابت قدمی کا خراجِ تحسین حاصل کرتے رہے لیکن ۱۹۰۷ء میں کچھ مایوسانہ شکل میں آ کر کہنے لگے کہ ''اس عورت کا نکاح آسمان پر میرے ساتھ پڑھا گیا تھا لیکن بعض ضروری وجوہ کی بنا پر فسخ ہو گیا یا تاخیر میں پڑ گیا۔ (انتہا ملخصاً۔ تتمہ حقیقت الوحی، ص ۱۳۲، ۱۳۳)

ثابت قدمی کو دیکھئے پوری ناامیدی مرتے دم تک ظاہر نہ کی۔ تقریباً تقریباً یہ آخری آرزو تھی۔ اس کے بعد جلدی ۱۹۰۸ء میں تو راہیٔ عدم ہوئے۔ یہ ہے داستان ایک پنجابی بوڑھے فرنگی نبی کے عشق کی جو ایک حد تک اس شعر کی مصداق ہے:

تیرے عشق کا جس کو آزار ہو گا
سنا ہے قیامت میں دیدار ہو گا

فرنگی نبی کی عشقیہ داستان:

خواہشیں دم توڑ گئیں
آرزوئیں مرجھا گئیں
زندگی برباد ہوئی
عشق میں رسوائی ہوئی، مفت میں بدنامی ہوئی

(۱) مرزا جی لکھتے ہیں۔ میں نے کشفی طور پر دیکھا کہ ایک فرشتہ میرے منہ میں دوائی ڈال رہا ہے۔ چنانچہ وہ دوائیں میں نے تیار کیں اور پھر اپنے تئیں خداداد طاقت میں پچاس مرد کے قائم مقام دیکھا۔ (تریاق القلوب، ص ۷۸، نشان نمبر ۱۱)

تمنائیں پوری نہ ہوئیں

پیشین گوئیاں جھوٹ ثابت ہوئیں

الہام کا چکر چلایا، دولت کا لالچ دیا

رقعے لکھے، منتیں کیں، پاؤں پکڑے

سفارشیں کرائیں، بددعائیں دیں، دھمکیاں دی

مگر ''محمدی بیگم'' نے مرزا جی سے نکاح کرنے سے انکار کر دیا۔

چیلنج:

ہم چیلنج کرتے ہیں کہ ۸/اکتوبر ۱۸۹۲ء یعنی مرزا سلطان محمد کی الہامی موت کے آخری دن سے پہلے مرزا کی کسی کلام میں کوئی شرط دکھاؤ یا وہ دن گزرنے کے بعد مرتے دم دن تک مرزا کو مایوس ثابت کرو۔ ہرگز نہیں۔ مرزا مرتے دم تک مایوس نہیں ہوا بلکہ آخر تک یہی تسلی دیتا رہا کہ اسے مہلت دی گئی ضرور مرے گا۔ حتیٰ کہ ۱۹۰۷ء میں اتنی مایوسی دکھائی کہ شاید فتح ہو گیا یا تاخیر میں پڑ گیا۔ مرزائیو! غور کرو کچھ تو نبی عربی خاتم النبیین سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت کا پاس کرو۔ کل میدانِ حشر میں کیا جواب دو گے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کو چھوڑ کر کس گمراہ اور مرتد کی غلامی کا پھندہ گلے میں ڈالا۔

مرزا قادیانی کے اُوٹ پٹانگ الہام

مرتب: محمد الیاس میراں پوری

سچا الہام:

''میں نے عین بیداری کی حالت میں دیکھا کہ ایک شخص میرا آزار بند کھول رہا ہے۔ میں اس کی بری نیت کو بھانپ کر اٹھ بیٹھا۔'' (خطبہ الہامیہ، از مرزا غلام قادیانی)

حیض اور کسبی ناپاکی:

''بابو الٰہی بخش چاہتا ہے کہ تجھ میں حیض دیکھے یا تیری کسبی ناپاکی پر اطلاع پائے، تجھ میں حیض نہیں رہا بلکہ وہ حیض خوب صورت بچہ بن گیا جو بمنزلہ اطفال اللہ (اللہ کا بیٹا) ہے۔'' (تتمہ حقیقت الوحی، صفحہ ۱۴۳، تصنیف مرزا قادیانی)

مرزا کی مدتِ حمل:

''میرا نام ابن مریم رکھا گیا اور عیسیٰ کی روح مجھ پر نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ کیا گیا۔ آخر کئی مہینہ کے بعد جو (مدتِ حمل دس مہینہ سے زیادہ نہیں) مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا۔'' (کشتی نوح، صفحہ ۴۶، از مرزا قادیانی)

حجرِ اسود اور بیت اللہ:

''میں حجرِ اسود ہوں۔ خدا نے اپنے الہام میں میرا نام بیت اللہ رکھا ہے۔''

(حاشیہ ''اربعین'' صفحہ ۱۵، تصنیف مرزا قادیانی)

کرمِ خاکی اور بشر کی جائے نفرت: (مرزا قادیانی اپنے بارے میں کہتا ہے)

''کرمِ خاکی ہوں مرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار ہوں''

(دُرِّ ثمین، اردو کلام از قادیانی)

بیت الخلاء:

''بدتر ہے ہر ایک بد سے وہ ہے جو بدزباں ہے
جس دل میں یہ نجاست بیت الخلاء یہی ہے''

(درثمین اردو مجموعہ کلام، مرزا غلام احمد قادیانی، صفحہ ۱۲، ایضاً)

☆ ''میں نے جوابی طور پر بھی کسی کو گالی نہیں دی۔'' (روحانی خزائن، جلد۱۹، ص ۲۳۶)

☆ ''دشمن ہمارے بیابانوں کے خنزیر ہوگئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئیں۔'' (روحانی خزائن، جلد۱۴، ص ۵۳)

☆ ''غول، لئیم، فاسق، شیطان، ملعون، نطفہ، سفہا، خبیث، مفسد، مردود، منحوس، کنجری کا بیٹا'' (روحانی خزائن، جلد۱۱)

☆ ''کذاب، خبیث، مردو، بچھو کی نیش زن، اے گولڑہ کی سرزمین تجھ پر خدا کی لعنت ہو، تو ملعون کے سبب ملعون ہوگئی۔'' (نزول مسیح، ص ۷۵)

☆ ''مہدی...... قرآن اور حدیث میں کسی استاد کا شاگرد نہیں ہوتا۔ سو میں حلفاً کہتا ہوں کہ میرا حال یہی ہے کوئی ثابت نہیں کرسکتا کہ میں نے کسی انسان سے قرآن یا حدیث یا تفسیر کا ایک سبق بھی پڑھا ہو۔''

(روحانی خزائن، جلد۱۴، ص ۳۹۴)

☆ ''بچپن کے زمانہ میں میری تعلیم اس طرح پر ہوئی کہ جب میں چھ سات سال کا تھا تو ایک فارسی خوان معلم میرے لیے نوکر رکھا گیا جنھوں نے قرآن شریف اور چند فارسی کتابیں مجھے پڑھائیں اور اس بزرگ کا نام فضل الٰہی تھا۔'' (روحانی خزائن، جلد۱۳، ص ۱۸۰)

لسانِ نبوت کے جواہر پارے:

اس بات سے قطع نظر کہ ان عبارات میں جو زبان بول رہی ہے وہ کسی نبی کی تو کیا کسی عام شریف آدمی کی بھی ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اور اس قدر اخلاق باختہ اور بے ہودہ بھی کوئی نبی ہوسکتا ہے جو شرم وحیا سے بے نیاز ہوکر ''بازاری لونڈوں'' کی زبان میں بات کرنے کا عادی ہو اور اسی فحاشی طرزِ گفتگو اور فاش اندازِ تکلم کو خدا کی وحی قرار دیتا ہو اور یہی بے ڈھب زبان وبیان اس کے لیے پارہ الہام اور سرمایۂ افتخار ہو۔ پھر وہ ایک ہی وقت میں ایک عام آدمی بھی ہو اور ایک صاحب کتاب بھی، وہ بیک وقت خدا کا بندہ بھی ہو، خدا بھی ہو اور خدا کا بیٹا بھی، پھر وہ ایکا ایکی کرم خاکی کی شکل اختیار کرے اور بڑھتے بڑھتے بشر کی جائے نفرت بن جائے اور پھر فوراً ہی حجر اسود کا روپ دھار لے اور حجر اسود سے ارتقائی منازل طے کرتے ہوئے عیسیٰ وموسیٰ، ابراہیم ویعقوب اور عین محمد بن جائے، پھر محمد سے علیؓ اور علیؓ سے حسینؓ ہوجائے، پھر وہ حسینؓ بھی نہ رہے بلکہ دفعتاً مریمیت کا لبادہ اوڑھ کر مریم بن جائے اور اس کی ''کسبی ناپاکی'' پر اطلاع پانے کے لیے اس کے ''خلوتی راز'' ''بابو الٰہی بخش'' کو بے چینی ہو۔ پھر ان نبی صاحب کو حیض بھی آنے لگے اور پھر یہ ایک خوبصورت بچہ بھی جن کر دکھادیں۔

''ایں کار از تو آید ''نبیاں'' چنیں کنند''؟

(تلخیص مسئلہ کشمیر اور قادیانی امت۔ مؤلف: اختر کاشمیری)

ماخوذ: قادیانی ارتداد پر علماء لدھیانہ کا پہلا فتویٰ تکفیر، ص ۵۷، ۵۸، ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی
قادیانیت کی عریاں تصویریں، ص ۳۸۶، محمد متین خالد

جھوٹے دعوے داروں کی فہرست

انتخاب: علی مردان قریشی

مرزا غلام احمد قادیانی پہلا شخص نہیں تھا جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جعلی نبوت کا دعویٰ کیا ہو بلکہ اس سے پہلے بھی اور بعد میں بھی کچھ لوگوں نے اسی قسم کے جھوٹے دعوے کیے جن کی فہرست حسبِ ذیل ہے:

خدا کا دعویٰ کرنے والے:

نمبر شمار	نام	شہر/ملک	سن
(۱)	بابک خرامی	بغداد	۲۰۰ھ
(۲)	الحاکم فاطمی خلیفہ	قاہرہ	۴۱۰ھ
(۳)	سکون بن ناطق	قاہرہ	۴۲۶ھ
(۴)	ابوعبداللہ بن شباش	ممیر	۴۵۰ھ
(۵)	ابوالحسن علی عنبر شمیم	بغداد	۴۸۰ھ
(۶)	رشید الدین ابوالحشر سنان	شام	۶۵۷ھ
(۷)	مرزا غلام احمد قادیانی	قادیان، پنجاب (انڈیا)	چودھویں صدی ہجری

پیغمبر ہونے کا دعویٰ کرنے والے:

نمبر شمار	نام	شہر/ملک	سن
(۱)	صاف بن صیاد	مدینہ منورہ	۲ھ
(۲)	اسود بن کعب	یمن	۶ھ
(۳)	طلیحہ بن خویلد اسدی	خیبر	۸ھ
(۴)	مسیلمہ بن کبیر	یمامہ	۱۰ھ
(۵)	سجاح بن حارث	الجزیرہ	۱۴ھ
(۶)	مختار بن عبیدہ ثقفی	کوفہ	۶۴ھ
(۷)	بنان بن سمعان تمیمی	کوفہ	۹۲ھ
(۸)	ابومنصور عجلی	کوفہ	۱۲۰ھ
(۹)	مغیرہ بن سعید عجلی	کوفہ	۱۲۹ھ

(۱۰) صالح بن طریف	اندلس	۱۳۰ھ
(۱۱) محمد بن فضلاس الخطاب	کوفہ	۱۳۴ھ
(۱۲) اسحاق اخرس	مراکش	۱۳۵ھ
(۱۳) حکیم مقنع	بغداد	۱۴۸ھ
(۱۴) استادلیس	ایران	۱۵۴ھ
(۱۵) ابوعیسیٰ بن یعقوب	اصفہان	۲۱۸ھ
(۱۶) علی بن محمد بن عبدالرحیم	بحرین	۲۴۹ھ
(۱۷) یہود بن ابان	بحرین	۲۶۰ھ
(۱۸) ابوالعباس	قاہرہ	۲۹۸ھ
(۱۹) حمزہ زوزنی	مصر	۴۱۱ھ
(۲۰) بہافرید بن ماہ قزرین	نیشاپور	۴۴۲ھ
(۲۱) حسین بن حمران	عراق	۴۸۳ھ
(۲۲) محمود احد گیلانی	عراق	۶۰۰ھ
(۲۳) قطب الدین احمد	افریقہ	۶۵۵ھ
(۲۴) احمد بن ہلال	دمشق	۷۸۰ھ
(۲۵) بایزید عبداللہ انصاری	ہندوستان	۹۴۱ھ
(۲۶) مرزا غلام احمد قادیانی	قادیان (ہندوستان)	۱۸۹۱ء
(۲۷) چراغ دین	جموں کشمیر	۱۹۰۳ء
(۲۸) عبداللہ تیماپوری	حیدرآباد	۱۹۰۴ء
(۲۹) عبداللہ پٹواری	چیچہ وطنی	۱۹۰۷ء
(۳۰) احمد سعید قادیانی	سمبڑیال	۱۹۱۷ء
(۳۱) احمد نور سرمہ فروش	قادیان	۱۹۱۸ء
(۳۲) یحییٰ عین اللہ	بہار	۱۹۲۰ء
(۳۳) ٹموتھی عرف کارڈیوعلی	لاطینی امریکہ	۱۹۲۶ء
(۳۴) خواجہ اسماعیل	لندن	۱۹۳۰ء
(۳۵) محمد ومروا	نائیجریا	۱۹۸۱ء
(۳۶) محمد علی	غازی پور، شیخوپورہ	۱۹۸۲ء

(۳۷) غلام فرید	کشکہ ہزارہ	۱۹۸۳ء

عیسیٰ مسیح ہونے کا دعویٰ کرنے والے:

نمبر شمار نام	شہر/ملک	سن
(۱) حرب بن عبداللہ	بغداد	۱۳۸ھ
(۲) ابوجعفر محمد بن علی شغانی	قاہرہ	۳۰۰ھ
(۳) عبداللہ بن احمد ذکرویہ	مصر	۳۰۱ھ
(۴) ماوطی	سوڈان	۳۱۶ھ
(۵) ابومحمد حامیم	افریقہ	۳۱۳ھ
(۶) احمد بن کیان	افغانستان	۳۱۶ھ
(۷) تخبیت (عورت)	افریقہ	۳۱۸ھ
(۸) جوع (عورت)	افریقہ	۳۲۲ھ
(۹) اصغر بن ابوالحسن تغلبی	حران	۴۴۹ھ
(۱۰) شیخ محمد فرہی	سندھ	۷۹۵ھ
(۱۱) جان محمد فرہی	سندھ	۸۸۷ھ
(۱۲) سباتائی (سیوی)	ترکی	۱۶۶۷ء
(۱۳) میر محمد حسین مشہدی	ایران	۱۱۸۷ھ
(۱۴) مرزا غلام احمد قادیانی	قادیان	۱۸۹۱ء
(۱۵) فضل احمد چنگا	راولپنڈی	۱۹۲۴ء

مہدی ہونے کے مدعی:

نمبر شمار نام	شہر/ملک	سن
(۱) عبیداللہ مہدی	افریقہ	۲۹۶ھ
(۲) محمد ابن تومرت	مراکش	۴۵۰ھ
(۳) محمد بن عبداللہ عاضد	قاہرہ	۴۵۰ھ
(۴) سید محمد جونپوری	جونپور (ہندوستان)	۸۴۰ھ
(۵) احمد عبداللہ عباسی	مراکش	۹۷۰ھ
(۶) میر محمد نور بخش	گجرات	۹۸۰ھ
(۷) احمد بن علی محیرتی	یمن	۱۰۴۰ھ

(۸) محمد بن عاصم ازبک	کردستان	۱۰۷۰ھ
(۹) محمد بن عبداللہ	ترکی	۱۰۷۵ھ
(۱۰) محمد احمد سوڈانی	سوڈان	۱۸۸۰ء
(۱۱) مرزا غلام احمد قادیانی	قادیان (ہندوستان)	چودھویں صدی ہجری
(۱۲) عبداللطیف گن چوری	گجرات	۱۹۱۰ء
(۱۳) عالی جاہ محمد	امریکہ	۱۹۵۲ء
(۱۴) شارت احمد	مالوکے، سیالکوٹ	۱۹۷۷ء
(۱۵) بشیر احمد	خیر پور سندھ	۱۹۸۴ء

مظہری ہونے کے دعوے دار:

مظہری کا مطلب ہے وہ لوگ جنھوں نے دعویٰ کیا کہ میں اللہ کا مظہر ہوں، حضرت علیؓ کا مظہر ہوں۔ یعنی اللہ یا حضرت علی اُن کا روپ دھار کے آئے ہیں۔

نمبر شمار　نام	شہر/ملک	سن
(۱) علی محمد باب	ایران	۱۲۴۰ھ۔ مامور من اللہ
(۲) قرۃ العین (عورت)	ایران	۱۲۵۰ھ۔ مظہر فاطمہ
(۳) صبح ازل	ایران	۱۲۵۰ھ۔ مامور من اللہ
(۴) بہاء اللہ	ایران	۱۲۷۰ھ۔ مامور من اللہ
(۵) مُلّا محمد بار فروشی	ایران	۱۲۷۲ھ۔ مامور من اللہ
(۶) مومن شاہ بخاری	ایران	۱۲۸۰ھ۔ من مظہر اللہ
(۷) مرزا غلام احمد قادیانی نے مامور من اللہ، مظہر خدا، مظہر انبیاء، مظہر حضرت علیؓ، حضرت امام حسنؓ، حضرت امام حسینؓ اور یہاں تک کہ کرشن کا اوتار وغیرہ ۱۷ دعوے چودھوی صدی میں یکے بعد دیگرے کر دیئے۔		
(۸) منشی ظہیر الدین اروپی	گوجرانوالہ	۱۹۰۶ء۔ مظہر یوسف
(۹) نبی بخش قادیانی	معراج کے	۱۹۱۱ء۔ مامور من اللہ
(۱۰) صدیق دیندار	حیدر آباد	۱۹۱۰ء۔ چن بشویشور

(بحوالہ ماہنامہ ''الرشید''، نومبر ۱۹۹۴ء، صفحہ ۵۸ تا ۶۲)

چھوڑ دو تم......

شیخ راحیل احمد۔ جرمنی

مذہب اسلام میں احکامات اوران کی تشریح کے لیے قرآن کریم کے بعد کتب احادیث کی اہمیت سے مسلمان تو کیا کافروں کو بھی انکار نہیں۔ اوراس دور کے خودساختہ نبی مرزا غلام اے قادیانی نے بھی ایک مرتبہ کہا کہ '' کیوں چھوڑتے ہو لوگو نبی کی حدیث کو۔ جو چھوڑتا ہے چھوڑ دو تم اس خبیث کو۔'' مجھے ان کی یہ بات اچھی لگی، اسی لیے میں مجبور ہوں کہ اس بات میں ان کی تائید کروں۔ مرزا صاحب نے ختم نبوت پر جو ڈاکہ ڈالا، عقائد کو اپنے حملوں کا نشانہ بنایا اوراپنے آپ کو نبی قرار دے لیا، اس کے جواز ڈھونڈنے میں مرزا صاحب نے نہ صرف پہلی مذہبی کتب پر بلکہ قرآن کریم پر بھی دست درازیاں کیں، تحریف کی، جھوٹ باندھے اورمن مانے تراجم کئے، اسی طرح اپنی خانہ ساز نبوت کو بجق ثابت کرنے کے لیے مرزا صاحب نے (کم سے کم الفاظ میں بیان کیا جائے تو انتہائی بے شرمی کے ساتھ) احادیث پر، اس کے بیان کرنے والوں پر بھی اپنی چیرہ دستیوں کا ہاتھ دراز کیا، چاہا تو کسی امام کے قول کو حدیث قرار دے دیا، چاہا تو ایک بار حدیث کو بے سند قرار دے کر، پیسہ اکٹھے کرنے کے لیے پھر اُسی کو پیش گوئی قرار دے دیا۔ اور جس حدیث کو انھوں نے چاہا رد کیا چاہے وہ ثقہ ترین احادیث میں سے ہو، اور جس حدیث کو چاہا، بطور دلیل کے پیش کر دیا چاہے وہ کتنی ضعیف ہی کیوں نہ ہو اوراس حدیث کے ضعیف ہونے کے کتنے ہی زبردست شواہد ہوں۔

جیسا کہ فرماتے ہیں: ''تائیدی طور پر ہم وہ حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں، جو قرآن شریف کے مطابق ہیں اور میری وحی کے معارض نہیں۔ اور دوسری حدیثوں کو ہم ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں۔'' (اعجاز احمدی/ رخ، ج۱۹/ص۱۴۰) یہ تو اقرار کررہے ہیں لیکن بات صرف یہاں تک ہی نہیں رہتی بلکہ کئی احادیث کے من مانے ترجمے کئے اور جو باتیں احادیث میں نہیں تھیں وہ بھی احادیث سے منسوب کر دیں، اور کئی احادیث کے مطالب کو اپنی من مانی تاویلات کے بنے ہوئے جال میں دھکیل دیا۔ بعض حدیثوں کو بیان کرتے ہوئے دانستہ بہت سی باتوں کو چھوڑ گئے اور کچھ کو اس طرح بیان کیا کہ ایک دو سطر حدیث بیان کی اوراس کے ساتھ اپنا تبصرہ اس طرح گڈ مڈ کیا کہ اس طرح ان کو اپنے من مانے معنی پہنا دئے اوران کو پیش کر دیا اور باقی کی حدیث کو گول کر گئے۔ غرضیکہ جو بھی ایک جھوٹا مدعی نبوت قران، حدیث اورسنت کے ساتھ کر سکتا ہے نہ صرف مرزا صاحب نے بے دریغ کیا بلکہ آج تک کے آئمہ تلبیس میں وہ اس باب میں بھی ان تمام جھوٹے نبیوں کے سر خیل ثابت ہوئے بلکہ خاتم الآئمہ تلبیس ہوئے۔ مرزا صاحب کی احادیث پر چیرہ دستیاں تو بہت ہیں مگر خاکسار صرف چند

ایک مثالوں پر ہی قناعت کریگا، کیونکہ مقصد اس بات کی طرف توجہ دلانا ہے کہ جب انسان اپنی ذات کو جھوٹے نبی کی ذات میں ڈھال لیتا ہے تو کہاں تک جھوٹ کی نجاست میں منہ مارتا ہے، اور جھوٹ کے طومار خشک پتوں کے ڈھیروں کی طرح کئی کئی ڈھیر لگا دیتا ہے، لیکن سچائی کہ ایک جھونکے سے ہی یہ ڈھیر اڑنے لگتے ہیں اور جھوٹ کی لاش کو ننگا کر دیتے ہیں۔ اس طرح حقیقت جاننے والوں کا سچائی پر یقین اور پختہ ہوتا ہے۔ لیکن اگر مرزا جی کی ہر ایک چیرہ دستی کا تفصیلی جائزہ لیا جائے تو میرے خیال میں کئی ایک ضخیم کتابیں بھی نا کافی ہوں گی، اس لیے اس آرٹیکل کو دیگ میں سے چاول کے ایک دانے کے طور پر ہی قبول کریں۔

احادیث کے بارے میں مرزا صاحب کی مختلف آراء:

شروع شروع میں جب مرزا صاحب اپنی مذہبی کمپنی کی مشہوری کر رہے تھے، تاکہ نبوت کے آئندہ منصوبوں کی راہ ہموار ہو جائے، کیونکہ اس وقت مرزا صاحب کو بعض ناموراہلحدیث علماء کا تعاون بھی حاصل ہونے کی امید تھی۔ اس وقت مرزا صاحب کا اسلام کے مطابق تسلیم شدہ اصول:

☆ ''حدیثوں کا وہ دوسرا حصہ جو تعامل کے سلسلہ میں آ گیا اور کروڑہا مخلوق ابتدا سے اس پر اپنے عملی طریق سے محافظ اور قائم چلی آئی ہے۔ اس کو ظنی اور شکی کیوں کر کہا جائے؟ ایک دنیا کا مسلسل تعامل جو بیٹوں سے باپوں تک، اور باپوں سے دادوں تک، اور دادوں سے پڑدادوں تک بدیہہ طور پر مشہور ہو گیا، اور اپنے اصل مبدا تک اس کے آثار اور انوار نظر آ گئے۔ اس میں تو ایک ذرہ گنجائش نہیں رہ سکتی، اور بغیر اس کے انسان کو کچھ نہیں بن پڑتا کہ ایسے مسلسل عمل درآمد کو اول درجے کے یقینیات میں سے یقین کرے، پھر جبکہ آئمہ حدیث نے اس سلسلہ تعامل کے ساتھ ایک اور سلسلہ قائم کیا اور امور تعاملی کا اسناد، راستگو اور متدین راویوں کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیا تو پھر بھی اس پر جرح کرنا درحقیقت ان لوگوں کا کام ہے، جن کو بصیرت ایمانی اور عقل انسانی کا کچھ بھی حصہ نہیں ملا۔'' (شہادت القرآن/ رخ ج۶/ ص ۳۰۴۔)

☆ اور دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ ''یاد رکھو کہ جو شخص احادیث کو ردی کی طرح پھینک دیتا ہے وہ ہرگز ہرگز مومن نہیں ہو سکتا کیونکہ اسلام کا ایک بہت بڑا حصہ ایسا ہے کہ جو بغیر مدد احادیث ادھورا رہ جاتا ہے، جو کہتا ہے کہ مجھے احادیث کی ضرورت نہیں وہ ہرگز مومن نہیں ہو سکتا۔ اسے ایک دن قرآن کو بھی چھوڑنا پڑے گا'' (ملفوظات، ج۱۰/ ص ۲۶۵)

☆ اس موقف کے بعد مرزا صاحب اور ان کی جماعت اب مسیح اور مہدی والی حدیثوں کی تاویلیں اور جرح، حتیٰ کہ انکار کیوں کرتی ہے؟ کیا اس لیے کہ اس کے بغیر خود ساختہ نبوت کا کوئی راستہ نظر نہ آیا؟ اب مرزا صاحب اپنے مقاصد کی طرف قدم بڑھاتے ہیں۔ اوپر دیئے گئے دونوں حوالوں کو ذہن میں رکھیں اور پھر دیکھیں کہ کتنی فنکاری سے احادیث کو قرآن کریم کا مقابل قرار دیکر احادیث کے وجود کے بارے میں سوال کھڑے کرنے کی کوشش کر رہے ہیں:

☆ مرزا صاحب نے ایک اور آسان نسخہ ڈھونڈا کہ ان کے دعوے چونکہ خروج دجال اور نزول عیسیٰ کی علامات و آثار، نہایت تفصیل کے ساتھ احادیث میں موجود ہیں اور ان کے پاس ان سے بھاگنے کی کوئی صورت نہیں، یا پھر مسلمانوں کی نظر میں منکر حدیث بنیں، اس سے بچنے کے لیے ان کے ذہن نے اس کا پہلا حل تو یہ ڈھونڈا کہ قرآن اور احادیث کے تعلق کو فنکاری کے ساتھ ایک دوسرے کے مقابل لا کر احادیث کی ضرورت اور عدم ضرورت کے سوالات پیدا کیے جائیں، میری اس بات کی تصدیق مرزا صاحب کا یہ ارشاد کر رہا ہے۔

☆ ''کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ان لوگوں کو وصیت تھی کہ میرے بعد بخاری کو ماننا؟ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت تو یہ تھی کہ کتاب اللہ کافی ہے۔ ہم قرآن کے بارے میں پوچھے جائیں گے نہ کہ زید اور بکر کے جمع کردہ سرمایہ کے بارے میں یہ سوال ہم سے نہ ہوگا کہ تم صحاح ستہ وغیرہ پر ایمان کیوں نہ لائے۔ پوچھا تو یہ جائے گا کہ قرآن پر ایمان کیوں نہ لائے۔

☆ بحث کے قواعد ہمیشہ یاد رکھو۔ اول قواعد مرتب ہوں، پھر سوال مرتب ہوں، کتاب اللہ کو مقدم رکھا جائے۔ احادیث ان کے (کن کے؟۔ ناقل) اقرار کے بموجب خود ظنیات ہیں۔ یعنی صدق اور کذب کا ان میں احتمال ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ ممکن ہے سچ ہو، اور ممکن ہے کہ جھوٹ ہو۔

☆ لیکن قرآن شریف ایسے احتمالات سے پاک ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی قرآن شریف تک ہی ہے۔ پھر آپ فوت ہو گئے۔ اگر یہ احادیث صحیح ہوتیں اور مدار ان پر ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرما جاتے کہ میں نے حدیث جمع نہیں کیں۔ فلاں فلاں آوے گا تو جمع کرے گا تم اُن کو ماننا'' (ملفوظات، ج ۴/ص ۱۵۱) چونکہ مرزا صاحب کو یقین تھا کہ یہ عذر کافی نہیں ہوگا دوسرا طریقہ یہ اختیار کیا کہ

احادیث کے متعلق ذہنوں میں شکوک:

احادیث کے ایک بہت بڑے حصہ کے متعلق شکوک ذہنوں میں ڈالنا شروع کر رہے ہیں:

☆ اس کے بعد مرزا صاحب نے ایک اور آسان نسخہ ڈھونڈا کہ صحیح بخاری کی ایک حدیث کو بیان کر کے اس پر اپنا یہ نوٹ لگایا، ''<u>بخاری جو فن حدیث میں ایک ناقد بصیر ہے ان تمام روایات کو معتبر نہیں سمجھتا۔ یہ خیال ہرگز نہیں ہو سکتا کہ بخاری جیسے جدوجہد کرنے والے کو وہ تمام روایات رطب و یابس پہنچی ہی نہیں، بلکہ صحیح اور قرین قیاس یہی ہے کہ بخاری نے ان کو معتبر نہیں سمجھا، اس نے دیکھا کہ دوسری حدیثیں اپنی ظاہری صورت میں امامکم منکم کی حدیث سے معارض ہیں اور یہ حدیث غایت درجہ کی صحت پر پہنچ گئی ہے اس لیے اس نے ان مخالف المفہوم حدیثوں کو ساقط الاعتبار سمجھ کر اپنی صحیح کو ان سے پُر نہیں کیا</u>'' (ازالہ اوہام/ رخ ص ۱۷۳/ ج ۳) اب اگر مرزا جی کی اس رطب و یابس میں چھپے ہوئے پیغام کو دیکھیں تو کس پُرکاری سے قاری کے ذہن میں یہ بٹھا رہے ہیں کہ صحیح بخاری کے سوا جتنی بھی کتب احادیث ہیں، خواہ صحیح، خواہ سند، سب رطب و یابس ہیں۔ دیکھیں ایک ہی تمہید سے کس فنکاری کے ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہزار ہا احادیث اور ارشادات کو رطب و

یابس قرار دے دیا اور ان اماموںؒ کی سالہا سالوں کی کاوشوں پر پانی پھیر دیا اور نیز وہ جو ہزاروں شرعی مسائل ان حدیثوں سے نکلتے ہیں ان کو بھی مشکوک کر دیا۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ امام بخاریؒ ہی صرف حامل علم نبوی تھے تو یہ بھی غلط ہوگا۔ دیباچہ بخاری شریف صفحہ ۸۰ پر امام بخاریؒ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا مجھے ایک لاکھ صحیح حدیثیں یاد ہیں اور دو لاکھ غیر صحیح، اب صرف دو ہزار احادیث صحیح بخاری درج ہیں صرف ان پر کیسے انحصار کر سکتے ہیں جبکہ خود امام بخاریؒ کا بیان ایک لاکھ صحیح حدیثوں کا ہے اور اس کی ایک بڑی واضح مثال کہ حجۃ الوداع کا قصہ اور مسلم کی حدیث جو جابرؓ سے مروی ہے بخاری میں نہیں ہے، حالانکہ سارا عالم اسلام اسکو صحیح سمجھتا ہے اور مرزا جی نے بھی اس کی صحت سے عدم اتفاق نہیں کیا اور صرف اسی آخری نصیحت سے ہی علماء نے تقریباً ڈیڑھ سو سے زیادہ مسائل نکالے ہیں۔ اب مرزا جی تو نہیں رہے، ان کے سلسلے کے علماء ہی بتائیں گے کہ امام بخاری نے اس حدیث کو کیوں نہیں لیا اور ان کے نہ لکھنے کی وجہ سے کیا یہ بھی رطب و یابس ہے؟ خود ہی دیکھ لیجئے کہ کتنا غلط اصول پیش کیا مرزا جی نے۔ اور مزے کی بات یہ ہے کہ مرزا جی نے کئی وضعی حدیثیں، بڑی ڈھٹائی سے صحیح بخاری سے منسوب کر دیں، حالانکہ ان کا کوئی وجود نہیں، ویسے بھی کئی حدیثیں مرزا صاحب نے اپنے ذہنی کارخانے میں گھڑی ہیں۔ اب مرزا صاحب لوگوں کے منہ تو نہیں پکڑ سکتے تھے، پر کاری کی انتہا دیکھئے کہ کس طرح احادیث کو چھانٹنے کا جواز پیش کرتے ہیں:

☆ مرزا صاحب نے حدیثوں میں بیان کردہ تفصیلات سے اختلاف کرتے ہوئے اپنے دعووں کے ثبوت میں کچھ حدیثوں کو لے لیا اور کچھ کو جزوی طور پر قبول کیا اور باقی احادیث سے مکمل اغماض و بے تعلقی دکھائی، اس اغماز کا جواز کیا دیتے ہیں۔ ''تمام احادیث صحیح نہیں بلکہ بعض تلفیق پر مبنی ہیں اور ان میں اختلاف بہت ہے اور اُمت میں افتراق کا باعث احادیث ہوئی ہیں۔ اِنھی کی وجہ سے شافعی، حنبلی، مالکی، حنفی اور شیعہ فرقے بنے ہیں اور مولف امت سے اختلاف کو مٹانے اور قرآن مجید کو قبلہ (کون سے قادیان میں نازل ہونے والے یا مکہ مدینہ میں نازل ہونے والے قرآن کو؟۔ ناقل) بنانے کے لیے مبعوث ہوا ہوں۔'' (آئینہ کمالات اسلام/ رخ ج ۵/ ص ۴۲، انڈیکس) اس جگہ موقع نہیں ورنہ سوال اٹھاتا کہ آپ نے کون سا اتفاق پیدا کیا اور کتنا اختلاف؟ اور دوسری جگہ لکھتے ہیں ''جس حالت میں میں بار بار کہتا ہوں کہ خدا نے مجھے مسیح موعود مقرر کر کے بھیجا ہے اور مجھے بتلا دیا ہے کہ فلاں حدیث سچی ہے اور فلاں جھوٹی ہے اور قرآن کے صحیح معنوں سے مجھے اطلاع بخشی ہے۔'' (اربعین ۴/ رخ، ج ۱۷/ ص ۴۵۴) لیکن مزے کی بات یہ ہے کہ ایسی کوئی فہرست نہیں چھوڑی جس سے ہم جیسوں کو پتہ چل سکے کہ خدا نے ان کو کیا بتایا، اور نہ ہی کوئی ایسا ثقہ اصول چھوڑا جس کو اختیار کر کے ایک عام آدمی نہ سہی ایک عالم ہی کو پتہ چل جاتا کہ مرزا جی نے آخر کون سا اصول خدا سے پایا، جس کو وہ بھی اختیار کر کے صحیح احادیث پیش کر سکے اور غیر صحیح حدیث کے بیان کرنے سے بچ کر لوگوں کے اور اپنے ایمان کو بچاوے۔ اور نہ ہی قرآن کا کوئی صحیح معنوں والا ترجمہ، جس پر خدا نے انکو اطلاع بخشی ہے، اپنے پیچھے چھوڑا ہے۔ شاید قادیانی

جماعت کے بزرجمہر کچھ بتا سکیں؟ مرزا صاحب اسی پر بس نہیں کرتے بلکہ ان کی راوی حدیث پر اعتبار متزلزل کرنے کی کوشش بھی ملاحظہ کیجیے:

☆ پھر احادیث پر لوگوں کا اعتبار ڈھل مل کرنے میں مرزا جی نے، اس ہستی، اس صحابیؓ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر، جس کے توسط سے سب سے زیادہ احادیث امت تک پہنچی ہیں۔ ایسے خیالات کا اور گھٹیا زبان کا استعمال کیا ہے کہ کوئی صحیح مسلمان ایسی بات کا سوچ بھی نہیں سکتا، اور اس طرح مرزا جی نے ایسی کم ظرفی کا مظاہرہ کر کے گناہ بھی کمایا ہے اور مسلمانوں کا دل بھی دکھایا ہے،، اور اسلام، احادیث کے دشمنوں کو خوش بھی کیا ہے۔ مرزا صاحب لکھتے کیا ہیں بلکہ یہ کہنا صحیح ہوگا کہ مرزا صاحب کا قلم ان کے دل کا بغض اُگلتا ہے اور ایک بار نہیں کئی بار اور کئی جگہ؟ (۱) ''ابو ہریرہؓ غبی تھا، درایت اچھی نہیں رکھتا تھا۔'' (اعجاز احمدی/ رخ ص ۱۲۷/ ج ۱۹) (۲) ''ابو ہریرہؓ فہم قران میں ناقص ہے۔ اس کی درایت پر محدثین کو اعتراض ہے۔'' (ضمیمہ نصرۃ الحق/ رخ ص ۴۱۰/ ج ۲۱) (۳) ''درایت او رفہم سے بہت ہی کم حصہ رکھتا تھا'' ضمیمہ نزول المسیح / رخ، ج ۱۹/ ص ۱۲۷۔ اور یہ لکھتے ہوئے نہ تو کبھی مرزا کا قلم کانپا اور نہ ہی یہ حدیث سامنے آئی کہ، ''جس نے مجھ پر اور میرے صحابہ پر تنقید کی وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں سمجھے''۔ لیکن مرزا صاحب کو کون سا جہنم کا ڈر تھا انکے باقی کونسے کام جنت میں جانے والے ہیں یا شرافت اور انسانیت کے معیاروں پر پورا اتر رہے ہیں؟ جب دیکھا کہ ابھی بھی کام نہیں بنا تو حدیث پیش کرنے کا ٹنٹا ہی ختم کرتے ہیں:۔

☆ لیکن اتنا کچھ کرنے کے باوجود بھی لوگوں کا عترض باقی رہتا ہے تو فیصلہ کرتے ہیں کہ حدیث پیش کرنے یا نہ کرنے کا ٹنٹا ہی اُڑا دو اور اپنے کو حدیث پیش کرنے یا نہ کرنے سے آزاد کرتے ہوئے فرماتے ہیں، ''تائیدی طور پر ہم وہ حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں، جو قرآن شریف کے مطابق ہیں اور میری وحی کے معارض نہیں۔ اور دوسری حدیثوں کو ہم ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں۔'' (اعجاز احمدی/ رخ، ج ۱۹/ ص ۱۴۰) اب آپ دیکھیں کہ اس تحریر کا کیا مطلب نکلتا ہے، اول اگر ایک حدیث قرآن کے مطابق بھی ہے لیکن مرزا صاحب کی وحی کے مطابق نہیں تو وہ بھی ردی کا کاغذ ہے، یعنی بالواسطہ طور پر مرزا نے اپنی وحی یا الہام کو قرآن سے بھی برتر قرار دے لیا۔ دوسرے عالم اسلام کے چودہ سو سالہ علمی ذخیرہ کو اپنے قلم کی ایک جنبش سے کالعدم قرار دے دیا، حالانکہ صرف اور صرف احادیث سے ہی کسی مہدی یا مسیح کے آنے کی خبر ملتی ہے اور اسی علمی ذخیرہ کو رد کر دیا جس سے مرزا صاحب کو اپنے دعوے کی بنیاد ملی۔ مسلمانوں کو اپنی طرف راغب کرنے کے لیے مواد ملا (جس کو مرزا صاحب نے مرضی کے مطابق توڑا مروڑا)۔ ''جس تھالی میں کھائے، اسی میں چھید کرے'' کے مصداق مرزا غلام اے قادیانی صاحب جیسے، ''صاحب لوگ'' ہی ہوتے ہیں۔ اور جیسا کہ آپ شروع میں مرزا صاحب کا حوالہ دیکھ آئے ہیں کہ جو شخص احادیث کو ردی کی ٹوکری میں پھینکتا ہے وہ ہرگز ہرگز مومن نہیں ہوسکتا، اور یہاں یہ خود مان رہے ہیں کہ احادیث کو ردی کی ٹوکری میں پھینک دیتے ہیں تو پھر اپنے بقول مرزا صاحب ہرگز ہرگز

مومن بھی نہیں، کجا مجدد، مامور، مسیح یا نبی وغیرہ وغیرہ۔

مال اکٹھا کرنے:۔کے لیے بے سند (بقول مرزا صاحب) حدیث بھی کام آتی ہے:

☆ لیکن جب ہر نام پر، ہر خواہش پر مال اکٹھا کرنے کی باری آتی ہے اسوقت جو احادیث مرزا صاحب نے ''بے سند''۔''بے بنیاد''۔''ضعیف'' اور امام بخاریؒ کی رَد کی ہوئی ہے، وہ حدیث کس طرح موم کی ناک کی طرح موڑ کر ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء''۔''رسول اللہ کی پیشگوئی''۔''جس کی ضرورت حدیث میں تسلیم شدہ''۔''جس کی وجہ سے مسیح موعود کی مسجد اقصیٰ حدیث والی مسجد اقصیٰ'' قرار پاتی ہے۔

☆ پہلے اس حدیث پر جرح کرتے ہیں اور اسکو غلط ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں ذرا آپ بھی پڑھیے ''ثابت نہیں ہوتا کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں دمشق میں کوئی منارہ تھا، اس سے پایا گیا کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر کوئی منارہ بنا تو وہ سند نہیں ہے''، اسی طرح آنخضرت کے وقت میں سن ہجری نہ تھا، یہ سن خلافت دوم میں بنا ہے تو اس حدیث سے سن ہجری کی صدی کیونکر مراد لی جا سکتی ہے اور آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سن ''فیل'' مروج تھا اور اس سن کا سن ہجری سے ۵۳ سال کا فرق ہے، لہٰذا یہ حدیث سند نہیں ہے'' (اصل فارسی اور عربی میں ہے) (آئینہ کمالات اسلام/ رخ، ج۵/ص۴۷۲) لیکن مزید اس حدیث پر دوسری جگہ لکھتے ہیں'' ناگہاں مسیح ابن مریم ظاہر ہو جائیگا اور وہ ایک منارہ سفید کے پاس دمشق کے شرقی طرف اترے گا مگر ابن ماجہ کا قول ہے کہ بیت المقدس میں اترے گا اور بعض کہتے ہیں کہ نہ بیت المقدس اور نہ دمشق بلکہ مسلمانوں کے لشکر میں اترے گا جہاں حضرت مہدی ہوں گے......(دیکھئے کہ اس حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ۔ناقل)'' یہ وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں امام صاحب نے لکھی ہے جس کو ضعیف سمجھ کر رئیس المحدثین امام محمد اسماعیل بخاری نے چھوڑ دیا۔'' (ازالہ اوہام/ رخ، ج۳/ص۲۱۰)

دیکھیں مرزا غلام اے قادیانی (اپنے بقول) بطور حکم، مجدد، محدث اور مسیح وغیرہ وغیرہ اس حدیث کو غلط ثابت کر چکے ہیں۔لیکن اب دیکھئے ایک وقت میں جس حدیث کو بے سند اور ضعیف قرار دیتے ہیں، مال کمانے کے لیے اس کا حوالہ دے کر لوگوں سے کیسے پیسے اکٹھے کیے جا رہے ہیں؟ شوکت اسلام کے نام چندہ کی اپیل (ذاتی جائداد اور رسوخ کو وسیع کرنے کے لیے) کے نام پر کشکول پھیلاتے ہوئے اشتہار شائع کرتے ہیں اور اس میں لکھتے ہیں، (اشتہار کے چیدہ چیدہ حصے اس طرح پیش کیے ہیں کہ مفہوم میں کوئی فرق نہ پڑے، اگر کسی کو اعتراض ہو تو مکمل اشتہار پڑھکر دیکھ لے)

☆ ''قادیان کی مسجد جو میرے والد صاحب مرحوم نے مختصر طور پر دو بازاروں کے وسط میں ایک اونچی زمین پر بنائی تھی۔اب شوکت اسلام کے لیے بہت وسیع کی گئی۔اب اس مسجد کی تکمیل کے لیے ایک اور تجویز قرار پائی ہے اور وہ یہ ہے کہ مسجد کی شرقی طرف جیسا کہ حدیث رسول اللہ کا منشاء ہے ایک نہایت اونچا منارہ بنایا جائے اور وہ منارہ تین کاموں کے لیے مخصوص ہو۔[۱] اول یہ کہ تا موذن اس پر چڑھ کر پنجوقتہ بانگ نماز دیا کرے۔[۲] دوسرا مطلب اس منارہ سے یہ ہوگا کہ اس منارہ کی دیوار کے کسی بہت اونچے حصے پر ایک بڑا

لالٹین نصب کر دیا جائیگا۔[۳] تیسرا مطلب اس منارہ سے یہ ہوگا کہ اس بینارہ کی دیوار کے کسی اونچے حصہ پر ایک بڑا گھنٹہ جو چار سو یا پانچ سو کی قیمت کا ہوگا نصب کر دیا جائیگا۔اب تیسری وجہ کی مزید تشریح میں اور باتوں کے علاوہ یہ دلچسپ تشریح بھی لکھتے ہیں'' تیسرے وہ گھنٹہ جو اس منارہ دیوار میں نصب کیا جائیگا اس میں یہ حقیقت مخفی ہے......سو آج سے دین کے لیے لڑنا حرام کیا گیا ہے......غرض یہ گھنٹہ جو وقت شناسی کے لیے لگایا جائیگا مسیح کے وقت کی یاددہانی ہے۔

☆ اور خود اس منارہ کے اندر ہی ایک حقیقت مخفی ہے اور وہ یہ کہ حدیث نبویہ میں متواتر آ چکا ہے کہ مسیح آنے والا صاحب المنارہ ہوگا (واہ مرزا صاحب، آپ کے دجل اور تحریف کے کیا کہنے، کہیں یہ نہیں لکھا کہ صاحب المنارہ ہوگا بلکہ یہ لکھا ہے کہ سفید بینارہ پر نازل ہوگا اور ہر سمجھ دار کم از کم بینارہ پر اترنے یا صاحب المنارہ ہونے میں جو تضاد ہے سمجھ سکتا ہے اور میں چیلنج کرتا ہوں کہ قادیانی جماعت کو کہ وہ کسی ایک کمزور حدیث کو ہی پیش کر دیں جس میں مسیح کے لیے ''صاحب المنارہ'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہو، جو وہ کبھی بھی نہیں پیش کر سکتے، انشاء اللہ۔ناقل)۔ یعنی اس کے زمانہ میں سچائی بلندی کی انتہا تک پہنچ جائے گی......(احمدیو! کیا واقعی سچائی بلندی کی انتہا تک پہنچ گئی ہے؟ دنیا کی بات بھی نہیں کہتا بلکہ اپنی جماعت کی اندرونی حالت پر ہی جواب دے دو؟۔ناقل)......اور قدیم سے مسیح موعود کا قدم اس بلند بینار پر قرار دیا گیا ہے جس سے بڑھکر اور کوئی عمارت اونچی نہیں......ایسا ہی مسیح موعود کی مسجد اقصیٰ بھی مسجد اقصیٰ ہے (اس زمانہ میں یورپ اور امریکہ ہی نہیں ہندوستان میں ہی کئی بینار مرزا جی کے مجوزہ بینار سے اونچے تھے۔ اور روحانی طور پر مکہ معظّمہ، مدینہ منورہ، مسجد اقصیٰ کے بینار اونچے تھے، ہیں اور تا قیامت رہیں گے۔لیکن مرزا جی ایسی ہی دور کی کوڑیاں لایا کرتے تھے۔ناقل)۔

☆ ایک روایت میں خدا کے پاک نبی نے یہ پیشگوئی کی تھی کہ مسیح موعود کا نزول مسجد اقصیٰ کے شرقی منارہ کے قریب ہوگا۔(حاشیہ میں اس کی تشریح کرتے ہوئے ہمارا گاؤں قادیان اور یہ مسجد دمشق کے شرقی جانب ہے اور چونکہ حدیث میں اس بات کی تصریح نہیں کہ وہ دمشق سے ملحق ہوگا بلکہ دمشق سے شرقی طرف واقع ہوگا، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ منارہ یہی مسجد اقصیٰ کا منارہ ہے، (جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی۔ناقل)......مسیح کا نزول منارہ کے پاس ہوگا۔دمشق کا ذکر اس حدیث میں جو مسلم نے بیان کی ہے......کہ مسیح کا منارہ جس کے قریب اسکا نزول ہوگا دمشق سے شرقی طرف ہے اور یہ بات صحیح بھی ہے......

☆ اور یہ منارہ وہ منارہ ہے جس کی ضرورت حدیث نبویہ میں تسلیم کی گئی۔اور اس منارہ کا خرچ دس ہزار سے کم نہیں۔اب جو دوست اس منارہ کی تعمیر کے لیے مدد کریں گے میں یقیناً سمجھتا ہوں کہ وہ ایک بھاری خدمت انجام دیں گے (اس میں کیا شق ہے کہ اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ کاٹ کر پہلے تمہارے اور اب تمہاری اولاد کے شاہی اللے تللے پورے کرنا واقعی بھاری خدمت ہے۔ناقل)'' (اشتہار نمبر ۲۲۱ (مورخہ ۲۸ مئی ۱۹۰۰ء)، مجموع اشتہارات/ ج ۳،ص ۲۸۲ تا ۲۹۷)

اس کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی اپنے دوسرے اشتہار نمبر ۲۲۳، مندرجہ صفحہ نمبر ۳۱۴ تا ۳۲۴، مجموعہ اشتہارات، ج ۳، میں بڑے جذباتی انداز اور مریدوں کے اخلاق اور جذبہ قربانی کو بلیک میل کرتے ہوئے، ان کے مال کے طلبگار ہوتے ہیں اور تاکید کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ، ''سو واضح ہو کہ ہمارے سید و مولا خیر الاصفیاء خاتم الانبیاء سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشگوئی ہے کہ مسیح موعود جو خدا کی طرف سے اسلام کے ضعف اور عیسائیت کے غلبہ کے وقت میں نازل ہوگا اس کا نزول ایک سفید منارہ کے قریب ہوگا جو دمشق سے شرقی طرف واقع ہے۔'' (ایضاً ص ۳۱۵)

اب آپ:۔ اوپر دئے ہوئے حوالہ جات کا جائزہ لیں تو مندرجہ ذیل باتیں سامنے آتی ہیں۔

☆ پہلے دو حوالہ جات (آئینہ کمالات اسلام اور ازالہ اوہام) میں مرزا صاحب نے ان روایات کو بطور ملہم، مجدد، مسیح موعود، جس کو خدا ایک لمحہ بھی غلطی پر نہیں رہنے دیتا، اور کوئی لفظ خدا کی منشاء کے بغیر نہیں بولتا، ان احادیث کو جن میں مسیح علیہ السلام کا سفید مینارہ پر نازل ہونیکا ذکر ہے بے سند اور ضعیف قرار دیا ہے۔

☆ پھر ان تمام احادیث یا انکے وہ حصے جو مرزا صاحب نے حوالہ کے طور پر دئے ہیں ان میں بھی واضح طور پر لکھا ہے کہ سفید مینارہ پر نازل ہوگا، یہ نہیں سفید منارہ کے قریب اور یہ بھی نہیں کہ وہ آکر سفید مینارہ لوگوں کی جیب کاٹ کر بنائے گا۔

☆ جب بے نماز باپ کی بنائی ہوئی مسجد پر مینارہ بنانے کے لیے مرزا صاحب کو پیسے اکٹھے کرنیکا خیال آیا تو انہی احادیث کو جنکو الہامی حیثیت میں غلط یا بے سند اور ضعیف قرار دے چکے تھے یک جنبش قلم نہ صرف صحیح (بغیر اس تشریح کے کہ کب سے باسند ہوگئی ہے؟) قرار دے دیا بلکہ پاک پیشگوئی قرار دیکر اسکا مصداق اپنی مسجد کو بنالیا اور پھر ایک بار نہیں کئی بار، واہ مرزا جی واہ کیا کہنے، ویسے میرے خیال میں ایسی ہی صورت حال میں کسی شاعر نے آپ جیسے مہربان کے لیے خوب کہا ہے ''چت لیٹیں تو اوڑھنی، پٹ لیٹیں تو بچھونا''

☆ مرزا صاحب کا حوالہ جیسا کہ پہلے دے چکے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کوئی سفید مینار نہیں تھا، تو جب آپ نے دعویٰ کیا تو سفید مینار کے اوپر اترنے کی بات چھوڑیں، قریب نازل ہونے کے لیے بھی دمشق کے مشرق میں قادیان میں کوئی مینار نہ تھا، اب یہ کہاں لکھا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نزول کے بعد سفید مینارہ بنائیں گے۔ اور مرزا صاحب نے اس کے علاوہ بھی جو تاویلیں کی ہیں، ان کے کیا کہنے۔

☆ پڑھنے والے صرف یہی کہہ سکتے ہیں کہ، اے نبی تاویلات، تو دجل میں، کم از کم اپنے وقت میں سب سے اونچے مینارہ دجل پر کھڑا تھا۔ اور پھر خدا نے جیسے شداد کو اس کی اپنی ہی بنائی ہوئی جنت میں داخل نہیں ہونے دیا اسی طرح مرزا صاحب بھی اس مینارہ پر چڑھنے اور اسکو مکمل دیکھنے کی حسرت ہی دل میں لیے اس دنیا سے چلے گئے اور خدا تعالیٰ کی مرضی، کہ یہ مینارہ مرزا صاحب کی زندگی میں پورا نہ ہوا اس طرح خدا نے بتا دیا کہ وہ جھوٹے مدعیان نبوت کے وہ منصوبے جو وہ پاک نبیوں اور اللہ کی گواہی کے طور پر بناتے ہیں کبھی پورے نہیں ہوتے اور مرزا صاحب اپنی کئی دوسری پیشگوئیوں کی طرح اس مینار کو بھی مکمل دیکھنے کی حسرت لیے رخصت ہوئے۔ مجدد

یت کے ثبوت میں جماعت احمدیہ اکثر ایک حدیث پیش کرتی ہے:

☆ '' **ان اللّٰہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجددلھا دینھ** ۔(مشکوٰۃ کتاب العلم)
ترجمہ: یعنی ہرصدی کے سر پر مجدد آئے گا۔''

☆ اب آپ دیکھیں کہ یہ حدیث پہلی بات یہ کے ابوداؤ د، کتاب الملاہم جلد دوم، ص ۳۲۔ کے مطابق یہ روایت موقوف ہے لہٰذا حجت نہیں'' اور'' کتاب تہذیب التہذیب میں لکھا ہے کہ اس حدیث کے راویوں میں ایک راوی ابنِ وہب جو مدلس ہے، لہٰذا قابل اعتبار نہیں''۔ان روائتوں کو مرزا صاحب اس نظر انداز کرتے ہیں جیسے کہ انکا وجود ہی نہیں، حالانکہ دیانتداری کا تقاضہ تھا کہ جب ایک روایت پیش کی ہے تو اسکے بارے میں دوسری کتب احادیث میں جو درج ہے وہ بھی پیش کرنا چاہئے تھا اور قاری کو فیصلہ کرنے دینا تھا کہ وہ اس دلیل کو مرزا صاحب کے موقف کے مطابق تسلیم کرے یا نہ کرے، کیونکہ مرزا صاحب بقول انکے کوئی عام مصنف نہیں بلکہ سلطان القلم اور مجددیت اور ماموریت کا دعویٰ کر رہے تھے۔جس شخص کا اتنا بڑا دعویٰ ہو اس کی تحریر بھی انتہائی شفاف ہونی چاہیے۔

☆ اس کے علاوہ جو اہم بات ہے، وہ یہ کہ یہ حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے اور حضرت ابو ہریرہؓ (نعوذ باللہ) بقول مرزا صاحب کے غبی ہیں اور جو غبی ہو اس کی بات سند نہیں ہوتی، کیونکہ اس کی بات میں غلطی کا بہت زیادہ احتمال ہوتا ہے اور مرزا صاحب کا دعویٰ مجددیت، نبوت وغیرہ وغیرہ کا تھا۔اور جس کو مرزا صاحب غبی اور عقل و فہم سے عاری قرار دیتے ہیں اس کی بیان کی ہوئی بات کو اپنی مجددیت کا ثبوت بنانا مرزا صاحب کا ہی حوصلہ ہے، واہ مرزا جی ......مگر تم کو نہیں آئی۔لیکن مرزا صاحب کا کام تھا کہ میٹھا ہپ ہپ، کڑوا تھو تھو، یعنی جو چیز مرزا صاحب کی ضرورت کے مطابق ہو وہ صحیح ہے اور جو مرزا صاحب کی ضرورت سے مطابقت نہیں رکھتی چاہے وہ کتنی ہی باعتبار کیوں نہ ہو مرزا صاحب کے نزدیک ردی کی ٹکری میں پھینکے جانے کے لائق ہے۔لیکن بات صرف یہیں تک نہیں بلکہ وضعی حدیث:۔جب اور جہاں دل چاہا، حدیث وضع کر لی۔

☆ مرزا صاحب کرشن کو نبی ثابت کرنے کے لیے ایک اپنے وضع کردہ خیال کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے منسوب کر کے یہ حدیث کے طور پر پیش کیا،'' **کان فی الھند نبیاً اسود اللون اسمہ کاھنا**۔ترجمہ: ہند میں ایک نبی گزرا ہے جو سیاہ رنگ کا تھا، اس کا نام کاھنا تھا یعنی کنہیا جس کو کرشن کہتے ہیں''۔ضمیمہ چشمہ معرفت/ رخ، ج ۲۳/ص ۳۸۲۔کوئی احمدی کہلانے والا بتا سکتا ہے کہ حدیث کی کونسی کتاب میں یہ حدیث ہے؟

☆ ایک اور جگہ مرزا صاحب نے لکھا،'' اگر حدیث کے بیان پر اعتبار ہے تو پہلے ان حدیثوں پر عمل کرنا چاہئے جو صحت اور وثوق میں اس حدیث پر کئی درجہ بڑھی ہوئی ہیں، مثلاً صحیح بخاری کی وہ حدیثیں جن میں آخری زمانہ میں بعض خلیفوں کی نسبت خبر دی گئی ہے۔خاص کر وہ خلیفہ جس کی نسبت بخاری میں لکھا ہے کہ آسمان سے اس کی نسبت آواز آئے گی کہ ھذا خلیفۃ اللہ المھدی۔اب سوچو کہ یہ حدیث کس پایہ اور مرتبہ کی ہے جو ایسی کتاب

میں درج ہے جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے۔'' (شہادۃ القرآن/ رخ، ج۶/ص ۳۳۷) دیکھیں مرزا صاحب بخاری شریف میں دعویٰ کر رہے ہیں لیکن کوئی شخص بخاری شریف میں یہ حدیث نہیں دکھا سکتا، لیکن اصل سوال یہ ہے کہ مرزا صاحب کا ایک دعویٰ مہدی موعود کا بھی ہے۔ اور کون نہیں جانتا کہ مہدی علیہ السلام کی آمد کی خبر صرف احادیث سے ہی ہم کو ملی ہے۔ مرزا صاحب کی جو کتاب بھی جماعت احمدیہ شائع کرتی ہے اسکے مرزا غلام احمد نام کے بعد ''مسیح موعود و مہدی موعود'' کا ٹائٹل لکھا ہوتا ہے۔ اور مہدی کے متعلق احادیث کے بارے میں مرزا غلام اے قادیانی یوں گوہر افشانی کرتے ہیں۔

☆ ''میرا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ میں وہ مہدی ہوں جو مصداق من ولد فاطمۃ و من عترتی وغیرہ ہے، بلکہ میرا دعویٰ تو مسیح موعود ہونے کا ہے...... مہدی موعود کے بارے میں جس قدر حدیثیں ہیں تمام مجروح اور مخدوش ہیں اور ایک بھی ان میں صحیح نہیں۔'' (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم/ رخ، ج۲۱/ص ۳۵۶) یہ کتاب مرزا صاحب کے مرنے سے ایک سال ۱۹۰۷ء میں قبل مکمل ہوئی اور ان کی موت کے بعد شائع ہوئی۔ تعجب ہے کہ تمام احادیث کو مجروح قرار دینے کے باوجود بھی مہدی کا دعویٰ قائم ہے۔ اسی کتاب میں لکھتے ہیں

☆ ''اکابر محدثین کا یہی مذہب ہے کہ مہدی کی حدیثیں سب مجروح اور مخدوش بلکہ اکثر موضوع ہیں۔ اور ایک ذرہ ان کا اعتبار نہیں۔ بعض آئمہ نے ان حدیثوں کے ابطال کے لیے خاص کتابیں لکھی ہیں اور بڑے زور سے انکار کیا ہے۔ اور جبکہ یہ حال ہے کہ خود مہدی کا آنا ہی معرض شک و شبہ میں ہے تو پھر ابدال کا بیعت کرنا کب ایک یقینی امر ہو سکتا ہے۔ جب اصل ہی نہیں تو فروع کب صحیح ٹھہر سکتے ہیں۔'' (ضمیمہ براہین احمدیہ۵/ رخ ج ۲۱/ص ۳۵۷) دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ

☆ ''محققین کے نزدیک مہدی کا آنا کوئی یقینی امر نہیں۔'' (ازالہ اوہام/ رخ ج ۳/ص ۳۴۴۔) اور ان محققین میں امام بخاریؒ اور مسلمؒ کو بھی شامل کرتے ہوئے لکھتے ہیں، ''امام بخاری اور مسلم نے مہدی کا کوئی ذکر نہیں کیا اور امام مہدی کا نام تک نہیں لیا''۔ ازالہ اوہام / رخ ج ۳ / ص ۶۷، انڈیکس

☆ مزے کی بات یہ ہے کہ مرزا صاحب اپنے آپ کو فاطمی ثابت کرنے کے لیے اتنی دور دور کی کوڑیاں لائے ہیں، کبھی دادیاں اور کبھی کم از کم ایک دادی سادات سے بتاتے ہیں، اور کبھی حضرت فاطمہ الزہرہ کے ران پر کشف میں سر رکھتے ہیں، کبھی الہامی طور پر فاطمی النسل ہونے کے دعوے کرتے ہیں اور کبھی سادات کی دامادی کو بھی فاطمی ہونیکا جواز بناتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح بنی فاطمہ سے تعلق ثابت ہو جائے، تاکہ احادیث کے مطابق اپنے آپ کو مہدی قرار دے سکیں، لیکن اپنی بودی کوششوں اور بے پَر کی خوب اُڑانے کے بعد بھی چونکہ اندازہ ہو گیا تھا کہ بات نہیں بنی، اس لیے ایسے کسی سوال کا ٹنٹہ اُڑانے کے لیے اب کیا دلیل پیش کرتے ہیں، لکھتے ہیں کہ'' یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ مسلمانوں کے قدیم فرقوں کو ایک ایسے مہدی کا انتظار ہے جو فاطمہ مادر حسین کی اولاد میں سے ہوگا اور نیز ایسے مسیح کی بھی انتظار ہے جو اس مہدی سے مل کر مخالفان اسلام سے لڑائیاں کرے گا۔

مگر میں نے اس بات پر زور دیا ہے کہ یہ سب خیالات لغو، باطل اور جھوٹ ہیں اور ایسے خیالات کے ماننے والے سخت غلطی پر ہیں۔ ایسے مہدی کا وجود ایک فرضی وجود ہے جو نادانی اور دھوکا سے مسلمانوں کے دلوں پر جما ہوا ہے۔ اور سچ یہ ہے کہ بنی فاطمہ سے کوئی مہدی آنے والا نہیں اور ایسی تمام حدیثیں موضوع اور بے اصل اور بناوٹی ہیں جو غالباً عباسیوں کی سلطنت کے وقت میں بنائی گئی ہیں۔'' (کشف الغطاء/ رخ ج ۱۴/ص ۱۹۷)

☆ اس کے باوجود بھی شرم وحیا کو بالائے طاق رکھتے ہوئے جب اپنی ذات کے لیے یہ دعویٰ خلیفۃ اللہ المہدی الموعود جب مخصوص کر ہی لیا ہے تو ان کے پیروکار بتائیں کہ کیا مرزا صاحب کے لیے آسمان سے آواز آئی، مرزا صاحب کے چوتھے خلیفہ مرزا طاہر نے ایک بار ٹی وی پر کہا تھا کہ یہ حدیث کی پیشگوئی مرزا کا نام ٹی وی پر آنے سے پوری ہوگئی، لیکن وہ یہ کہتے ہوئے بھول گئے کہ اس سے بہت عرصہ قبل اور ان گنت مرتبہ زیادہ تو ٹی وی پر یہ الفاظ آچکے ہیں کہ مرزا کذاب، جھوٹا نبی اور دجال ہے، اگر ٹی وی پر اپنے مریدوں کے ذریعہ نام آنا یا نشر ہونا سچائی کی سند ہے تو پھر زیادہ معتبر سند مخالفین قادیانیت کی ہے۔

مسیح اور مہدی کا واہیات ہونا:

انگریزوں کو خوش اور مطمئن رکھنے کے لیے مسیح اور مہدی کا واہیات ہونا قرار دے رہے ہیں

☆ لکھتے ہیں کہ، ''اس گورنمنٹ دانشمند کو ان واہیات باتوں سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ کوئی مہدی ہو یا مسیح ہو اس سے ان کو کچھ غرض واسطہ نہیں''۔ ایام الصلح / رخ ج ۱۴/ص ۳۱۸۔

☆ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کو واہیات باتیں قرار دیتے ہیں۔ ایسے خیالات ظاہر کرنے کے بعد یہ مرزا صاحب کا ہی حوصلہ ہے کہ وہ ''مسیح موعود'' اور ''مہدی موعود'' کا بھی دعویٰ کر کے منجملہ دوسری واہیاتیوں کے دو (۲) اور واہیاتیوں کا بھی ارتکاب کر گئے ہیں۔

☆ اور مسیح موعود کے طور پر جہاد کو منسوخ کرنے کے بارے میں جو دلیل بالتاویل دیتے ہیں اسکا جواز حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی پیش کرتے ہیں کہ حدیث میں ہے کہ مسیح آکر جہاد کو موقوف کر دے گا اور اس بات کو پُر زور طور پر پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں۔'' کیوں چھوڑتے ہو لوگو تم نبی کی حدیث کو۔ جو چھوڑتا ہے تم چھوڑ دو اس خبیث کو''۔ (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ/ رخ ج ۱۷/ص ۷۸)

☆ احمد یو! سوچو کہ کیا یہ شخص جو ہر لحہ جھوٹ، دجل، تاویل، تحریف کی چھریاں اپنے (بظاہر) مقدس لبادے میں چھپائے پھرتا ہے اور جسکا خدا ہر لحہ اسکے پہلے الہاموں پر تنسیخ کا خط پھیر کر اسکو سو فیصد مخالف الہامات کرتا ہے، کیا تم اس خدا کو ڈھونڈ رہے ہو یا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کو جو اپنے نبی کو ایک بار بیان کی ہوئی بات پر ہمیشہ قائم رہتا ہے، اور رسول کریم کے عمل صالح کو؟

☆ اگر تو مذہبی دکاندار کی پیروی کرنی ہے تو ٹھیک ہے لیکن اگر ایمان، اسلام، شرافت کی پیروی کرنی ہے تو پھر آپکو مرزا کو چھوڑنا ہوگا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن پکڑنا ہوگا۔ ہر چیز اس دنیا میں ممکن ہے مگر مرزا کا دین اور حقیقی

اسلام ایک ہوں یہ ممکن نہیں۔

☆ مرزا صاحب نے اپنی کتاب ست بچن میں لکھا ہے ''کسی عقلمند اور صاف دل انسان کے کلام میں ہرگز تناقض نہیں ہوتا، ہاں اگر کوئی پاگل یا مجنوں یا ایسا ہی منافق ہو کہ خوشامد کے طور پر ہاں میں ہاں ملا دیتا ہو اس کا کلام بیشک متناقض ہو جاتا ہے، صفحہ ۳۰

☆ اور اسی کتاب ست بچن کے صفحہ ۱۳ پر لکھتے ہیں ''ظاہر ہے کہ ایک دل سے دو متناقض باتیں نکل نہیں سکتیں کیوں کہ ایسے طریق سے یا انسان پاگل کہلاتا ہے یا منافق''۔

اس فقیر درِ مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مضمون میں بھی اور اپنے دوسرے مضامین میں بھی آپکے سامنے مرزا صاحب کی الہام کے نام پر متضاد باتیں رکھی ہیں، اب آپ بقول مرزا صاحب کے انکو پاگل سمجھ لیں یا منافق، بہرحال یہ طے ہے کہ مرزا صاحب نبی، مجدد یا ولی تو دور کی بات ہے ایک کھرے انسان بھی نہیں تھے، وہ ایسے بے شرم انسان تھے جس کو کبھی بھی خدا کا نام، (جو اپنی مقدس کتاب قرآن کریم میں کھلے طور پر کہتا ہے کہ میری باتوں میں تضاد نہیں اور میں اپنے وعدے پورے کرتا ہوں) لیکر ایک بات کہہ کر پھر اسی بات کے مخالف بات کو اسی خدا کے نام پر کہتے، اعلان کرتے ہوئے ذرہ بھر بھی جھجک محسوس نہیں ہوئی، بلکہ ڈنکے کی چوٹ پہلی بات کے مخالف بات کر کے دونوں کو الہام قرار دیکر خدا کو متناقض بات کہنے والا بنا کر پیش کرتے ہیں۔ اور جس حدیث کو پہلے غلط اور بے بنیاد کہا اسی کو پیسے بٹورنے کی خاطر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی قرار دے ڈالا اور دنیاوی مال کے حصول کی خاطر ایمان، شرافت، سچائی، قرآن شریف، احادیث، غرضیکہ ہر چیز داؤ پر لگا دی۔ بقول شاعر:

اگر تم چاہتے اسلام کا ہی بول بالا ہو
متاع دین و ایمان کو کبھی نیلام نہ کرتے

اب فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی اپنی ہی تحریروں اور فیصلہ کے مطابق، ایک پاگل یا مجہول اور نبوت کے ناجائز دعویدار کے پیچھے لگتے ہو یا ہادی برحق کے جھنڈے تلے آتے ہو۔ احادیث کو چھوڑ کر اپنے ہی قول کے مطابق ''خبیث'' قرار پانے والے مرزا صاحب کو گلے لگاتے ہو یا چھوڑتے ہو؟

اللہ ہم سب کو راہ ہدایت پر رکھے اور انجام بخیر کرے۔ آمین۔

الغازی مشینری سٹور
ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں
بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501

زبان میری ہے بات اُن کی

ساغر اقبالی

☆ بچوں نے کہا ''الیکشن'' نہ لڑیں، ۸ سال خدمت کی اب کسی اور کو موقع دیں۔ (شوکت عزیز)

اور ہم نے اتنی کمائی کر لی ہے کہ ہماری نسلیں بیٹھ کر کھا سکتی ہیں۔

☆ میں اور صدر پرویز مشرف پرانے دوست ہیں۔ (فیشن ماڈل، ماریہ متین)

بلاتبصرہ!

☆ ہوا سے بجلی بنائی جائے گی۔ (وزیراعظم یوسف رضا)

ہوا میں گرہ لگائی جائے گی۔

☆ ایم کیو ایم، ججوں کی بحالی میں کردار ادا کر کے ۱۲ رمئی کے واقعات کا داغ دھونا چاہتی ہے۔ (عشرت العباد)

ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

☆ میلہ درویشاں: ملتان میں محفلِ سماع کے دوران دھمال ڈالی جا رہی ہے۔ (ایک تصویر)

اس معاملے کا رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے کسی پہلو سے بھی کوئی تعلق ہے؟

☆ حکمران اپنی ناکامی کا اعتراف کریں تو اُن کی مدد کر سکتے ہیں۔ (مشاہد حسین)

سویا ہوا، سوئے ہوئے کو کیسے جگا سکتا ہے؟

☆ شادی کوئی ضروری معاملہ نہیں، لڑکیاں عروسی جوڑا پہننے کے لیے شادی رچاتی ہیں۔ (سلمان رشدی)

یہ چونکہ چنانچہ کی پہچان ہے
گنہگار راتوں کا دیوان ہیں

☆ ملک بھر میں لوڈ شیڈنگ، واپڈا نے مقتدر شخصیات کے گھروں میں مسلسل بجلی فراہمی کے انتظامات کر دیئے۔ (ایک خبر)

ہم کو تو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی
گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن

☆ جامعہ حفصہ کی بچیوں کی میتیں، صدر پرویز مشرف کا پیچھا کرتی رہیں گی۔ (جاوید ہاشمی)

خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کر دے

حُسنِ انتقاد

تبصرہ کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

● **ماہنامہ ’’نورٌعلیٰ نور‘‘ کراچی کا ’’دورہ تفسیر قرآن نمبر‘‘** مدیرِ اعلیٰ: مولانا عبدالرشید انصاری

ملنے کا پتا: العریش، حضرت علی روڈ، امین ٹاؤن، فیصل آباد

مولانا عبدالرشید انصاری کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ آپ کئی برس ہفت روزہ ’’خدام الدین‘‘ لاہور کے مدیر رہ چکے ہیں۔ آپ کچھ عرصہ سے اپنا رسالہ ماہنامہ ’’نورٌعلیٰ نور‘‘ نکال رہے ہیں جو کہ دینی صحافت میں نمایاں مقام رکھتا ہے۔ زیرِ نظر خصوصی شمارہ دورۂ تفسیر قرآن کریم نمبر ہے جو کہ سات سو سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں ۳۴ عالمانہ مقالات ومضامین ہیں۔ مترجمین ومفسرین قرآن کے متعلق ۲۳ مضامین شامل ہیں۔ سات قاری حضرات کا تذکرہ ہے۔ قرآن مجید کی خطاطی کا شرف حاصل کرنے والے حضرات پر حضرت سید نفیس الحسینی شاہ رحمہ اللہ کا مفصل مضمون ہے۔ قرآن مجید کی مدح وتوصیف پر متعدد نظمیں ہیں۔ مجموعی طور پر بہت اچھی کاوش ہے اور مولانا موصوف اس عظیم الشان نمبر پر مبارک باد کے حق دار ہیں۔ اس اشاعت میں

(۱)　حضرت مولانا حسین علیؒ (واں بھچراں والے)

(۲)　استاذ العلماء محدث جلیل حضرت مولانا سرفراز خان صفدر مدظلہ

(۳)　حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی رحمہ اللہ کا تذکرہ رہ جانا ایک بڑی کمی ہے۔ ان بزرگوں کی تفسیری خدمات مُسلّم ہیں۔ امید ہے آئندہ اشاعت میں اس کا ازالہ کر دیا جائے گا۔

معلوم نہیں کس وجہ سے ہر دو شخصیات کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ طبع دوم میں اس کمی کو پورا کیا جائے گا۔ واللہ الموفق (تبصرہ: مشتاق احمد چنیوٹی)

● **زین المحافل شرح الشمائل للترمذی کی تقریب رونمائی**　　مرتب: مولانا عبدالغنی حقانی

ناشر: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ، خالق آباد نوشہرہ

قائدِ جمعیت مولانا سمیع الحق ایک نام ور بزرگ شخصیت کے نام ور بیٹے اور دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے مہتمم ہیں۔ آپ اگر چہ ایک طویل عرصہ سے دشتِ سیاست کی سیاحی میں مصروف ہیں لیکن آپ نے تدریسی ذوق کی لَو مدھم نہیں ہونے دی۔ سیاسی مصروفیات کے باوجود آپ اپنے مدرسہ میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے برابر خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ کی شمائل ترمذی کی تقریر کو مولانا اصلاح الدین حقانی اور مولانا مفتی مختار اللہ حقانی نے مرتب کر کے زین المحافل کے نام سے شائع کیا تھا۔ ۱۲؍ مارچ ۲۰۰۸ کو اس کتاب کی تقریب رونمائی منعقد ہوئی، جس میں ملک بھر سے ممتاز علماء کرام نے شرکت کی۔ زیرِ نظر کتابچہ اس تقریب رونمائی کی مکمل روئیداد ہے۔ (تبصرہ: مشتاق احمد چنیوٹی)

● ''کتابوں کی کتاب''　مؤلف: مولانا الیاس احمد　ناشر: مدرسۃ العلوم فاروقیہ سا کہ گجرات

دورِ حاضر میں اتنا رطب و یابس چھپ چکا ہے کہ الامان والحفیظ۔ یہی حاصل ''حاصل مطالعہ'' کے موضوع پر لکھی جانے والی کتابوں کا ہے۔ بعض لوگ صرف مصنف کہلوانے کے لیے لکھتے ہیں۔ مایوسی کی اس فضا میں بعض کتابیں تازہ ہوا کا جھونکا ثابت ہوتی ہیں۔ زیرِ نظر کتاب بھی اِنھی میں سے ایک ہے۔ محترم مولانا الیاس احمد جو کہ جامعہ فاروقیہ کراچی میں مدرس رہ چکے ہیں۔ حاصل مطالعہ کے طور پر ایک اچھا انتخاب پیش کیا ہے۔ اس میں دلچسپ اور عبرت انگیز واقعات، علمی نکات و لطائف، بصیرت افروز معلومات جمع کی گئی ہیں۔ یہ کتاب کراچی، ملتان، گوجرانوالہ، لاہور اور راولپنڈی کے اہم کتب خانوں سے دستیاب ہے۔ (تبصرہ: مشتاق احمد چنیوٹی)

● **عائلی قوانین اور اختلافی نوٹ**　خطیبِ پاکستان حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمہ اللہ علیہ

ضخامت: ۴۰۰ صفحات　قیمت: درج نہیں　مکتبہ احتشامیہ، جیکب لائن کراچی، پوسٹ کوڈ ۷۴۴۰۰

یادش بخیر، حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمہ اللہ پاکستان کے اسلامی سیّاسین میں ایک نمایاں مقام کے حامل تھے۔ آپ نے اپنے اختیار کردہ پلیٹ فارم پر ہر ملک دشمن اور دین دشمن کارروائی کا نہایت ثابت قدمی سے مقابلہ کیا۔ آپ لادینی سیاست کے مقابلے میں ایک توانا آواز تھے۔

۱۹۶۰ء اور ۶۱ء کے لگ بھگ صدرِ پاکستان فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کو ملک میں عائلی قوانین کے نفاذ کا خیال آیا۔ اس کام کے لیے انھوں نے ایک کمیشن تشکیل دیا، جس میں اس وقت کے اکابر مستغربین و متجددین اور بیگمات اپوا وغیرہ براجمان تھے۔ ملک کے دینی طبقے کو مطمئن کرنے کے لیے ایک عدد مولوی کا ہونا بھی ضروری تھا۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے حکومت کی نظرِ انتخاب مولانا احتشام الحق تھانوی رحمہ اللہ پر پڑی۔

اس کمیشن نے بہت سی نشست و برخاست کے بعد ایک مسودہ بطور سفارش پیش کیے جانے کو منظور کیا جو کہ کئی ایک غلطیوں، کج فکریوں اور مغالطوں سے اٹا ہوا تھا۔ مولانا احتشام الحق تھانوی رحمہ اللہ نے بروقت اپنے دینی و سیاسی فرض کا استحضار کرتے ہوئے اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی اور تحریری و تقریری دونوں طور پر اپنے نکتۂ خیال سے سرکاری حلقوں کو آگاہ کیا۔

زیرِ نظر کتاب کا بہت کچھ حصہ اس ساری داستان کی مختلف جزئیات پر مشتمل ہے۔ ہم نے ''بہت کچھ'' کا لفظ استعمال کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ کتاب میں '' کچھ اس سے زیادہ'' بھی موجود ہے۔ مثلاً حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمہ اللہ کے علاوہ صاحب اعلاء السنن مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ کے تفصیلی اختلافی اشارات، مولانا جمیل احمد تھانوی قدس اللہ سرہٗ کے اشارات، کتاب کے آخر میں نادر عکسی تبرکات، جن میں مولانا مودودی مرحوم، مولانا محمد ادریس کاندھلوی نور اللہ مرقدہٗ، مولانا عبدالحق حقانی رحمہ اللہ، مولانا بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اکابر اساطین علم و عمل کی تحریرات کی عکسی نقول شامل کی گئی ہیں۔

مزید برآں کتاب میں علمائے پاکستان کے نفاذِ اسلام کی خاطر منظور کردہ شہرۂ آفاق تیئیس نکات اور ان پر دستخط کرنے والے سب علمائے کرام کے دستخطوں کی عکسی نقل بھی شاملِ اشاعت ہے۔

یادر ہے کہ تیئسواں نکتہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے سے متعلق تھا اور اس کو حضرت مولانا محمد علی جالندھری نور اللہ مرقدہٗ نے مجلس احرارِ اسلام کے نمائندگی کرتے ہوئے ۱۹۵۲ء میں پیش فرمایا تھا۔آں جناب نور اللہ مرقدہ کے گرامی دستخط بھی اس کتاب میں شامل ہیں۔ (تبصرہ: صبیح ہمدانی)

● **سوانح حیات حضرت مولانا سید احمد شاہ صاحب بخاری**		مصنف: ملک عبدالقیوم اعوان

مرتب و ملخص: مولانا صاحبزادہ سید محمد قاسم شاہ بخاری

ضخامت: ۳۹۲صفحات	قیمت: درج نہیں	ناشر: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابو ہریرہ خالق آباد، نوشہرہ

زیر نظر کتاب مناظر اہل سنت حضرت مولانا سید احمد شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ''سوانحی حالات'' کے تذکرے پر مشتمل ہے۔

حضرت مولانا ماضی قریب کے ایک عظیم الشان بزرگ تھے۔ دارالعلوم دیوبند سے حدیث پڑھی، سلوک میں اجازتِ اولیٰ پیر سواگ حضرت مولانا خواجہ غلام حسن سواگ سے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں حاصل کی۔ ان کی وفات کے بعد حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہٗ نے آپ کو سلسلۂ عالیہ قادریہ راشدیہ میں مجاز فرمایا۔ آپ کا خاص میدان ردِّ روافض وابطالِ تشیّع تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس محاذ پر آپ سے خوب کام لیا۔

شاہ صاحب علمی اعتبار سے بھی بہت بلند مرتبہ پر فائز تھے۔ آپ کی تصنیفات ''تحقیق فدک'' اور ''ثانی اثنین'' علمائے وقت سے خوب داد کے قابل ٹھہری تھیں۔ علمی رسوخ کے اعلیٰ مراتب میں ایک درجہ ایسا بھی آتا ہے کہ جب انسان بعض جزئیات میں جداگانہ رائے اختیار کر لیتا ہے۔ یہ رائے گو جمہور سے مختلف ہی کیوں نہ ہو لیکن صاحب الرائے کے درجے میں کوئی تنقیص نہیں کرتی۔

حضرت شاہ صاحب کا معاملہ بھی بعض مسائل میں اسی نوعیت کا ہے۔ چنانچہ طلاق المکرّہ (مجبور کی طلاق) رفع سبابہ تشہد میں انگلی اٹھانے کا مسئلہ اور مدارس میں تملیک کا مسئلہ۔ ایسے مسائل ہیں جس میں حضرت شاہ صاحب کی رائے جمہور واکابر اہل علم کے مذہب کے خلاف ہے۔ لیکن ان سب تفردانہ آراء کو فاضل مرتب نے بھی جس عنوان کے تحت جمع کیا ہے، اس سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی ان آراء کو شاہ صاحب کا ذاتی مذہب ٹھہراتے ہیں۔ اہل سنت کا مذہب نہیں لیکن صفحہ ۲۴۳ پر یزید بن معاویہ بن ابی سفیانؓ کے بارے میں شرح عقائد کی عبارت کو نقل کر کے جس مؤقف کو اختیار کیا گیا ہے وہ نہ صرف یہ کہ شاہ صاحب کا تفرد ہے بلکہ مزید برآں اس کو اہل سنت کا متفق علیہ مذہب قرار دینا اس سے بڑی غلطی ہے۔

یہ مذہب علامہ تفتازانی کا ذاتی قول ہے۔ اس پر کتاب کے تمام شراح ردّ کرتے آئے ہیں۔ خود کتاب کے ہوامش وحواشی بھی اسی ردّ سے مملو ہیں۔ ہمارے خیال میں اس مسئلہ کو بھی حضرت شاہ صاحب کا تفرد ہی سمجھا جانا چاہیے۔

باقی کتاب کی طباعت کا معیار متوسط ہی رکھا گیا ہے۔ خصوصاً کمپوزنگ میں فونٹ بڑا رکھنے کی وجہ سے صفحات میں ناخوشگوار اضافہ ہو گیا ہے۔ (تبصرہ: صبیح ہمدانی)

● **سالنامہ ''پیغام'' لاہور**		مولانا محمد اعظم طارق شہید نمبر

ضخامت: ۵۵۲صفحات	قیمت: ۳۶۰روپے	ملنے کا پتا: مکتبہ حسینیہ، مقابل حبیب بینک شجاع آباد (ضلع ملتان)

ابومعاویہ مولانا محمد اعظم طارق شہید رحمۃ اللہ علیہ ایک بہادر انسان اور دلوں کو فتح کرنے والی شخصیت تھے۔

۱۹۶۰ء میں چیچہ وطنی ضلع ساہیوال کے نواحی گاؤں ۷آر/۱۱۱، میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد حاجی فتح محمد صاحب نے اپنے اس بیٹے کو دینی تعلیم کے لیے وقف کر دیا۔ مدرسہ کے ماحول میں علماء کی تقاریر سن کر خطابت کا ذوق پیدا ہوا اور وہ زمانۂ طالب علمی میں ہی ایک اچھے مقرر کی حیثیت سے پہچانے جانے لگے۔ ۱۹۸۶ء میں مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کی جماعت ''سپاہِ صحابہ'' سے منسلک ہوئے۔ سپاہ میں کیا آئے۔

''آبلہ پا وادئ پُر خار میں آئے''

صعوبتوں، مصائب، آزمائشوں اور امتحانات کا کانٹوں بھرا راستہ تھا، جس پر چلنے کی انھوں نے قسم کھائی اور قسم نبھائی۔ ایک جفاکش، بے خوف، بے چین اور مضطرب انسان، جو عظمت و ناموسِ اصحاب و ازواجِ رسول علیہم الرضوان کے دفاع و تحفظ کے لیے بے قرار ہو کر شہر شہر، بستی بستی اور ہر موڑ پر کھڑے ہو کر مسلمانوں کو پکارتا، جھنجھوڑتا اور بیدار کرتا رہا۔ مولانا حق نواز، مولانا ایثار القاسمی اور مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی رحمہم اللہ کی شہادتوں کے بعد اس کے قدم اور زیادہ استقلال واستقامت کے ساتھ بڑھے۔ وہ جانتا تھا کہ:

یہ شہادت گہِ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

مگر شہادت تو اُس کی آرزو تھی، اُس کی دعا تھی، اُس کی تمنا تھی سو پوری ہوئی اور ۶/ اکتوبر ۲۰۰۳ء کو اعظم طارق بارگاہِ الٰہی میں سرخ رُو ہو گیا۔ وہ امی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عفت و عصمت اور عظمت پر جاں وار گیا۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مقام و منصب کا تحفظ کرتا ہوا، مثالی جرأت و شجاعت کا مظاہرہ کرتا ہوا، اپنے پیشرو قافلۂ خدامِ صحابہؓ کے شہیدوں کے مسکن جنت الفردوس میں اُن کا ہم جلیس ہو گیا۔

۴۳ سال، عمر ہی کیا تھی، مگر حیاتِ جاوداں پا گیا۔ گھر، مسجد، بازار، جلسہ، جلوس، اسمبلی غرض ہر فورم پر انھوں نے صحابۂ کرامؓ کے مقام و منصب کے تحفظ کی جنگ لڑی۔ ایمان و یقین کی جنگ، ایک باوقار جنگ، آبرومندانہ جنگ اور مولانا اعظم طارق یہ جنگ جیت کر امر ہو گئے۔ اُن کا قافلۂ سخت جان، عظمتِ صحابہؓ کی مشعلیں روشن کیے اور اُن کا پیغام لبوں پر سجائے رواں دواں ہے۔

سالنامہ ''پیغام'' لاہور ایک کتابی سلسلہ ہے۔ ثناء اللہ سعد شجاع آبادی اس کے مدیر و مرتب اور مولانا اعظم طارق شہید سے بے پناہ محبت کرنے والے نوجوان ہیں۔ ''پیغام'' کی اس خصوصی اشاعت کو انھوں نے آٹھ ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ علماء، صوفیا، دانشور، صحافی، شعراء، وکلا، سیاست دان، پارلیمنٹیرینز اور زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والی شخصیات نے مولانا محمد اعظم طارق شہید رحمۃ اللہ علیہ کو اُن کی ملی و دینی خدمات پر انھیں جو خراجِ تحسین پیش کیا، ثناء اللہ سعد نے وہ سب جمع و مرتب کر دیا۔ نیز مولانا شہید کی اپنی تحریریں اور انٹرویوز اس پر مستزاد ہیں۔ ایک خوبصورت انسان پر ایک خوب صورت کتاب۔ (تبصرہ: کفیل بخاری)

ادارہ　　مجلس احرار اسلام پاکستان کی سرگرمیاں

اخبار الاحرار

مولانا انظر شاہ کشمیریؒ کی رحلت دینی وعلمی حلقوں کے لیے بڑا صدمہ ہے (سید عطاء المہیمن بخاری)

ملتان (۲۷/اپریل) مولانا انظر شاہ کشمیری علماءِ حق کی روایات کے امین تھے۔ وہ قافلۂ حریت کے پاسبان اور محسن تھے۔ انھوں نے زندگی کے آخری سانس تک اسلام کی شمع کو فروزاں رکھا۔ ان خیالات کا اظہار مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری نے مولانا انظر شاہ کے فرزند مولانا احمد خضر شاہ سے فون پر اظہارِ تعزیت کرتے ہوئے کیا۔ انھوں نے کہا کہ وہ اپنے عظیم والد علامہ محمد انور شاہ کشمیری کے صحیح جانشین تھے۔ انھوں نے اپنے والد کی مسندِ علم وتقویٰ کو پوری شان کے ساتھ آباد رکھا۔ سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا کہ جس طرح علامہ انور شاہ کشمیری نے قادیانیت کے محاسبہ وتعاقب کے لیے مجلس احرار اسلام کی سرپرستی ورہنمائی فرمائی، اُسی طرح مولانا انظر شاہ نے بھی مجلس احرار اسلام کی سرپرستی ورہنمائی فرمائی۔ وہ مجلس احرار اسلام ہند کے سرپرست تھے۔ انھوں نے بھارت اور پاکستان میں مجلس احرار کی مکمل رہنمائی فرمائی۔ وہ سراپا احرار تھے اور اُن کا خاندان امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے خاندان کا محسن تھا۔

مولانا انظر شاہ کے فرزند مولانا احمد خضر نے سید کفیل بخاری سے فون پر گفتگو کرتے ہوئے بتایا کہ مولانا انظر شاہ دارالعلوم دیوبند کے قابل فخر تلامذہ میں سے تھے۔ وہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی اور شیخ الادب مولانا اعزاز علی کے عظیم شاگرد تھے۔ وہ ۱۹۲۷ء میں پیدا ہوئے اور ۵۷ سال دارالعلوم دیوبند میں تفسیر، حدیث اور فقہ پڑھائی۔ اُن کے شاگردوں کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ انھوں نے درجن سے زائد کتب لکھیں۔ اُن کی نمازِ جنازہ میں پچاس ہزار افراد نے شرکت کی۔

مجلس احرار اسلام پاکستان کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل سید محمد کفیل بخاری نے امیر احرار ہند مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی اور مولانا محمد عثمان کو بھی فون کر کے مولانا انظر شاہ کے انتقال پر اظہارِ تعزیت کیا۔ دریں اثناء مجلس احرار سلام کے ناظم اعلیٰ عبداللطیف خالد چیمہ، پروفیسر خالد شبیر احمد، مولانا محمد مغیرہ، قاری محمد یوسف احرار اور میاں محمد اویس نے بھی مولانا انظر شاہ کی رحلت کو دینی وعلمی حلقوں کے لیے بڑا صدمہ قرار دیا۔ انھوں نے مولانا مرحوم کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ اُن کی دینی، علمی اور تحریکی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔ وہ ناقابل فراموش شخصیت تھے۔ مجلس احرار اسلام کا ایک وفد تعزیت کے لیے جلد بھارت روانہ ہوگا۔

پرویزی حکومت کی تباہ کن پالیسیوں کے نتیجے میں آج ملک کی غالب اکثریت انتہائی مشکل اور تکلیف دہ حالات کا مقابلہ کر رہی ہے (مرکزی مجلس عاملہ)

لاہور (۴رمئی) مجلس احرارِ اسلام پاکستان نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ عدلیہ کی آزادی، آئین کی بحالی اور امریکی غلامی سے قوم کو نجات دلانے کے لیے اپنا ہر ممکن کردار ادا کرتی رہے گی اور اس سلسلے میں رائے عامہ کو بیدار و منظّم کرنے کے لیے تمام وسائل کو بروئے کار لایا جائے گا۔ یہ فیصلہ اتوار کے روز مرکزی امیر سید عطاء المہیمن بخاری کی زیرِ صدارت مجلس احرار اسلام پاکستان کی مرکزی مجلس عاملہ (سنٹرل ورکنگ کمیٹی) کے اجلاس میں کیا گیا، جس میں مرکزی نائب امیر پروفیسر خالد شبیر احمد، سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ، سید محمد کفیل بخاری، میاں محمد اویس، مولانا محمد مغیرہ، قاری محمد یوسف احرار، ڈاکٹر محمد عمر فاروق، شیخ صوفی نذیر احمد، ملک محمد یوسف، محمد ارشد چوہان، مرزا یاسر عبدالقیوم، چودھری محمد اکرام، مولانا راؤ عبدالنعیم نعمانی اور سید صبیح الحسن ہمدانی نے شرکت کی۔ اجلاس میں ملک کی موجودہ سیاسی و معاشی اور معاشرتی صورتحال پر انتہائی تشویش کا اظہار کیا گیا اور کہا گیا ہے کہ بگڑے ہوئے تمام حالات کی ذمہ داری پرویز حکومت پر عائد ہوتی ہے۔ قائدِ احرار سید عطاء المہیمن بخاری نے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پرویزی حکومت کی تباہ کن پالیسیوں کے نتیجے میں آج ملک کی غالب اکثریت انتہائی مشکل اور تکلیف دہ حالات کا مقابلہ کر رہی ہے جب کہ خارجہ حکمتِ عملی کے نتیجے میں آج ملک امریکہ کی جھولی میں ڈال دیا گیا ہے۔ بجلی آٹے کا بحران، سیاسی قیادت کا بحران، شرافت اور دیانت کا بحران اسی فردِ واحد کی وجہ سے پیدا ہوا جو اپنی جیب سے قانون نکال کر ملک پر نافذ کرتا رہا، ملک کا آئین توڑا اور اپنی مرضی کی حکومت، اپنی مرضی کی اسمبلی بنا کر من مانی کرتا رہا۔ ۳رنومبر کے پی سی او کے تحت ججوں کو معزول کر کے عدل و انصاف کے تمام تقاضوں کو پس پشت ڈال دیا گیا۔ اسمبلی کے بعد عدلیہ پر بھی شب خون مار کر پاکستان کو خود غرضی کے عمیق اندھیرے میں دھکیل دیا گیا۔ مرکزی سیکرٹری جنرل عبداللطیف خلد چیمہ نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ لادین این جی اوز اور قادیانی نواز لابیاں اسرائیل کی طرز پر چناب نگر (ربوہ) میں طویل دورانیے والی خطرناک سرگرمیوں میں ملوث ہیں اور ملکی سلامتی کے حوالے سے خطرناک سازشیں ہو رہی ہیں جن کو ایوان صدر سے پرموٹ کیا جا رہا ہے انھوں نے کہا کہ واشنگٹن اور تل ابیب سے ہدایات لینے والے ملک وملت کے وفادار نہیں ہوسکتے۔ اجلاس میں ایک قرارداد کے ذریعے وکلاء کی جدوجہد کی مکمل تائید و حمایت کا اعلان کیا گیا اور پیپلز پارٹی اور ن لیگ سمیت تمام مقتدر سیاسی قوتوں سے اپیل کی گئی کہ وہ حالیہ انتخابات میں پرویزی حکومت، پرویزی ٹیم اور پرویزی پالیسیوں کو جس طرح عوام نے مسترد کر دیا ہے اس کو آئندہ سیٹ اپ میں ملحوظ رکھیں۔ اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ قادیانیوں کی طرف سے ۲۰۰۸ کو جشن صد سالہ خلافت کے طور پر منانے کی حقیقت سے دنیا کو آگاہ کیا جائے گا اور دنیا بھر میں اجتماعات، سیمینارز اور لٹریچر کے ذریعے قادیانیوں کو بے نقاب کیا جائے گا۔ مرکزی سیکرٹری

اطلاعات قاری محمد یوسف احرار نے بتایا کہ ۲۵ مئی بروز اتوار لاہور میں مجلس احرار اسلام پاکستان کے زیر اہتمام ”حقیقت خلافت سیمینار“ ہوگا جس میں علماء کرام، دانشور، وکلاء اور صحافی خطاب کریں گے۔ اجلاس میں ”شعبۂ تبلیغ“ کے نام سے ایک مستقل شعبہ قائم کرنے کا بھی فیصلہ کیا گیا اور مولانا محمد مغیرہ (خطیب جامع مسجد احرار، چناب نگر) کو اس شعبے کا ناظم مقرر کیا گیا۔

ختم نبوت کانفرنس لاہور:

لاہور (۶ مئی) تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ کے شہداء کی یاد میں مجلس احرارِ اسلام کے زیر اہتمام سالانہ عظیم الشان ”ختم نبوت کانفرنس“ کے مقررین نے کہا ہے کہ قادیانی فتنے کی صرف مذہبی محاذ پر ہی نہیں بلکہ سیاسی اور معاشی محاذ پر بھی بیخ کنی کی ضرورت ہے۔ کیوں کہ یہ فتنہ ارتداد ملک وملت کے خلاف دن رات گھناؤنی سازشوں میں مصروفِ عمل ہے۔ اکھنڈ بھارت ان کا مذہبی والہامی عقیدہ ہے۔ پرویزی دورِ اقتدار میں ایوانِ صدر کے ذریعے قادیانی سازشیں خطرناک حد تک بڑھی ہیں۔ مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی دفتر نیو مسلم ٹاؤن لاہور میں قائدِ احرار سید عطاء المہیمن بخاری کی زیر صدارت منعقدہ کانفرنس سے جمعیت اتحاد العلماء کے سربراہ مولانا عبدالمالک، خطیب اہل سنت مولانا عبدالکریم ندیم، جمعیت اہل حدیث کے ناظم اعلیٰ حافظ ابتسام الٰہی ظہیر، جمعیت علماء اسلام کے رہنما مولانا محمد امجد خان، مسلم لیگ ن کے حافظ میاں محمد نعمان (ایم پی اے) اور میاں طارق، پیپلز پارٹی کے رہنما عزیز الرحمٰن چن، خاکسار تحریک کے قائد حمید الدین المشرقی، پروفیسر خالد ہمایوں، مجلس احرار اسلام کے سید محمد کفیل بخاری، عبداللطیف خالد چیمہ، قاری محمد یوسف احرار، مولانا عبدالنعیم نعمانی، ورلڈ پاسبان ختم نبوت کے رہنما حسین احمد اعوان، سید سلمان گیلانی، محمد سلیم مہر، احمد شفیق، اعظم طارق، حق نواز اور دیگر نے خطاب کیا۔ سید عطاء المہیمن بخاری نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ انکارِ ختم نبوت پر مبنی فتنوں نے اسلام کو اس کی جڑ سے اکھاڑنے کے لیے پوری قوت صرف کی اور برطانوی سامراج نے مسلمانوں سے جذبۂ جہاد ختم کرنے کے لیے برصغیر میں مرزا غلام احمد قادیانی کو کھڑا کیا جب کہ امریکہ سامراج نے پاکستانی قوم سے جہاد کی روح کے خاتمے کے لیے مسئلہ پرویز کا سٹینڈ دلوایا۔ انھوں نے کہا کہ مسئلہ پرویز بش کا پروردہ ہے اور ہم دونوں کو اسلام اور وطن دشمن سمجھتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ پاکستان کی تاریخ میں پرویز دورِ حکومت سیاہ ترین دورِ حکومت رہا اور ترقی کے دعووں کی قلعی کھلتی جارہی ہے۔ مولانا عبدالمالک نے کہا کہ مجلس احرار اسلام برصغیر میں تحریک ختم نبوت کے بانی جماعت ہونے کا اعزاز رکھتی ہے اور اکابرِ احرار کی جدوجہد کے پس منظر میں ہی ۱۹۷۴ء میں پارلیمنٹ کے فلور پر قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار پائے۔ انھوں نے کہا کہ شہداء ختم نبوت کو یاد کیا جارہا ہے، ان کے تذکرے پوری دنیا میں ہورہے ہیں لیکن ان پر گولیاں چلانے والوں کا وجود مٹ چکا ہے۔ حکومتِ الٰہیہ اور خلافتِ راشدہ کا نظام ہی ہماری منزل ہے اور آخر کار امریکن سامراج اور طاغوت کے نمائندے ناکام ونامراد ہوں گے۔ مولانا عبدالکریم ندیم نے کہا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ نبوت کی کوئی حد نہیں۔ ختم نبوت کے تحفظ کا مسئلہ پوری امت کے عقیدے اور ایمان کا حصہ ہے اور اس عقیدے کے خلاف یہود وہنود قادیانیت سمیت مختلف فتنوں کی آبیاری

کررہے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ تحفظ ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا مسئلہ پوری امت کے لیے شہ رگ کی حیثیت رکھتا ہے۔ حافظ ابتسام الٰہی ظہیر نے کہا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس اور ختم نبوت پر حملہ کرنے والا مرتد ہوجاتا ہے۔ انھوں نے کہا کہ سیاست دان عدلیہ کی بحالی کے لیے جنگ لڑ رہے ہیں، لیکن جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کے مسئلہ پر کیوں خاموش ہیں، ہماری بقا کا راز نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے منصبِ رسالت کی مہم کو دنیا میں منظّم کرنے میں مضمر ہے۔ اس سے جو دامن بچانے کی کوشش کرے گا وہ دنیا وآخرت میں رسوا ہوکر رہے گا۔ مولانا محمد امجد خان نے کہا کہ ڈنمارک سے شائع ہونے والے توہین آمیز خاکے اور ہالینڈ سے ریلیز ہونے والی فلم کے مرتکب افراد اپنے انجامِ بد کو پہنچ کر رہیں گے اور پرچمِ ختم نبوت پوری دنیا میں لہرائے گا۔ سید محمد کفیل بخاری نے کہا کہ قادیانی سازشی گروہ ہے اور استعماری قوتوں کے سہارے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کررہا ہے۔ شعائرِ اسلامی کا آزادانہ استعمال کرکے قانون کی دھجیاں بکھیر رہا ہے۔ انھوں نے کہا کہ نئی حکومت کو قادیانی چالوں اور قادیانی سازشوں سے آگاہ رہنے کی ضرورت ہے۔ ۱۷ویں ترمیم کے ذریعے جہاں اور نقصانات ہوئے وہاں قادیانی اور اقلیتوں کو دوہرے ووٹ کا حق دے کر ملک کے نظریاتی تشخص کو تباہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ انھوں نے کہا کہ جداگانہ طرزِ انتخاب بحال ہونا چاہئے۔ مولانا خورشید احمد گنگوہی نے کہا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی جھوٹی نبوت کا مقصد مسلمانوں کو تقسیم و کمزور کرنا تھا، انھوں نے کہا کہ آٹے، گھی اور تیل کا بحران مسائل نہیں بلکہ سرکاری پالیسیوں کے نتائج ہیں اور ہمارے تمام مسائل کا حل حکومت الٰہیہ کے نفاذ میں ہے۔ حافظ میاں محمد نعمان نے کہا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت جس دل میں نہیں وہ مسلمان نہیں، ملکی اور عالمی سطح پر مضبوط میڈیا لابنگ کی ضرورت ہے دینی جماعتوں کو میڈیا کے شعبوں میں آگے آنا چاہیے۔ آج کا غلام احمد پرویز اور کئی دیگر فتنے میڈیا کے ذریعے گمراہی کو پھیلا رہے ہیں، انھوں نے کہا کہ ن لیگ عقیدہ ختم نبوت سے متعلقہ قوانین پر صدقِ دل سے عمل پیرا ہوگی اور کوئی بھی قانون اسلام کے منافی نہ بن سکے گا اسمبلی کے اندر اور باہر ہم حق کا ساتھ دیں گیا اور غیر اسلامی قوانین کو ختم کرانے کی پوری کوشش کی جائے گی۔ عزیز الرحمٰن چن نے کہا کہ بھٹو نے مرزائیوں کو اقلیت قرار دیا مرزائی کافر ہیں جو ان کو کافر نہیں سمجھتا وہ بھی کافر ہے۔ پیپلز پارٹی کے قائد اور جماعت دونوں کا یہی موقف ہے۔ میاں طارق نے کہا کہ میں ن لیگ میں ہوتے ہوئے بھی مجلس احرار اسلام کے موقف کا حامی ہوں اور مسئلہ ختم نبوت کے تحفظ اور مرزائیت کے فریب کے خلاف جدوجہد جاری رکھوں گا۔ حمید الدین المشرقی نے کہا کہ فرقہ واریت اور طبقہ واریت نے لادین فتنوں کی حوصلہ افزائی کی۔ عدلیہ کی بحالی اور آئین کی بالادستی کو روکنے والے ملک کے دشمن ہیں اور بیرونی طاقتوں کے آلۂ کار ہیں، انھوں نے کہا کہ مرزائیوں کو قانون کا پابند بنانا ریاست کی ذمہ داری ہے لیکن ریاستی اداروں نے ان کی کو کھلی چھٹی دے رکھی ہے۔ عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ ۱۹۵۳ء کے شہداء نے قیام ملک کے مقصد یعنی اسلامی نظام کے نفاذ کی جنگ کی خاطر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا تھا۔ ۱۹۷۴ء میں لاہوری و قادیانی مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینا شہداء کے خون کا صدقہ

ہے لیکن صورتحال یہ ہے کہ قادیانی اپنی متعینہ آئینی حیثیت کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں اور دستوری حیثیت کو مسلسل چیلنج کر رہے ہیں ایسے میں پیپلز پارٹی اور ن لیگ کو اس بابت اپنا ایجنڈا واضح کرنا چاہئے اور قوم کو کسی نعرے کے نام پر دھوکا دینے کی بجائے حقیقی مسائل کے حل کی طرف توجہ دینی چاہئے۔ پروفیسر خالد ہمائیوں نے کہا کہ احرار و تحریک ختم نبوت سے محبت ہمارا اثاثہ ہے اور احرار کا اینٹی سامراج کردار اب پھر دہرانے کی ضرورت ہے۔ کانفرنس میں متعدد قراردادوں کے ذریعے مطالبہ کیا گیا کہ امتناع قادیانیت ایکٹ اور تحفظ ختم نبوت کے قوانین پر عمل درآمد کی صورتحال بہتر اور یقینی بنائی جائے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارش کی روشنی میں ارتداد کی شرعی سزا نافذ کی جائے۔ چناب نگر (ربوہ) کے اردگرد مہنگے داموں وسیع رقبے خرید کر اسرائیل کی طرز پر قادیانی اسٹیٹ (مرزائیل) بنانے کی خوفناک شازش کا حقیقی ادراک کیا جائے اور قادیانی سازشوں کا سد باب کیا جائے۔ قادیانی اوقاف کو سرکاری تحویل میں لیا جائے۔ سول اور فوج کے کلیدی عہدوں سے قادیانیوں کو ہٹایا جائے۔ محسن پاکستان ڈاکٹر عبد القدیر خان کو بلا تاخیر باعزت طور پر رہا کیا جائے۔ عدلیہ کو بحال کی جائے اور آئین کی بالادستی کو یقینی بنایا جائے۔

امریکہ اور توہین رسالت کے مرتکب یورپی مما لک کے خلاف قومی سطح پر اعلان جہاد کیا جائے

(شبّانِ احرارِ اسلام ملتان)

ملتان (۶ رمئی) شبّان احرار اسلام ملتان کے زیر اہتمام دارِ بنی ہاشم میں شہدائے بالاکوٹ سیمینار منعقد ہوا۔ جس کی صدارت مقامی امیر شبّان محمد فرحان الحق حقانی نے کی۔ انھوں نے کہا کہ شہدائے بالاکوٹ کی سیرت و کردار ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔ سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید نے اپنی جانوں کا نذرانہ دے کر دین اسلام کی سربلندی و سرفرازی اور جدوجہد آزادی کی بنیاد رکھی۔ انھوں نے مزید یہ کہا کہ عالم اسلام بالخصوص پاکستان کے عالمی دہشت گرد امریکہ و برطانیہ کے یہودیت کے توسیع پسندانہ منصوبوں کو عالم اسلام پر مسلط کرنے کے خلاف نفرت کا اظہار کریں۔ انھوں نے دینی غیرت وحمیت سے لبریز کلمہ گو مسلمان حکمرانوں سے اپیل کی کہ وہ عالمی دہشت گرد امریکہ اور توہین رسالت کے مرتکب یورپی مما لک کے خلاف قومی سطح پر اعلان جہاد کریں تاکہ آئندہ کسی گستاخ رسول کو یہ ہمت نہ ہو کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہو۔ سیمینار کے مہمانِ خصوصی حافظ حمود الرحمٰن نے کہا کہ ہم شہدائے بالاکوٹ کے فکر کو اپنا کر ہی اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ شہدائے بالاکوٹ کی سیرت و کردار نہ صرف ہمارے لیے مشعل راہ ہے بلکہ اس میں امن عامہ کے لیے واضح پیغام بھی ہے۔

سید عطاء المنان بخاری نے کہا کہ شہدائے بالاکوٹ کی خدمات قابلِ رشک ہیں۔ انھوں نے توہین رسالت کے مرتکبین کے خلاف اپنی آواز کو بلند کیا اور ان کے خلاف اعلانِ جہاد کیا۔ انھوں نے اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔ سید عطاء المنان نے طلباء ساتھیوں کو عقیدۂ ختم نبوت کی حفاظت اور حکومت الٰہیہ کے قیام لیے ہمیشہ اپنی کوششوں کو جاری رکھنے اور اپنے اسلاف کے نقش قدم چلنے کی ترغیب دی۔ انھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے تمام صحابہ کے ناموس کے تحفظ اور ان کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے۔ محمد نعمان سنجرانی نے کہا کہ سید

احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید نے اپنی زندگی میں احیاءِ اسلام کے لیے جو عملی جدوجہد کی وہ ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔ محمد سلیمان یمنی نے کہا کہ حضرت شاہ ولی اللہ ایک نابغۂ روزگار شخصیت ہیں برصغیر پاک و ہند میں احادیث کا سلسلہ ان پر جا کر ختم ہو جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ آگے سلسلہ مستند ہے۔ شاہ ولی اللہ ہمہ جہت شخصیت تھے۔ انھوں نے لوگوں میں جہاد کی روح کو پیدا کیا، جس کے نتیجہ میں سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید جیسے لوگوں کے نام تاریخ کے اوراق میں درج ہیں۔

سیمینار سے علی مردان قریشی، اخلاق احمد، قاری مظفر خان اور حافظ عبدالرحمٰن نے بھی خطاب کیا۔

خفیہ ہاتھ پاکستان کے حالات بگاڑ رہا ہے۔ (پروفیسر خالد شبیر احمد)

لاہور (۷رمئی) مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے مرکزی نائب امیر پروفیسر خالد شبیر احمد نے کہا ہے کہ فخر الدین جی ابراہیم کے استعفیٰ اور الیکشن کے التوا نے ثابت کر دیا ہے کہ خفیہ ہاتھ ملک کے حالات کو بگاڑنے کے درپے ہیں، اس کا سدِ باب نہ کیا گیا تو انارکی سے بچنا مشکل ہو جائے گا۔ مرکزِ احرار لاہور میں بات چیت کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ ضمنی انتخابات کے التوا کی خبر صاحب شعور افراد پر بجلی بن کر گری پھر جس کمیٹی نے ججوں کی بحالی کے لیے مسودہ تیار کرنا ہے، اس کے ایک اہم فرد فخر الدین جی ابراہیم کا استعفیٰ اس بات کی نشاندہی ہے کہ بحالی کا مسئلہ کھٹائی میں پڑتا چلا جا رہا ہے۔ ادھر الیکشن کا اعلان انتخابات کے التوا مشیر داخلہ جناب رحمٰن ملک کے کہنے پر کیا گیا ہے۔ زرداری صاحب کہتے ہیں کہ مجھ سے اس سلسلے میں کوئی مشورہ نہیں کیا گیا، ان کے مشورے کے بغیر یہ سب کچھ ہو گیا ہے تو کیا پھر کوئی تیسرا ہاتھ در پردہ اس ساری کارستانی میں مصروف ہے جس کا مقصد ملکی حالات کو سنوارنے کی بجائے اسے بگاڑنا ہے۔ اگر موجودہ حکومت نے ان حالات پر قابو نہ پایا تو پھر عوام اس شدت کے ساتھ اُن کا محاسبہ کریں گے کہ حکمران اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ مجلس احرارِ اسلام موجودہ حکومت سے مطالبہ کرتی ہے کہ اس تیسرے ہاتھ کو روکے اور ان کے مذموم مقاصد میں اسے ناکام بنانے کے لیے فوری اور مؤثر اقدام کرے۔ مسئلہ ان مسائل کا نہیں جو نئی حکومت کو ورثے میں ملے ہیں بلکہ ان مسائل کا ہے جو ان کی موجودگی میں پیدا ہو رہے ہیں اور جن پر حکومت کی گرفت دن بہ دن ڈھیلی پڑتی جا رہی ہے۔ خصوصاً جب ماہرین قانون کی رائے ہے کہ ضمنی انتخابات کا یہ التوا آئین کے تقاضوں کے مطابق نہیں کہ خالی نشستوں کا ساٹھ دنمیں پُر ہونا ضروری اور لازم ہے۔

مولانا انظر شاہ کشمیری نے اپنی تمام صلاحیتوں کو اسلام کی سربلندی، عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور فتنۂ قادیانیت کے تعاقب کے لیے وقف کیے رکھا (مقررین تعزیتی ریفرنس لاہور)

لاہور (۷رمئی) محدث العصر، محسنِ احرار حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے نامور فرزند حضرت مولانا سید محمد انظر شاہ مرحوم (سرپرست مجلس احرار اسلام ہند) کی یاد میں ایک تعزیتی ریفرنس دفتر مجلس احرار اسلام نیو مسلم ٹاؤن میں مولانا عبدالرؤف فاروقی کی زیرِ صدارت منعقد ہوا۔ جس میں مولانا خورشید احمد گنگوہی، سید محمد کفیل بخاری، عبداللطیف خالد چیمہ، قاری جمیل الرحمٰن اختر، مولانا شمس الرحمٰن معاویہ، مولانا سیف الدین سیف اور دیگر حضرت

نے شرکت وخطاب کیا۔سید محمد کفیل بخاری نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ علامہ انظر شاہ کشمیری علماءِ حق کی آبرو تھے۔فتنۂ قادیانیت کے خلاف ان کی جدوجہد محبتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عملی اظہار تھی۔مولانا شمس الرحمٰن معاویہ نے کہا کہ مولانا انظر شاہ کشمیری نے اپنے علم وعمل اور تمام صلاحیتوں کو اسلام کی سربلندی، عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور فتنۂ قادیانیت کے تعاقب کے لیے وقف کیے رکھا۔قاری جمیل الرحمٰن اختر نے کہا کہ مولانا انظر شاہ کی اسلام اور مسلمانوں کے لیے خدمات ہمارے لیے قابلِ فخر ہیں۔وہ علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی نشانی تھے۔ان کی جدائی کبھی فراموش نہ کی جاسکے گی۔مولانا خورشید احمد گنگوہی نے کہا کہ مولانا انظر شاہ کشمیری ایک عہد اور ایک ادارہ تھے۔انھوں نے فکری ونظری، تحریری وتقریری اور تحریکی میدان میں ناقابلِ فراموش خدمات انجام دیں۔وہ علامہ انور شاہ رحمہ اللہ کے حقیقی وارث وجانشین تھے۔مولانا عبدالرؤف فاروقی نے کہا کہ مولانا انظر شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے علماء کی مسندِ علم اور فضل وکمال کی جانشینی کا حق ادا کیا۔فتنۂ قادیانیت کے خلاف ان کی جدوجہد بے مثال ہے۔جس طرح علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے قادیانیت کے علمی اور عوامی محاسبے کے لیے سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو امیر شریعت منتخب کیا اور مجلس احرار اسلام کی سرپرستی فرمائی، اسی طرح ان کے جانشین مولانا انظر شاہ کشمیری رحمتہ اللہ علیہ نے بھی خاندان امیر شریعت اور مجلس احرار اسلام کی سرپرستی فرمائی۔خصوصاً فتنہ ارتداد مرزائیہ کے سدباب کے لیے مجلس احرار اسلام کی تحریک ختم نبوت کو منظّم ومربوط کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا۔آخر میں سید محمد انظر شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے لیے دعائے مغفرت کرائی گئی۔

مسلمان اسلام کے خلاف اٹھنے والے فتنوں کو کچل دیں (سید محمد کفیل بخاری)

ملتان (۹ رمئی) مصائب اور مشکلات کو جواز بنا کر دین کے کام کو روکنا بزدلی اور ایمان کی کمزوری ہے۔اسلام آفاقی اور عالم گیر دین ہے جو ہر حال میں زندہ رہے گا۔ہمت ہارنا اور غموں کا بوجھ دل پر طاری کرنا مسلمان کی شان کے خلاف ہے۔ان خیالات کا اظہار مجلس احرارِ اسلام کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل سید محمد کفیل بخاری نے دارِ بنی ہاشم میں اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔انھوں نے کہا کہ گزشتہ دورِ حکومت میں حکمرانوں نے دین والوں پر ظلم کیا اور دینی اداروں کو تباہ کرنے کے سارے جتن پورے کیے لیکن اللہ تعالیٰ نے پھر بھی دین کو زندہ رکھا۔اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ دین پر استقامت اختیار کرنے والوں کی مدد کرتا ہے۔انھوں نے کہا کہ دین کی دعوت، اللہ کی نعمتوں پر شکر اور بحیثیت مسلمان اپنے تعارف کو لوگوں تک پہنچانا ہر مسلمان کے فرائض میں شامل ہے۔اسلام کو زندگی کے خاص دائروں میں بند کرنا جہالت ہے۔اسلام ایک مکمل دین اور ضابطۂ حیات ہے جو تمام شعبوں میں انسانوں کی رہنمائی کرتا ہے۔انھوں نے کہا کہ آج ہمارے حکمران امریکہ سے ڈرتے ہیں اور اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کو توڑ رہے ہیں۔اسی لیے غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں۔چودہ سو سال پہلے روم اور فارس جیسی سپر طاقتوں کو مسلمانوں نے شکست دی، اس لیے کہ وہ اللہ سے ڈرتے تھے۔انھوں نے کہا کہ پاکستان کے حکمران اور عوام آزادی حاصل کرنے کے ساٹھ سال بعد بھی امریکہ وبرطانیہ کے غلام ہیں اور ان پر امریکہ کا خوف طاری ہے۔

حکمران اللہ سے ڈریں، عوام سے کیے ہوئے وعدے پورے کریں، لوگوں سے انصاف کریں تو امریکی غلامی کی زنجیریں ٹوٹ گریں گی۔ مہنگائی اور بدامنی اللہ کو ناراض کرنے کی سزا ہے جو حکمرانوں کے ذریعے قوم کو مل رہی ہے۔ انھوں نے کہا کہ مسلمان اسلام کے خلاف اٹھنے والے فتنوں کو کچل دیں اور اللہ کو راضی کرلیں، ملک میں امن و استحکام آجائے گا۔

پرویز مشرف نے شخصی اقتدار کے دوام کے لیے تمام اداروں کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے (عبداللطیف خالد چیمہ)

جلال پور پیروالا (رپورٹ: محمد سفیان عبداللہ، ۱۶ رمئی) مجلس احرار اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا ہے کہ ہماری تمام تر مشکلات کا حل صرف اور صرف قرآن و سنت پر عمل پیرا ہونے میں مضمر ہے۔ عالمی استعمار انسان دشمنی کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ وہ جامعہ فاروقیہ صوت القرآن جلال پور پیروالا میں نمازِ جمعۃ المبارک کے اجتماع سے خطاب کر رہے تھے۔ انھوں نے کہا کہ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے ضروری ہے کہ ہم نئی نسل کو تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ میڈیا کی تربیت دلائیں اور آنے والے چیلنجز کے لیے اگلی نسل کو تیار کریں۔ انھوں نے کہا کہ قادیانی فتنہ کی تباہ کاریوں سے امت کو بچانے کے لیے ملتِ اسلامیہ کے تمام طبقات کو اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔ انھوں نے کہا کہ پرویز مشرف نے شخصی اقتدار کے دوام کے لیے تمام اداروں کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے لیکن یہ سب کچھ سیاسی قوتوں کا اپنا ہی کیا دھرا ہے۔ انھوں نے کہا کہ عدلیہ کی بحالی اور آئین کی بالادستی کے لیے مجلس احرار اسلام وکلاء کی پرامن جدوجہد کی تائید و حمایت جاری رکھے گی۔

عدلیہ کی آزادی کے لیے حکومت کو جرأت مندانہ فیصلے کرنا ہوں گے۔ (عبداللطیف خالد چیمہ)

جلال پور پیروالا (رپورٹ: محمد سفیان عبداللہ، ۱۶ رمئی) مجلس احرار اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ پہلی مرتبہ جلال پور پیروالا کے دورہ پر تشریف لائے تو اس موقع پر تحصیل جلال پور پیروالا کے امیر قاری عبدالرحیم فاروقی نے کارکنانِ احرار قاری محمد معاذ، قاری شفیق الرحمٰن، محمد اسلم صدیقی اور عبدالرحمٰن جامی کے ہمراہ اُن کا استقبال کیا۔ بعدازاں عبداللطیف خالد چیمہ نے دفتر احرار میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آئین کی بالادستی، عدلیہ کی آزادی، ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی رہائی امریکی پالیسیوں اور صدر پرویز سے نجات کے لیے حکمران اتحاد کو جرأت مندانہ فیصلے کرنا ہوں گے۔ انھوں نے صدر پرویز کو تمام بحرانوں کا ذمہ دار ٹھہراتے ہوئے کہا کہ وہ ملک اور عوام کے حال پر رحم کرتے ہوئے صدارت چھوڑ دیں۔ پریس کانفرنس میں قاری محمد معاذ، قاری عبدالرحیم فاروقی نقشبندی، مولانا محمد صدیق، قاری محمد قاسم، رانا محمد عمر، حافظ محمد ارشد، قاری سیف الرحمٰن فاروقی اور عبدالرحمٰن جامی نقشبندی بھی موجود تھے۔

قادیانیت کی ذلت و رسوائی کے سو سال مکمل ہو گئے۔ (قاری محمد یوسف احرار)

جلال پور پیروالا (رپورٹ: محمد سفیان عبداللہ) مجلس احرار اسلام کے سیکرٹری نشرواشاعت قاری محمد یوسف احرار نے جامعہ فاروقیہ صوت القرآن جلال پور پیروالا میں خطبہ جمعۃ المبارک کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے انقلابِ رحمت کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ نے انسانوں کو انسانوں کی بندگی اور غلامی کی پستیوں سے

نجات کی راہ دکھائی۔ رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو معاشرہ مرتب کیا وہ ایک مہذب، باوقار اور قابل رشک معاشرہ ہے۔ انھوں نے کہا کہ ہماری تمام توانائیاں عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے وقف ہیں۔ منکرین ختم نبوت کا تعاقب جان پر کھیل کر بھی کریں گے۔ قادیانیت کی ذلت ورسوائی کے سو سال مکمل ہو گئے۔ مزید رسوائیاں قادیانیت کا مقدر بنیں گی۔

بعد ازاں قاری محمد یوسف احرار کے اعزاز میں جامعہ فاروقیہ صوت القرآن کے مدیر اعلیٰ قاری عبدالرحیم فاروقی نقشبندی نے ظہرانہ دیا، جس میں کارکنانِ احرار نے بھی شرکت کی۔

اسلامی تعلیمات سے روگردانی کے باعث پوری قوم گھمبیر مسائل میں مبتلا ہے: سید عطاء المہیمن بخاری

فیصل آباد (۱۹ رمئی) مجلس احرار اسلام کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا ہے کہ ملک کے تمام مسائل کا حل سیرت پر عمل کرنے میں ہے۔ جنرل پرویز مشرف کے غیر ملکی اشاروں پر چلنے اور اسلامی تعلیمات سے روگردانی کرنے کی سزا پوری قوم بھگت رہی ہے۔ آج بھی اگر مسلمان سیرت پر عمل کرنا شروع کردیں تو معاشرہ امن کا گہوارہ بن سکتا ہے۔ ان خیالات کا اظہار انھوں نے جامعہ شریفیہ مسجد زینب گائے سوپ سرگودھا روڈ میں ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ اجتماع کی صدارت ممتاز عالم دین مولانا مجاہد الحسینی نے کی جب کہ مولانا حق نواز، مولانا محمد الیاس، قاری محمد یونس رحیمی، قاری عبدالرحیم بلوچ، حاجی اظہر اقبال اور شہر کے دیگر علماء کرام اور معززین نے بھی بھرپور شرکت کی۔ مولانا عطاء المہیمن بخاری نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تمام زندگی عزت ووقار کے ساتھ گزاری اور اپنے وقت کی کسی نام نہاد سپر پاور کو خاطر میں نہیں لائے جب کہ ہم ان کی غلامی کا دعویٰ کرتے ہوئے بھی اپنے ہر عمل میں امریکہ کی جانب دیکھتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ علماء پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ حق بات کہیں اور عام مسلمانوں کو دین پر کٹ مرنے کا درس دیں۔

قائد آباد: قادیانی کو مسلمان نہ ماننے پر ۱۰ سالہ لڑکا قتل کر دیا گیا

قائد آباد (نمائندہ خصوصی) قائد آباد ضلع خوشاب میں قادیانیوں کی کھلی دہشت گردی، ۱۰ سالہ بے گناہ لڑکے کو قتل کر دیا۔ تفصیلات کے مطابق چک نمبر ۳۹، ۴۰ ڈی بی قائد آباد ضلع خوشاب میں عبدالنوید ولد عبدالحمید نامی قادیانی نے ۱۰ سالہ عبدالرحمٰن ولد مختار احمد سکنہ چک نمبر ۳۹ ڈی بی کو مرزائیوں کو مسلمان نہ ماننے کی پاداش میں بے دردی سے قتل کر دیا۔ ملزم موقع سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ پولیس نے ضروری کارروائی کے بعد ایف آئی آر درج کر دی، جب کہ علاقے کے مسلمانوں میں غم وغصے کی لہر دوڑ گئی۔ مسلمان اشتعال میں آکر قادیانیوں کے خلاف سڑکوں پر نکل آئے، حکومت اور قادیانیوں کے خلاف نعرے بازی کرتے رہے۔ مذہبی ودینی رہنماؤں اور مسلمانوں نے حکومت کو خبر کرتے ہوئے کہا کہ اگر حکومت نے قادیانیوں کے خلاف کارروائی نہ کی تو مسلمان قادیانیوں سے خود بدلہ لیں گے۔ چک نمبر ۳۹ ڈی بی میں قائم قادیانیوں کی عبادت گاہ جو کئی سالوں سے دہشت گردی کے لیے استعمال ہو رہی ہے، اس کو گرادیں گے۔ (روزنامہ ''اسلام'' لاہور، ۱۵ رمئی ۲۰۰۸ء)

قادیانیوں کے ہاتھوں معصوم مسلمان بچے کا خونِ ناحق افسوسناک واقعہ ہے (عبداللطیف خالد چیمہ)

لاہور (۲۱رمئی) مجلس احرار اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا ہے کہ قائد آباد ضلع خوشاب کے چک نمبر ۴۰/۳۹ میں گیارہ دس سالہ مظلوم وشہید معصوم بچے عبدالرحمٰن کا قادیانیوں کے ہاتھوں خونِ ناحق قادیانی جشنِ صد سالہ کا تحفہ ہے جو اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ قادیانی معصوم جانوں اور انسانیت کے دشمن ہیں۔ایک بیان میں انھوں نے کہا کہ بچوں کی لڑائی کا بہانہ بنا کر ظالم وقاتل قادیانی وحید احمد نے جس بے دردی سے معصوم مسلمان بچے کے خون سے ہولی کھیلی، اس سے یہ بات کھل کر سامنے آئی ہے کہ قادیانی ملکی حالات کو مزید خراب کرنے کے درپے ہیں۔انھوں نے کہا کہ مقدمہ کی ایف آئی آر کے اندراج سے اب تک کے حالات اس بات کی غمازی کررہے ہیں کہ انتظامیہ اور پولیس خصوصاً ڈی پی او خوشاب مقدمہ کو خراب کرنے کے لیے قادیانیوں کی کھلم کھلا طرف داری کررہے ہیں اور اگر قادیانی یا قادیانی نواز لابی کے اثر ورسوخ کو نہ روکا گیا تو پھر اس قتلِ ناحق سے ہولناک کشیدگی جنم لے گی، جس کی تمام تر ذمہ داری قاتلوں اور قاتلوں کو تحفظ فراہم کرنے والوں پر عائد ہوگی۔

قادیانی پاکستان کو اسرائیل کی طرز پر ''مرزائیل'' بنا کر اپنے مذموم مقاصد کے حصول کے لیے کوشاں ہیں

(شبانِ احرارِ اسلام ملتان)

ملتان (۲۳رمئی) قادیانیوں کی بڑھتی ہوئی سرگرمیاں وطن اور اہلِ وطن کے لیے تشویش ناک ہیں۔قادیانی پاکستان کو اسرائیل کی طرز پر ''مرزائیل'' بنا کر اپنے مذموم مقاصد کے حصول کے لیے کوشاں ہیں۔وہ بقول ذوالفقار علی بھٹو مرحوم پاکستان میں وہی حیثیت حاصل کرنا چاہتے ہیں جو یہودیوں کو امریکہ میں حاصل ہے۔ان خیالات کا اظہار شبانِ احرار اسلام اور تحریک طلباء اسلام کے ایک اجلاس سے محمد فرحان الحق، سید عطاء المنان بخاری، محمد الیاس، محمد سلیمان یمنی، محمد یاسر، محمد مظفر خان خان نے کیا۔محمد فرحان الحق نے کہا کہ عقیدۂ ختم نبوت ہمارے ایمان کا حصہ ہے، اس کے تحفظ کے لیے ہمیں ہر قسم کی گروہ بندی سے نکل کر فتنۂ ارتدادِ قادیانیت کے خلاف متحد ہوجانا چاہیے۔انھوں نے کہا کہ مرزائی ملک کے کلیدی عہدوں پر فائز ہوکر اسے قادیانی سٹیٹ بنانا چاہتے ہیں۔سید عطاء المنان بخاری نے کہا کہ قادیانی ملک کی جڑیں کھوکھلی کرنے کے لیے گھناؤنی سازشوں میں مصروف ہیں۔حکومتی ایوانوں میں بیٹھے ہوئے قادیانی، بریگیڈئر نیاز کے ذریعے بحران پیدا کر کے ملک میں انتشار وخلفشار پھیلانا چاہتے ہیں۔طلباء رہنماؤں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ قادیانیوں کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں کو کنٹرول کرے اور انھیں قانون امتناعِ قادیانیت کا پابند کیا جائے۔

☆☆☆

ادارہ

مسافرانِ آخرت

محمد زبیر مرحوم:

مجلس احرار اسلام ملتان کے قدیم و مخلص کارکن محمد زبیر مرحوم ۱۱ر مئی ۲۰۰۸ء کو دل کا دورہ پڑنے سے انتقال کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم ۱۹۶۲ء میں مجلس احرار اسلام سے وابستہ ہوئے۔ اور مرتے دم تک احرار میں رہے۔ وہ ہر جمعہ کو دارِ بنی ہاشم آتے اور جامع مسجد ختم نبوت کے سپیکر کا انتظام سنبھالتے۔ مرحوم ہر کسی سے محبت اور خلوص سے پیش آتے، جو ملنے والے کو اپنی ساری محبت اور اپنی ساری خوشیاں اُسے منتقل کر دیتے تھے۔ وہ خودی اور انا کا پیکر تھے۔ انھوں نے مشکل ترین حالات میں بھی کسی سے کوئی گلہ شکوہ نہ کیا اور نہ ہی معاشی طور پر دگرگوں حالت ہونے کی وجہ سے کسی سے دستِ سوال دراز کیا۔ حوادثِ زمانہ نے اُنھیں ہر حال میں خوش رہنا سکھا دیا تھا۔ انھوں نے اپنی زندگی کا مقصد ہی صرف یہ بنالیا تھا کہ خانوادۂ امیر شریعت کی زیادہ سے زیادہ خدمت کی جائے۔ کیوں کہ وہ اسے عبادت سے کم نہیں سمجھتے تھے۔ کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ وہ اتنی جلدی ہمیں داغِ مفارقت دے جائیں گے۔ کسی شاعر نے شاید اسی موقع کے لیے کہا تھا:

عجب مسافتِ بے اعتبار ہے دنیا
کسے خبر کہ کہاں کون چھوڑ جائے گا

مولانا محمد عمر قریشی رحمتہ اللہ علیہ:

خطیب جامع مسجد الفلاح کراچی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عمر قریشی ۱۹ر فروری ۲۰۰۸ء کو انتقال کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت مولانا علم وحکمت، خلوص وللّٰہیت اور اہل حق کی رہبری کا ایک روشن ستارہ تھے۔ وہ اکابرِ احرار کے دلدادہ تھے۔ مرحوم اکثر اپنی تقاریر میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے واقعات سناتے۔ ان کی یاد میں جامعہ عائشہ صدیقہؓ میں تعزیتی جلسہ کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں مولانا مرحوم کے صاحبزادے مصطفیٰ طارق قریشی، مفتی عطاء الرحمٰن طارق قریشی اور دیگر حضرات نے مولانا کی دینی وعلمی خدمات کو سراہا اور انھیں خراجِ تحسین پیش کیا۔

★ مدرسہ معمورہ کے معاون اور ہمارے قدیمی کرم فرما حاجی محمد سعید انصاری مرحوم، ۲۴ر مئی ۲۰۰۸ء

★ شیخ حسین اختر لدھیانوی کے پھوپھی زاد بھائی اور مجلس احرار اسلام ملتان کے قدیم کارکن شیخ محمد نعیم لدھیانوی عرف بھائی جان، انتقال: ۵ر مئی ۲۰۰۸ء مرحوم، جامع مسجد بیری والی اندرون حرم گیٹ ملتان کے متولی تھے۔

★ والدہ مرحومہ، بھائی محمد جاوید (بنیان والے ملتان)

★ ماہنامہ ''نقیب ختم نبوت'' کے سرکولیشن منیجر محمد یوسف شاد کی خالہ مرحومہ اُمِ عمر، انتقال: ۸ر مئی ۲۰۰۸ء

★ ڈاکٹر جمال الدین مرحوم: راولپنڈی سے مجلس احرار اسلام کے قدیم رکن مرکزی مجلس شوریٰ، انتقال: ۲۰ر مئی ۲۰۰۸ء

★ والدہ مرحومہ، عبدالحکیم صاحب، ملتان، انتقال: ۲۱ر مئی ۲۰۰۸ء ☆ عبدالباسط سراج مرحوم (راولپنڈی) ۱۰ر مئی ۲۰۰۸ء

★ ماسٹر محمد جمال مرحوم (بستی مولویاں ضلع رحیم یار خان) انتقال: ۶ر مارچ ۲۰۰۸ء

★ جام غلام رسول چوہان مرحوم (بستی مولویاں، ضلع رحیم خان) انتقال: ۱۸ر مارچ ۲۰۰۸ء

★ جام عبدالسلام چوہان مرحوم (رکن مجلس احرار اسلام خان واہ ضلع رحیم یار خان) انتقال: ۲۷ر مارچ ۲۰۰۸ء

★ والدہ مرحومہ، غلام یٰسین سومرو (رکن مجلس احرار اسلام بستی مولویاں) انتقال: ۱۰ر اپریل ۲۰۰۸ء

★ میاں ریاض احمد مرحوم (تاج گڑھ ضلع رحیم یار خان) انتقال: ۱۲ر اپریل ۲۰۰۸ء

★ ملتان میں ہمارے کرم فرما پروفیسر عبدالسلام کی والدہ ماجدہ اور جاوید اختر صاحب کی خالہ مرحومہ، انتقال: ۲۳ر مئی ۲۰۰۸ء

★ مجلس احرار اسلام چیچہ وطنی کے قدیم کارکن جناب حافظ محمد جاوید اقبال کی خوش دامن مرحومہ

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ عطاء فرمائے نیز پسماندگان کو صبرِ جمیل عطاء فرمائے۔ (آمین) قارئین سے ایصالِ ثواب کے اہتمام اور دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ (ادارہ)

بیاد مجدد بنی ہاشم سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ـــــ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

مدرسہ معمورہ

بانی

سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

قائم شدہ

28 نومبر 1961ء

دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

دارالقرآن

دارالحدیث

دارالمطالعہ

دارالاقامہ

کی تعمیر میں حصہ لیں

الحمدللہ

مدرسہ معمورہ اپنے تعلیمی و فکری سفر پر گامزن ہے اور تسلسل کے ساتھ ترقی کر رہا ہے۔ طلباء کے لیے مدرسہ معمورہ اور طالبات کے لیے جامعہ بستانِ عائشہ میں حفظ و ناظرہ قرآن، درسِ نظامی اور پرائمری و مڈل شعبوں میں تعلیم جاری ہے۔

طلباء کی درس گاہوں، رہائش، دفتر اور لائبریری کے لیے 24 کمروں پر مشتمل دو منزلہ عمارت کی تعمیر شروع کی جا رہی ہے۔ لاگت فی کمرہ دو لاکھ پچاس ہزار روپے ہے۔ صدقہ جاریہ میں حصہ لیں اور نقد و سامانِ تعمیر دونوں صورتوں میں تعاون فرما کر اجر حاصل کریں۔

رابطہ

061 - 4511961
0300-6326621
majlisahrar@yahoo.com
majlisahrar@hotmail.com

ترسیلِ زر

بذریعہ بینک: چیک یا ڈرافٹ بنام سید محمد کفیل بخاری مدرسہ معمورہ
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 2-3017 یو بی ایل کچہری روڈ ملتان
بذریعہ آن لائن: 2-3017-010 بینک کوڈ: 0165

الداعی الی الخیر

ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری

امیر مجلس احرار اسلام پاکستان

بیاد مجدد بنی ہاشم سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ـــــ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی

سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

قائم شدہ

1989

جامعہ بستانِ عائشہ

کی تعمیر شروع ہے

دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

مخیّر حضرات

فی کمرہ لاگت

3,00,000

(تین لاکھ روپے)

نقد رقوم، اینٹیں، سیمنٹ

سریا، بجری اور دیگر سامانِ تعمیر

دے کر جامعہ کے ساتھ

تخمینہ

30,00,000

(تیس لاکھ روپے)

تعاون

فرمائیں

★ 1989ء میں دارِ بنی ہاشم کے رہائشی مکان میں ایک معلّمہ سے بچیوں کی دینی تعلیم کا آغاز کیا گیا۔

★ مدرسہ میں شعبہ حفظ وناظرہ، ترجمۂ قرآن وتفسیر اور فقہ کی تعلیم جاری ہے

نوٹ

اپنے عطیات، زکوۃ وصدقات جلد از جلد عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں تاکہ جامعہ کا تعلیمی سلسلہ بغیر کسی رکاوٹ کے جاری رہ سکے۔ (جزاکم اللہ خیر)

رابطہ

061 - 4511961

0300-6326621

ترسیلِ زر

بذریعہ بینک: چیک یا ڈرافٹ بنام سید محمد کفیل بخاری مدرسہ معمورہ کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 2-3017 یو بی ایل کچہری روڈ ملتان

بذریعہ آن لائن: 2-3017-010 بینک کوڈ: 0165

الداعی الی الخیر

ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری

مہتمم جامعہ بستانِ عائشہ ملتان

Designed by 0321-6358191